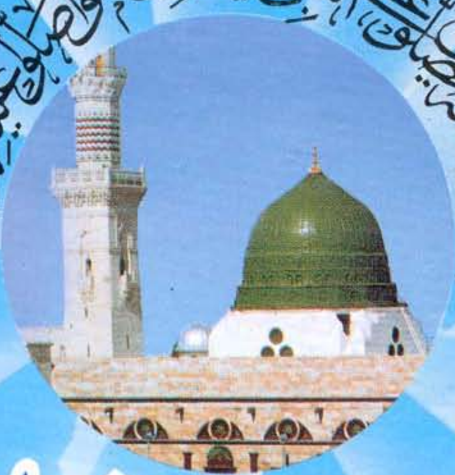
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا



شرح سلامِ رضا

مفتی محمد خان قادری

مرکزِ تحقیقاتِ اسلامیہ

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچ سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور 5300353-5300354 ☎:

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شرحِ سلامِ رضا

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور 5300353-5300354 :☎

نام کتاب　　شرح سلام رضا

مصنف　　مفتی محمد خان قادری

اہتمام　　محمد فاروق قادری

کاتب　　سید قمر الحسن ضیغم قادری

پروف ریڈنگ　　حافظ ذوالفقار دستگیری، حافظ محمد عثمان قریشی

ناشر　　کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

طباعت ہفتم　　۲۰۰۹ء

قیمت　　320

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048..

اِہداء

حبیبِ خدا، وجہِ تخلیقِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور

جن کے مراتب و شئون کا بیان بوجہ عجزِ فکر اور ضعفِ بیان انسانی بس کی بات نہیں البتہ ایک سچے عاشقِ رسول نے اپنے سلامِ نیاز میں اس جامع صفات ہستی کے جن چند اوصاف و محاسن کا تذکرہ کیا ہے اور سبدِ عقیدت میں جو خوش رنگ نعتیہ پھول نذر کئے ہیں ـــــ جیسے

مصطفیٰ، جانِ رحمت، شمعِ بزمِ ہدایت، مہرِ چرخِ نبوت، گلِ باغِ رسالت، شہریارِ ارم، تاجدارِ حرم، نوبہارِ شفاعت، شبِ اسریٰ کے دولہا، نوشۂ بزمِ جنت، عرش کی زیب و زینت، فرش کی طیب و نزہت، نورِ عینِ لطافت، زیب و زینِ نظافت، سروِ نازِ قدم، مغزِ رازِ حکم، یکہ تازِ فضیلت، نقطۂ سرِّ وحدت، مرکزِ دورِ کثرت، صاحبِ رجعتِ شمس، صاحبِ شقِ القمر، نائبِ دستِ قدرت، اصلِ ہر بود و بہبود، تخمِ وجود، قاسمِ کنزِ نعمت، فتحِ بابِ نبوت، ختمِ دورِ رسالت، شرقِ انوارِ قدرت، فتقِ ازہارِ قربت، بے سہیم و قسیم، بے عدیل و مثیل، جوہرِ فردِ عزت، سرِ غیبِ ہدایت، عطرِ جیبِ نہایت، ماہِ لاہوتِ خلوت، شاہِ ناسوتِ جلوت، کنزِ ہر بیکس و بے نوا، حرزِ ہر رفتہ طاقت، پرتوِ اسمِ ذاتِ احد، نسخۂ جامعیت، مطلعِ ہر سعادت، مقطعِ ہر سیادت، خلق کے داد رس، سب کے فریاد رس،

کہفِ روزِ مصیبت، مجھ سے بیکس کی دولت، مجھ سے بے بس کی قوت، شمعِ بزمِ دنا ہو میں گم کنِ انا، شرحِ متنِ ہویت، انتہائے دوئی ابتدائے یکی، جمعِ تفرقہ و کثرت، طلعت بعد ظلمت، عزت بعد ذلت، ربِ اعلیٰ کی نعمت، حق تعالیٰ کی منت، ہم غریبوں کے آقا، ہم فقیروں کی ثروت، فرحتِ جانِ مومن، غیظِ قلبِ ضلالت، سببِ ہر سبب، منتہائے طلب، علتِ جملہ علت، مصدرِ مظہریت، مظہرِ مصدریت، گلِ پاک منبت، قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت، ظلِ ممدودِ رأفت ——

—— ان کی دید شنید سے اپنی اور سب اہلِ محبت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل و دماغ کی تنویر کا سامان کر رہا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

امیدوارِ شفاعت

محمد خان قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور

فہرست مضامین

شعر نمبر	مضامین	صفحہ

شعر نمبر	مضامین	صفحہ
	کفار کا رحمت سے حصہ	۶۸
	شمع بزم ہدایت	۶۹
	آپ پر ایمان لانے سے انبیاء کو نبوت ملی	۷۰
	شمعِ بزم ہدایت کے ارشادات	۷۱
۲	مہرِ چرخِ نبوت	۷۲
	روحانی و مادی آفتاب	۷۴
	روحانی آفتاب کی ضرورت	۷۵
	روحانیت انبیاء کا سرچشمہ ذاتِ نبوی	۷۷
	گل باغ رسالت	۷۸
۳	جنت رسول اللہ کی	۷۹
	جنت کی خدمتِ اقدس میں حاضری	۸۱
	خشک تنے کو جنتی درخت بنادیا	۸۱
	حضور کعبہ کے بھی کعبہ ہیں	۸۲
	اے حبیب میرا قبلہ تیری ذات ہے	۸۳
	نو بہارِ شفاعت	۸۴
	عرش الٰہی کی دائیں جانب	۸۴
	سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے	۸۵
	آیت کا مفہوم	۸۷
	خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے	۸۸
	مقامِ محمود کہنے کی وجہ	۸۹

شعر نمبر	مضامین	صفحہ
	شانوں کی شوکت	۳۲۹
	کاندھے یا چاندی کے ڈلے	۳۳۰
	چاند کی طرح سفید	۳۳۰
۶۷	مہر نبوت	۳۳۱
	روایات میں تطبیق	۳۳۳
	مہر نبوت اور خوشبو	۳۳۴
۶۸	روئے آئینہ علم پشتِ حضور	۳۳۵
	آگے کی طرح پیچھے دیکھنا	۳۳۵
	تاریکی میں دن کی طرح دیکھنا	۳۳۶
۶۹	دست اقدس	۳۳۷
	سب سے سخی ہاتھ	۳۳۷
	واہ کیا جود و کرم ہے	۳۳۷
	حاجت مند اور قرض	۳۳۸
	سیکرٹری مال کا بیان	۳۳۹
	یہ منصب ان کو کیوں دیا گیا	۳۴۰
	یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے	۳۴۰
۷۰۔۷۱	بازو مقدس	۳۴۱
	بازو لمبے تھے	۳۴۱
	بازو نہایت چمکدار تھے	۳۴۲
	بازو کی قوت	۳۴۲

شعر نمبر	مضامین	صفحہ
	قلبِ انور کی آنکھیں اور کان	۳۵۹
	اسے جا نہیں ہے بولن دی	۳۶۰
۷۷	کل جہاں ملک	۳۶۰
	جو کی روٹی غذا	۳۶۲
	شکم کی قناعت	۳۶۲
۷۸	عزمِ شفاعت پر کھینچ کر بندھی	۳۶۴
۷۹	انبیاء تہ کریں زانوان کے حضور	۳۶۶
	معلم و مربی اول	۳۶۶
۸۰	مبارک پنڈلیاں	۳۶۹
	پنڈلیاں باریک تھیں	۳۶۹
	کھجور کے تازہ خوشے کی طرح	۳۶۹
	پنڈلیوں کی چمک دمک	۳۷۰
۸۱	قدمین شریفین	۳۷۱
	قدم پُر گوشت تھے	۳۷۱
	مرقع حسنِ بے مثال	۳۷۲
	قرآن اور خاک پا کی قسم	۳۷۲
۸۲	طیبہ شہر مدینہ کا نام ہے	۳۷۴
	طیبہ کہنے کی وجہ	۳۷۵
	ولادت کی گھڑی	۳۷۶

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۳۹۳	بت پرستی سے نفرت	
۳۹۴	لغو مجالس سے اجتناب	
۳۹۴	کھیل کود سے اجتناب	
۳۹۵	قرآن اور حفاظت ادائے رسول	۹۱
۳۹۵	اے کملی اوڑھنے والے	
۳۹۹	رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر	۹۲
۴۰۰	یہ خوشبو آپ کے جسم کا حصہ تھی	
۴۰۱	کیا یہ خوشبو واقعہ معراج کے بعد پیدا ہوئی	
۴۰۲	مذکورہ روایت کا مفہوم	
۴۰۳	یہ خوشبو بعد از وصال بھی قائم رہی	
۴۰۴	تمام مدینہ مہک اٹھا	
۴۰۴	شہد سے میٹھی گفتگو	۹۳
۴۰۵	دشمنوں کی گواہی	
۴۰۵	دوران گفتگو ہاتھ سے اشارہ	
۴۰۶	رفتار مبارک	۹۴
۴۰۷	رفتار میں معجزاتی کیفیت	
۴۰۸	صحابہ کو پیچھے چلنے کی اجازت نہ تھی	
۴۰۹	سادی سادی طبیعت	
۴۱۰	مقام خلوت نشینی	۹۵
۴۱۱	اس غار کے انتخاب کی حکمتیں	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت کے سبب جب حقیر "شاہکارِ ربوبیت" (جسم و اعضاء مصطفوی کا حسن و جمال صحابہ کی نظر میں) لکھ رہا تھا تو اس موضوع پر مواد کے لئے جہاں دیگر کتبِ اسلاف کا مطالعہ کیا وہاں امام اہلِ محبت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا۔ خصوصاً ان کے سلام کا وہ حصہ (شعر ۳۱ تا ۸۱) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا پر مشتمل ہے۔ دورانِ مطالعہ محسوس ہوا کہ دیگر تمام کتب میں کسی بھی عضوِ مصطفوی کے حسن و جمال اور برکات کے بارے میں جو مواد نثر میں ملتا ہے اعلحضرت نے اسے بڑے ہی احسن پیرائے میں ایک یا دو اشعار میں بیان کر دیا ہے۔ یہ سلام پہلے بھی پڑھا اور سنا تھا مگر اب اس سلام سے جو والہانہ لگاؤ اور وابستگی ہوئی اس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں۔ فی الفور یہ کیا کہ شاہکارِ ربوبیت میں ہر عضوِ مصطفوی پر مختلف مرویات کے بعد آپ کا متعلقہ شعر بھی شامل کر دیا تاکہ قارئین لذت و حلاوت پانے کے ساتھ ساتھ اس سلام کے علمی پہلوؤں سے بھی آگاہ ہوں اور انہیں یہ اندازہ ہو کہ اس سلام کا موجد و خالق علم و عرفان کے کتنے بلند مقام پر فائز ہے۔ اسے اپنے کریم آقا سے کتنی محبت و شیفتگی ہے۔ اس نے صورت و سیرت مصطفوی کا کتنی گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے۔

اور ساتھ ہی یہ عزم کر لیا کہ "شاہکارِ ربوبیت" کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ کے

توفیق سے اس مبارک سلام کی مکمل شرح لکھوں گا۔ جب اس عزم کا اظہار استاذ مکرم حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری دامت برکاتہم سے کیا تو آپ نے نہایت شفقت سے نوازا اور فرمایا:

"مجھے شمس بریلوی نے کراچی سے لکھا ہے کہ میری نظر میں آپ کی ذات شرح سلام لکھنے کے لئے موزوں ہے لہٰذا آپ سلام کی شرح لکھدیں" لیکن بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے اس کام کے لئے وقت نکالنا مشکل تھا۔ اب آپ نے سلام پر کام شروع کر دیا ہے تو میں بریلوی صاحب کو لکھ دیتا ہوں کہ اس موضوع پر کام شروع ہو چکا ہے۔

محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس رضا پاکستان سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے بہت سراہا بلکہ اپنے ماہنامہ "جہانِ رضا" میں اس کی اطلاع بھی شائع کر دی۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے اس سلسلہ میں رابطہ ہوا تو انہوں نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ کچھ مواد بھی ارسال کیا۔ ادارے کی طرف سے مولانا وجاہت رسول قادری نے جو خط لکھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اعلیٰحضرت کے سلام کی تشریح کا کام ایک بہت اہم ادبی اور دینی خدمت ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ آپ سے ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہے۔ اس سلسلہ میں شمس بریلوی صاحب کی کلام رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ مع حدائق کا مطالعہ فرمائیں۔ شاعری کے موضوعات پر ادارے کی کتب معارفِ رضا ۱۹۸۸ء اور معارفِ رضا ۱۹۹۱ء مع دیگر کتابچوں کے آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ مزید جس مواد کی ضرورت ہو ضرور تحریر فرمائیں"۔

اس ادارے نے بھی مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء میں خبر نامے کے تحت یہ اعلان شائع کیا :

"اسلام آباد کے بشیر حسین ناظم نے امام احمد رضا کے سلام پر تضمین لکھی ہے اس تضمین پر ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تقدیم رقم فرمائی ہے لاہور کے علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب سلام رضا کی شرح کی جانب متوجہ ہوگئے ہیں"۔

جب اگست ۹۲ء میں شاہکار ربوبیت پر کام مکمل ہوگیا تو پھر اس شرح کی ابتدا کر دی گئی۔ الحمدللہ ستمبر ۱۹۹۲ء میں شروع کر کے مارچ ۱۹۹۳ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچائی۔ اس پر میں اللہ رب العزت اور اس کے حبیب علیہ السلام کی بارگاہ میں سراپا تشکر و امتنان ہوں کہ ان کے فضل و احسان سے یہ عظیم سعادت میرے حصے میں آئی۔

میں اس موقعہ پر اپنے تمام بزرگوں خصوصاً مخدوم اہل سنت حضرت العلام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، محقق اہل سنت استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر موڑ پر میری رہنمائی کی اور قبلہ شرف صاحب نے نہایت ہی شفقت کرتے ہوئے تقدیم بھی رقم فرمائی۔

اس کتاب کی طباعت کے تمام اخراجات میرے عظیم دوست محترم الحاج ریاض احمد علوی (سینئر ممبر منتظمہ جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور) نے برداشت کئے ہیں جو دین و قوم کے لئے بہتر فکر ہی نہیں رکھتے بلکہ ہر مثبت و مفید کام میں عملاً حصہ بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے۔

کتابت پر سید قمر الحسن ضیغم قادری، پروف ریڈنگ پر حافظ ذوالفقار جہانگیری اور حافظ محمد عثمان قریشی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت محنت اور لگن سے اس کام کو نبھایا۔

آخر میں اپنے عزیز محترم الحاج سہیل اقبال سیکرٹری جنرل رحمانیہ ویلفیئر سوسائٹی ناظمِ مالیات جامعہ اسلامیہ لاہور کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو ہر موضوع پر ضروری اور اہم کتب کی فراہمی میں دل کھول کر تعاون کرتے ہیں۔

خاکسار کی تحریر کردہ سلام رضا کی اس شرح میں جو حسن وخوبی ہے وہ اللہ رب العزت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم ہے اور اس میں جو کمی و کوتاہی ہے وہ اس حقیر کے ذمے ہے۔

دُعا جو
محمد خان قادری

تقدیم

مخدومِ اہلِ سُنّت استاذ العلماء مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

علومِ دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسّر ہوا ہے۔ حضرت رومی، جامی، سعدی، بوصیری اور امیر خسرو کے قافلۂ عشق و محبت کے حدی خوان حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ، بے مثال محدث، اسرارِ قرآن کے عارف، رموزِ دین کے شناسا، امتِ مسلمہ کے بہی خواہ مفکر اور بارگاہِ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکتِ الفاظ اور شکوہِ بیان ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ سخن میں سے محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید و شاید۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بیساختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں:

جناب رئیس امروہوی لکھتے ہیں:

ان کی تصانیفِ نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرز کا انشراحِ صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ اک صوفی باصفا

اور عالم جلیل تھے۔ ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، عہد آفریں بھی

حضرت نشتر لدھیانوی لکھتے ہیں:

ان کی گفتگو کا محور، ان کے کلام کا رنگ، ان کی سوچ کا انداز، ان کے فکر کا مرکز عشقِ رسول اور صرف عشقِ رسول تھا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے پیکر پر عشقِ مصطفےٰ کی قبا راس آئی۔

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں سابق صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بیشمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیے ہیں، وہ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو اصلِ تصوف سمجھتے تھے

حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہلِ زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی۔ مولانا کی زبان شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

پروفیسر علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں:

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جا سکتی ان کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل عشقِ رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسنِ بیان کے اچھوتے نمونے ہیں

جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:

بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی مسرت

اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے۔

حُسنِ تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی

سلامِ رضا

خصوصاً بارگاہ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو وہ آفاقی شہرت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہو سکی، شاید ہی کیفِ محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔

جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

مولانا کا مشہور و مقبول سلام "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام سلاست روانی تسلسل، شاعرانہ حسن کاری اور والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یکدم آسمانِ شہرت پر پہنچ گیا لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلام خدا و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلام رضا میں، پیکر حسن و جمال، محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ، شمائل حمیدہ، جود و عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا

گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا، اور رُوح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابۂ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین، خصوصاً سیدنا غوث اعظم کے دربار میں سلامِ نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بارالٰہا! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں اسی طرح روزِ قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما! آمین

آدابِ سلام

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے وقت چند امور پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہو۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حدِ اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو۔ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خداداد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود وسلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیۂ صلوٰۃ وسلام بارگاہِ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پہ کوشش کی جائے کہ آواز چلّانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ سرے سے بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بطور دلیل آیت مبارکہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے جن سے آپ گفتگو فرمارہے ہوں۔ یہ نعمت عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسّر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہیئے اور بہتر ہوگا کہ نعت خواں حضرات کسی صاحب علم سے اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے پھر اہل بیت، صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اوّل، آخر اور درمیان جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۶۔ عربی میں لفظ صلوٰۃ، درود شریف کے معنٰی میں آیا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے۔ تاکہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

مثلاً:

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۷۔ حدیث شریف میں امام کے لیے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں نیز گرہ لگا کر دیگر اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے۔

شرح سلامِ رضا

ایک دفعہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے تجویز پیش کی تھی کہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مشہور زمانہ سلام کی شرح لکھی جائے۔ اس طرح ایک تو عوام و خواص کو سلام رضا کے سمجھنے میں مدد ملے گی، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے بیان کردہ حقائق پر مبنی سیرت طیبہ کی مستند کتاب تیار ہو جائے گی۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدۂ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی، ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔"

(امام احمد رضا خاں بریلوی۔ ایک ہمہ جہت شخصیت ص۱۱)

پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کے مشورے کے مطابق چند نوجوان فضلاء نے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے سلام رضا کی شرح لکھ کر مقالہ پیش کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی، تاہم ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی وسیع المطالعہ اور منجھا ہوا قلم کار اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شرح کا حق ادا کر دے۔

حضرت علامہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی مدظلہ (کراچی) نے راقم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو، قرعۂ فال تمہارے نام نکلا ہے۔ راقم نے انہیں عرض کیا کہ ایک تو یہ فقیر کئی ضروری کاموں میں مصروف ہے۔ معذرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خاں قادری سلام رضا کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں، ان کے بعد کسی عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ الحمد للہ العظیم!

کہ مفتی صاحب نے برق رفتاری کے ساتھ یہ کام مکمل کر لیا ہے اور سلام رضا کی شرح قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔

مفتی محمد خاں قادری، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے، اور رب کائنات کے حبیب اکرم، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں انہیں شرف قبولیت نصیب ہو، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فارغ التحصیل جامع مسجد رحمانیہ، شادمان، لاہور کے خطیب، حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے سپروائزر اور جامعہ اسلامیہ، ہور، سمن آباد، لاہور کے شیخ الجامعہ ہیں۔

مفتی محمد خاں قادری پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، ان کی متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہیں اور ارباب علم سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

ان کی تصانیف و تالیفات کے نام یہ ہیں:

۱۔ **شاہکارِ ربوبیت**: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ کا حسن و جمال اور لطف و کمال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں۔

۲۔ **درِ رسول کی حاضری**: مکہ مکرمہ کے نامور محدث اور فاضل ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی کی تصنیف "شِفَاءُ الْفُؤَادِ بِزِيَارَةِ خَيْرِ الْعِبَادِ" کا اردو ترجمہ

۳۔ **ذخائر محمدیہ**: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے موضوع پر علامہ سید محمد علوی مالکی کی معرکۃ الآراء تصنیف الذخائر المحمدیہ کا اردو ترجمہ۔

۴۔ **امتیازاتِ مصطفیٰ** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ مختصہ کا تذکرہ، علامہ خلیل ابراہیم ملا خاطر کی تصنیف عظیم قدرہ و رفعة مكانته عند ربه کا ترجمہ۔

۵۔ ایمان والدین مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۶۔ محفل میلاد علماء امت کی نظر میں۔

۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

۸۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحیثیت تحریکی قائد

۹۔ معارف الاحکام (اصول فقہ)

۱۰۔ منہاج النحو

۱۱۔ منہاج المنطق

۱۲۔ شرح سلام رضا

مفتی محمد خان قادری کی خوش قسمتی ہے کہ سرکار دو عالم، رحمت مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سے سرشار ہیں، کئی دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے اور ہر دفعہ ان کے اس جذب و جنوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ ان کی حالت کسی بزرگ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے: ؎

ہمہ شہر پُر ز خوباں، منم و جمالِ ماہے
چہ کنم! کہ چشم بد خو نکند بکس نگاہے

خود انہوں نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"صورت و سیرت نبوی پڑھنا، اس موضوع سے متعلق کتب و مسودات کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا، ہر رات دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سونے سے پہلے اس موضوع پر کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ ضرور کرتا اور اہم حوالہ جات فائل میں محفوظ بھی کر لیتا۔"

(پیش لفظ شاہکار ربوبیت، ۳۰)

ں ذوق و شوق نے انہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا

خاں بریلوی کے سلام کی طرف متوجہ کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختصر عرصہ میں "سلام رضا" کی ساڑھے پانچ سو سے زیادہ صفحات میں شرح لکھ دی، اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ بلاشبہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام غلاموں اور عقیدت کیشوں کی طرف سے تشکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمانے اور مسلمانوں کے دلوں کو حب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی سے جگمگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، کیونکہ دعوائے محبت اسی وقت مقبول اور بارآور ہے جب اتباع اور پیروی کی سعادت بھی حاصل ہو۔

محمد عبدالحکیم شرف

قادری نقشبندی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری

_____ سلام رضا پہ بہت سے باکمال شاعروں نے بڑی بلند پایہ تضمینیں بھی قلم بند کی ہیں۔ مثلاً صابر القادری، اختر الحامدی، عبد الغنی سالک اور بشیر حسین ناظم وغیرہ وغیرہ _____ سلام کے تقریباً ۱۷۱ اشعار ہیں۔ یہ تضمینیں مکمل ہیں اور ہر بند ایک سے ایک خوب تر _____ ایک فاضل نے فرمایا تھا کہ امام احمد رضا کے ہر شعر پہ ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات مبالغہ معلوم ہوتی تھی مگر حضرت شارح مفتی محمد خان صاحب زید لطفہ، نے اس دعوے کو اس حد تک ثابت کر دیا کہ ایک ایک شعر نہیں، ایک ایک نظم پہ ضرور ضخیم مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے۔ یہ شرح ۵۷۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

_____ علم و دانش اور مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، دائرۂ فکر اتنا ہی پھیلتا چلا جاتا ہے _____ ایک ہی پھول میں ہر آنکھ مختلف بہاریں دیکھتی ہے۔ اور ایک ہی ذرّے میں مختلف جمال _____ اس شرح سے ایک طرف امام احمد رضا کے وسعتِ علم و فضل کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت شارح کی وسعتِ علم و دانش کا _____ وہ ایک ممتاز عالمِ دین، بے مثال معلم اور ممتاز مصنف ہیں۔ دین و مسلک کے لئے انہوں نے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں _____ امام احمد رضا نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح نے اس سمندر کو کوزے سے نکالا _____ امام احمد رضا نے آبدار موتیوں کو ڈبیوں میں بند کیا اور حضرتِ شارح نے بند ڈبیوں سے ایک ایک موتی نکال کر ہمارے سامنے رکھا اور نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔

_____ حضرتِ شارح محترم المقام مفتی محمد خان صاحب قادری زید لطفہ، ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔ فقیر بھی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے علمی فیوض سے ایک عالم مستفیض ہو۔ آمین!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

یا نبی سلام علیک

یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک

صلوات اللہ علیک

سلامِ رضا پر اجمالی نظر

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کا ادب، تعظیم و توقیر اور محبت و طاعت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درود وسلام عرض کیا کرو۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ	بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے
عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	نبی اکرم پر صلوۃ بھیجتے ہیں اے ایمان
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا	والو تم بھی آپ کی خدمت میں صلوۃ
تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب)	وسلام عرض کیا کرو۔

اس مبارک آیت میں جہاں درود وسلام کا حکم ہے وہاں اس عمل کا مقام و مرتبہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ اتنا عظیم و اعلیٰ عمل ہے کہ خود خالق کائنات اور اس کے تمام فرشتے اپنے اپنے شایان شان اس عمل میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر یہ بھی فضل و احسان ہے کہ اس نے درود وسلام کے لئے الفاظ و کلمات مخصوص نہیں فرمائے بلکہ ہر ایک کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی اپنی زبان اور الفاظ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرے۔

چونکہ نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں صلوۃ و سلام کو شامل فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو تشہد کے جو کلمات سکھائے

ان میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں :

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ — اے نبی مکرم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات نازل ہوں۔

اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک صلوۃ اور دوسرا سلام ۔ اس تشہد سے ہمیں دوران نماز آپ کی خدمت عالیہ میں سلام عرض کرنے کا طریقہ تو معلوم ہوگیا ہے مگر صلوۃ کا نہیں ہوا۔ اس پر آپ نے درود ابراہیمی کی تعلیم دی۔

یاد رہے ان کلمات کے ساتھ نماز میں درود و سلام عرض کرنا واجب و سنّت ہے تاہم نماز سے باہر جن الفاظ سے بھی صلوۃ و سلام عرض کیا جائے جائز ہے۔ اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ پوری امت مسلمہ آپ کا نام سن کر عرض کرتی ہے " صلی اللہ علیہ وسلم "۔ حالانکہ یہ کلمات آپ کی ذاتِ اقدس سے منقول نہیں۔ اسی شرعی اجازت کی بنا پر غلامانِ رسول نے ہمیشہ ہر دور میں آپ کے حضور نثر و نظم میں درود و سلام کے ہزار ہا گجرے پیش کیے۔ ان میں سے دو غلام ایسے بھی ہیں جن کا لکھا ہوا صلوۃ و سلام اس قدر مقبول ہوا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان گرامی قدر ذوات کے اسماء یہ ہیں :

۱۔ شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید جنہیں امام بوصیری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۲۔ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی۔

ان میں سے امام بوصیری کا سلام (قصیدہ بردہ) عربی زبان میں ہے :

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

جبکہ امامِ اہلِ محبت اعلیٰحضرت کا سلام (قصیدہ سلامیہ) اردو میں ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پہلے سلام کی تشریح میں متعدد کتب لکھی گئیں ہیں مگر دوسرے سلام کی مکمل تشریح تاحال میرے علم میں نہیں ہوئی۔ حالانکہ اردو زبان میں لکھے گئے تمام سلاموں میں یہ مقبول ترین سلام ہے جہاں جہاں دنیا میں اہلِ محبت آباد ہیں اور ان کی زبان اردو ہے وہاں یہ سلام ہر محفل کا حصہ ہے۔ خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد اور محافلِ میلاد میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ گویا یہ سلام امتِ مسلمہ کے دل کی آواز ہے۔

اگر پڑھنے والا اس کے معانی و مفاہیم اور اس کے ہر شعر کے پس منظر اور اس میں بیان کردہ عظیم واقعہ سے آگاہ ہو تو ذوق اور دو بالا ہو جائے اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زیرِ نظر کوشش کی گئی ہے۔

سلام کے بارے میں اہلِ علم کی آراء

اس سلام کے علمی حسن و جمال اور اس کی مقبولیتِ عامہ پہ نامور اہلِ علم کی آراء ملاحظہ ہوں:

۱۔ عظیم محقق جناب شمس بریلوی "کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ" میں لکھتے ہیں:

"خامۂ رضا اور طبعِ رضا قدس سرہ نے ۱۷۰ اسلام پیش کئے ہیں۔ ان سلاموں میں نبوت کے اوصاف، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے مراتب عالیہ اور حضور کے سراپائے اقدس کو جس خوبی سے پیش کیا ہے اس کی کیا تشریح کروں اور ان اشعار کی کیا خوبیاں بیان کروں۔ ایک دریائے

معانی ہے جو موجزن ہے اور ایک فکرِ غواص ہے جو بحرِ نبوت میں بعد خلوص غوطہ زن ہے ۔ اور کمالاتِ نبوت کے گوہرِ آبدار کو زینتِ تاجِ بنا کر اس بحرِ ذخار سے سر نکالتی ہے اور پھر دوسرے درِ آبدار کی تلاش میں غوطہ زن ہوتی ہے اور پھر ایک صدفِ معانی کی تلاش میں کامیاب ہو کر ہشاش بشاش ابھرتی ہے اور کمال نبوت کے دربے مثال کو پیش کرتی ہے ۔۔۔۔ یوں تو ان تمام (۱۷۰) اشعار کا مجموعہ تحیہ وسلام کا ایک حسین گلدستہ ہے لیکن کمالِ سخن ملاحظہ ہو کہ ہر شعر میں سلام پیش کرتے ہیں اور کمالِ نبوت کا ایک نیا رخ پیش فرماتے ہیں ۔"

(کلام حضرت رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ ، ۶۰)

۲۔ سلام رضا پر تضمین لکھنے والے نامور شاعر مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی سلاست زبان وزورِ بیان کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں :

"روزمرہ محاورات کے ساتھ اعلیٰحضرت کا پورا کلام سلاستِ زبان وزورِ بیان کا مرقع ہے ۔ آپ کا مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" جس کے ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار ہیں اس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے ۔ نیز سلاست و روانی اور زورِ بیان میں اپنا جواب نہیں رکھتا اس سلام کے ایک ایک شعر میں محبوبِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں الفاظ کے موتیوں سے ایسی جڑی ہیں جسے دیکھ کر عقد ثریا بھی خجل ہو جائے سرکار مدینہ کا سراپا اور عہدِ طفولیت سے لے کر عہد نبوت تک کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے جس کی داد دینے کے لیے الفاظ نہیں ملتے ۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت سامنے آجاتی ہے ۔"

(امام نعت گویاں ، ۶۴)

۳۔ اقبالیات کے مشہور فاضل پروفیسر یوسف سلیم چشتی اس قصیدۂ سلامیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سرکار ابد قرار زبدۂ کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلام منظوم پیش کیا تھا اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا کیونکہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو گا جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔"

(ندائے حق، جون ۱۹۶۰ء صـ۳۱)

۴۔ حفیظ جالندھری مرحوم کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور کالم نگار میاں محمد شفیع (م۔ش) اس سلام کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہل سنت و جماعت اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی نے نعتیہ کلام اور تحریک رابطۂ مسلم عوام کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا۔ جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰحضرت کے سلام کے ایسے فقرے "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۲ نومبر ۷۳ء)

۵۔ ملک شیر محمد اعوان آپ کے سلام کے بارے میں یوں گویا ہوتے ہیں:

"حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بے شمار شعراء نے سلام لکھ کر ہدیہ عقیدت پیش کیا مگر مولانا احمد رضا خاں کے سلام کو کچھ ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج ہر مسجد اس سے گونج رہی ہے۔"

(مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، ۲۶)

واقعۃً اس سلام کی مقبولیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا کا گوشہ گوشہ اس کی مقبولیت پر شاہد عادل ہے۔

شیخِ طریقت کی نصیحت

۱۹۸۲ء کی بات ہے، مدینہ طیبہ کی حاضری اور عمرہ کے لیے روانگی سے پہلے کراچی میں ہم اپنے شیخِ طریقت قطب وقت سید نا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ہم دربارِ رسالت مآب میں کس طرح سلام عرض کریں۔ آپ نے فرمایا:

"وہ لوگ اگرچہ پسند نہیں کرتے مگر تم پڑھو "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

اشعار کی تعداد

اس مبارک سلام کے اشعار کی تعداد کیا ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں:

۱۔ جناب شمس بریلوی کے نزدیک ان کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"خامۂ رضا اور طبع رضا قدس سرہ نے ۱۷۰ اسلام پیش کئے ہیں — یوں تو ان تمام (۱۷۰) اشعار کا مجموعہ تحیہ و سلام کا ایک حسین گلدستہ ہے"

(کلام رضا کا تحقیقی جائزہ، ۶۰)

لیکن موصوف کی تحقیق کے ساتھ حدائق بخشش کا جو نسخہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع کیا اس میں سلام کے اشعار کی تعداد ۱۶۷ ہے۔

۲۔ سلام رضا پر مشہور تضمین لکھنے والے نامور شاعر مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی کے نزدیک اشعار کی تعداد ۱۷۲ ہے۔

"آپ کا مشہور سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" جس کے ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار ہیں اس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔" (امام نعت گویاں ۴۴)

انہوں نے تضمین بھی ۱۷۲ اشعار پر لکھی ہے۔ حدائق بخشش کے مذکورہ بالا نسخے میں جو پانچ اشعار نہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ مطلع ہر سعادت پہ اسعد درود — مقطع ہر سیادت پہ لاکھوں سلام

۲۔ وصف جس کا ہے آئینہ حق نما — اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

۳۔ اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

۴۔ اعتلائے جبلت پہ عالی درود — اعتدال طویت پہ لاکھوں سلام

۵۔ الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود — ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

شعر تضمین میں دو دفعہ ۹۸ اور ۱۰۸ آیا ہے۔ حالانکہ حدائق بخشش میں صرف ایک دفعہ ہی ہے۔ تضمین میں جہاں یہ شعر پہلی مرتبہ لایا گیا ہے وہاں سے حدائق بخشش میں اس مقام پر یہ شعر ہے:

لطف بیداری شب پہ بیحد درود — عالم خواب راحت پہ لاکھوں سلام

اگر تضمین میں تکرار کو حذف کر دیا جائے تو انہیں پانچ کے بجائے چار اشعار زائد ہیں تو کل اشعار ۱۷۱ ہوں گے۔ ممکن ہے شمس صاحب نے کسر کو عمداً ترک کر دیا ہو۔

خصوصیاتِ سلامِ رضا

امامِ اہلِ محبت کے سلام کی متعدد خصوصیات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ یہ اردو سلاموں میں سے طویل ترین سلام ہے اس کے ایک سو اکہتر (۱۷۱) اشعار ہیں۔

۲۔ اس میں حضور علیہ السلام کے سراپا کا بیان بھی ہے۔

۳۔ آپ کی مقدس اداؤں کا نہایت ہی خوبصورت انداز میں تذکرہ ہے۔

۴۔ یہ آپ کی ذاتِ اقدس کے علاوہ آل، اصحاب، اولیاء اور تمام امت پر سلام ہے۔

۵۔ ہر شعر میں قرآن و حدیث کی تعلیمات بڑے ہی احسن انداز میں بیان کر دی گئی ہیں۔

۶۔ یہ سلام آپ کی صورت کے بیان کے ساتھ ساتھ سیرتِ نبوی کا شاہکار ہے۔

۷۔ اس کے اشعار میں تاریخِ اسلام کے عظیم واقعات کو اچھوتے انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

۸۔ اس میں سراپا بیان کرتے وقت اردو کے انہی الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے جو عربی میں استعمال ہوئے تھے۔

۹۔ اتنا مقبول کوئی سلام نہیں۔

۱۰۔ حضور کے عظیم معجزات کا ذکر بھی نہایت ہی احسن انداز میں کیا گیا ہے۔

۱۱۔ اس کے ہر شعر کا معنی کسی نہ کسی آیتِ قرآنی یا حدیث سے ماخوذ ہے۔

ترتیبِ سلام

۱۔ پہلے تیس اشعار میں حضور علیہ السلام کے خصائص، کمالات اور معجزات کے

کے ساتھ ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ کا وجود مسعود بے مثل اور ہر شی کے وجود کی علت و سبب ہے۔

۲۔ اکتیسویں شعر سے اکیاسی تک آپ کے سراپا کا بیان ہے جس میں ہر ہر عضو، اس کی اہم خصوصیت اور اس کے حسن و جمال اور برکات کا تذکرہ ہے۔

۳۔ بیاسی تا نوے میں آپ کی ولادت باسعادت، بچپن، رضاعت، رضاعی والدہ، رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات کا بیان ہے۔

۴۔ اکیانوے تا ننانوے کا حصہ خلوت و ذکر و فکر، بعثت مبارکہ، شانِ سطوت اور غلبۂ دین پر مشتمل ہے۔

۵۔ سو تا ایک سو چار میں آپ کی غزوات میں شرکت اور جرأت و بہادری کا ذکر ہے۔

۶۔ ایک سو پانچ سے ایک سو سترہ تک کا حصہ خاندانِ نبوی اور گلشن زہرا کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

۷۔ ایک سو اٹھارہ تا ایک سو چھبیس آپ کی ازواج مطہرات کے درجات و کمالات پر مبنی ہے۔

۸۔ ایک سو ستائیس تا ایک سو تینتالیس صحابہ، خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ کی خدمت میں سلام ہے۔

۹۔ ایک سو چوالیس تا ایک سو انچاس میں تابعین، تبع تابعین اور تمام آل رسول پر سلام ہے۔

۱۰۔ ایک سو پچاس اور ایک سو اکیاون، ان دو اشعار میں اربعہ ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مبارک تذکرہ ہے۔

۱۱۔ ایک سو باون تا ایک سو چھپن، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری ہے۔

۱۲۔ ایک سو چھپن تا ایک سو اکسٹھ اپنے مشائخِ سلسلہ کا تذکرہ ہے۔

۱۳۔ ایک سو باسٹھ تا ایک سو پینسٹھ کے حصہ میں تمام امت مسلمہ خصوصاً اہل سنت، اپنے والدین، دوست واحباب اور اساتذہ کے لئے دعا ہے۔

۱۴۔ اس سلام کا اختتام اس دعا پر ہو رہا ہے کہ اے خالق و مالک یہ صلوۃ و سلام کا عمل مجھے روز قیامت اس طرح نصیب ہو کہ جب رحمۃ للعالمین آقا محشر میں تشریف لائیں تو مجھے یوں عرض کرنے کی اجازت ہو۔

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آئیے اب سلامِ رضا کے تفصیلی مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں!

۱- مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ ۔ منتخب و برگزیدہ ، جانِ رحمت ۔ سراپا رحمت ، شمع ۔ چراغ ، بزم ۔ مجلس ہدایت ۔ رہنمائی ، بزمِ ہدایت سے جماعتِ انبیاء علیہم السلام مراد ہے ۔

جیسا کہ مقدمہ میں تفصیلاً آچکا ہے کہ اعلیٰحضرت نے سلام کے ابتدائی حصہ میں حضور علیہ السلام کے خصائص مبارکہ کا ذکر کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی ذات میں نہیں پائے جاتے ۔

اس پہلے شعر میں آپ کے تین خصائص ــــ منتخب ہونا ، سراپا رحمت ہونا اور تمام انبیاء کے سردار ہونے کا ذکر ہے ۔ داد دیجئے امام اہلِ محبت کو کہ ابتدائی شعر میں ایسے خصائص کا انتخاب کیا جو آپ کے کمالاتِ عالیہ پر دال ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضور کی تخلیق کائنات میں سب سے پہلے ہوئی اور باقی مخلوق آپ کے صدقہ میں معرضِ وجود میں آئی یعنی آپ باعثِ ایجادِ کائنات ہیں

لفظ مصطفیٰ کا مفہوم

مصطفیٰ آپ کا مشہور صفاتی نام ہے جس کا معنیٰ منتخب اور اس کا مادہ صفو ہے جس کے معنی خلاصہ کے ہیں ۔ یعنی وہ ذات جو تمام کائنات سے برگزیدہ وافضل اور انتخاب وخلاصہ ہے ۔

امام جلال الدین سیوطی لفظ مصطفٰے کے بارے میں لکھتے ہیں :

ھو من اشھر اسمائہ و الاصطفاء الاختیار من الصفوۃ وھی الخلاصۃ

یہ آپؐ کا مشہور نام ہے اصطفا کا معنٰی انتخاب کے ہیں اور یہ صفوۃ سے بنا ہے جس کا معنی ہے "خلاصہ"

(الریاض الانیقہ ، ۲۴۷)

ذاتِ مصطفٰی کا ___ محبوبیت کے لئے انتخاب

نبی اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کو جس حوالے سے بھی دیکھا جائے وہ منتخب اور برگز دکھائی دے گی۔ تخلیق، مادہ تخلیق، خاندان، شہر، بعثت اور تمام اوصاف و کمالا میں یقیناً آپ اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حیثیت سے آپ کو بے مثل اور بے مثال بنایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا انتخاب ہو سکتا ہے کہ محبوب بنانے کے لئے آپ ہی کی ذات کو شرف بخشا بلکہ آپ کی اتباع کرنے والے کے لئے درجہ محبوبیت کی بشارت دی۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران)

اے حبیب انہیں آگاہ کر دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

ذات ہوئی انتخاب ، نام ہوا مصطفٰے

مسند احمد، بزار اور معجم کبیر للطبرانی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کو اپنے لئے منتخب فرما لیا۔

ان اللہ تعالیٰ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر قلوب العباد فاصطفاہ لنفسہ۔

اللہ رب العزت نے بندوں کے دلوں کی طرف توجہ فرمائی تو حضور کے قلب انور کو سب سے افضل پایا لہٰذا اپنی ذات کے لئے منتخب فرما لیا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۱۵)

ذات ہوئی انتخاب، وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود

...سم مصطفیٰ کے لئے مٹی کا انتخاب

شیخ ابو الربیع، امام ابن جوزی اور علامہ خفاجی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ
...ے آپ کے جسد اطہر اور جسم منور کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین کو حکم دیا میرے
...ا سفید اور روشن مٹی لاؤ چنانچہ جبریل امین ملائکہ فردوس کے ساتھ زمین پر آئے اور
...ا کے حجرۂ انور والے مقام سے سفید اور نورانی مٹی اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں
...گئے۔

نعجنت بماء التسنیم فی معین الجنۃ حتی صارت کالدرۃ البیضا بہا شعاع عظیم ثم طافت بہا الملائکۃ حول العرش والکرسی والسموات والارض حتی عرفتہ الملائکۃ۔

(الوفاء، ۳۴)

جسے جنتی صاف پاکیزہ پانیوں اور تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا حتی کہ وہ چمکتے موتی کی طرح ہو گئی اور اس کے لئے عظیم شعاعیں تھیں پھر ملائکہ اسے لے کر عرش و کرسی، آسمانوں اور زمین کی سیر کراتے رہے حتی کہ تمام ملائکہ نے آپ کے بارے میں جان لیا۔

نورِ مصطفیٰ کے لئے بہتر اصلاب وارحام کا انتخاب

حضرت آدم و حوا سلام اللہ علیہما سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما تک جن جن اشخاص کی پشتوں اور ارحام میں آپ کا نورِ اطہر جلوہ افروز ہوا وہ تمام مرد اور عورتیں نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ تھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور "انفس" کے "فا" پر زبر پڑھتے ہوئے فرمایا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفَسِكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِيْ آبَائِيْ مِنْ لَدُنْ آدَم سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ۔

تمہارے پاس ایسے رسول آئے ہیں جو حسب و نسب میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ میرے آباء حضرت آدم سے لے کر آخر تک تمام نکاح کرنے والے تھے۔

(الشفا ۱ : ۱۷)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لم يزل الله تعالى ينقلني من الاصلاب الكريمة والارحام الطاهرة حتى اخرجه من بين ابوي لم يلتقيا على سفاح قط۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے مبارک پشتوں اور مقدس ارحام میں منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا۔

امام محمد بن سائب الکلبی لکھتے ہیں کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صد ماؤں پر تحقیق کی ہے۔ میں نے ان میں سے کوئی ایسی خاتون نہیں پائی جس میں جاہلیت کا کوئی عیب ہو مثلاً زنا۔ وہ تمام کی تمام منکوحہ ہیں۔ (الشفا ۱ : ۱۷)

حضرت واثلہ بن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو چنا ، اولادِ اسماعیل میں سے بنی کنانہ ،
بنی کنانہ سے قریش کو چنا ۔

واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ھاشم ۔ (الترمذی، کتاب المناقب)	قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے :

انا خیرھم نفسا وخیرھم بیتًا	میں تمام لوگوں سے حسب ونسب اور اصل میں بہتر ہوں ۔

انتخابِ خاندانِ مُصطفوی پر جبریلِ امین کی گواہی

بیہقی ، ابونعیم اور طبرانی نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جبریلِ امین میری خدمت میں آئے اور عرض کیا
یارسول اللہ !

قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم ار رجلاً افضل من محمد ولم ار بنی اب افضل من بنی ھاشم ۔	میں زمین کے ہر ہر گوشے پر گیا ہوں محمد سے بڑھ کر افضل آدمی کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی بنی ہاشم سے کسی خاندان کو اعلیٰ پایا ۔

(شرح شفا ، ۱ : ۳۶۲)

اسی طرح بعثت اور تمام اوصاف وکمالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام
مخلوق سے ممتاز فرمایا ہے ۔ اس کی تفصیلات کے لئے ہماری کتاب "امتیازاتِ مصطفےٰ"

کا مطالعہ کیجیے۔

جانِ رحمت

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سراپا رحمت و رافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ وصفِ کامل ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء)	ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وھدی للمتقین (جواہر البحار ۱: ۲۸۵)	مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور متقین کے لیے سراپا ہدایت بنایا ہے۔

یہاں عالمین سے تمام مخلوق خدا مراد ہے ہر وہ شی جس کا رب اللہ ہے حضور اس کے لئے رحمت ہیں۔ یہ کہنا کہ آپ صرف انسانوں کے لئے یا انسانوں اور جنات کے لئے رحمت ہیں ہرگز درست نہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والذی اختارہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم انما بعث رحمۃ لکل فرد من العالمین ملئکتھم و انسھم وجنھم ولا فرق بین المؤمن و الکافر من الانس و	میرے نزدیک مسلک مختار یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں خواہ وہ فرشتے ہیں یا جن وانس اس معاملہ میں جن و انس کے مومن و کافر کے مابین بھی کوئی فرق نہیں البتہ

"لمجن فی ذلک والرحمة متفاوتة" (روح المعانی پ۱۷، ۱۰۴) رحمت کی ہر ایک کے حق میں الگ الگ نوعیت ہوگی۔

اہلِ معرفت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

ان المراد من العالمین جمیع الخلق و هو صلی الله علیه وسلم رحمة لکل منهم الا ان الحظوظ متفاوتة و یشترك الجمیع فی انه علیه الصلوٰة والسلام سبب لوجود هم بل قالوا ان العالم کله مخلوق من نوره صلی الله علیه وسلم (روح المعانی، پ۱۷ : ۱۰۰)	کہ عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور واقعۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین میں سے ہر ایک کے لئے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کا حصہ رحمت مختلف ہے۔ البتہ اس بات میں تمام شریک ہیں کہ سب کے وجود کا سبب آپ کی ذات ہے بلکہ صوفیاء نے فرمایا ہے کہ تمام عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہوا ہے۔

حضرت ملا علی قاری آپ کی رحمتِ عامہ اور ہر شے کے لئے رحمت ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقد سنح بالبال و الله تعالیٰ اعلم بالحال انه صلی الله علیه وسلم و شرف وکرم رحمة لجمیع خلق الله تعالیٰ فان العالمین لا شك انه حقیقة فیما	حقیقتِ حال سے اللہ ہی واقف ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و شرف وکرم کا وجود اقدس تمام مخلوق خدا کے لئے رحمت ہے کیونکہ حقیقۃً عالمین کا اطلاق سے اللہ کی ذات کے سوا ہر شے پر ہوتا

سواه ولا صارف بالاتفاق يصرفه عن دلالة الاطلاق ۔

ہے اور یہاں بالاتفاق کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جو اس کے اطلاق کے منافی ہو ۔

اس پر کتاب وسنت سے دلائل کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

و ینصره القول بانه مبعوث الی کافة العالمین من السابقین و اللاحقین فهو بمنزلة قلب عسکر المجاهدین و الانبیاء مقدمته والاولیاء مؤخره و سائر الخلق من اصحاب الشمال و الیمین و یدل علیه قوله تعالیٰ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرًا — و یقویه قوله صلی الله علیه وسلم بعثت الی الخلق کافة و قد بینت وجه ارساله الی الموجودات العلویة والسفلیة فی رسالة المسماة بالصلات العلیة

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سابقین اور لاحقین کے لئے نبی بنایا آپ کا وجود اقدس لشکر مجاہدین کے دل اور مرکز کی مانند ہے ۔ انبیا اس لشکر کا مقدمہ ، اولیاء اس کا پچھلا دستہ اور باقی مخلوق آپ کے دائیں اور بائیں لشکریوں کی طرح ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے (کہ آپ تمام کائنات کے لئے رحمت ہیں) کتنی بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے برگزیدہ بندے پر اس لئے نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ان کے انجام سے باخبر کر دے اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی اسے اور قوت بخشتا ہے کہ میں تمام مخلوقِ خدا کی طرف نبی بنایا گیا ہوں اور میں نے اپنی کتاب

نے "الصلاۃ العلیۃ فی الصلاۃ المحمدیۃ" (شرح الشفاء ۱ : ۳۸) میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ آپ کو موجوداتِ علویہ اور سفلیہ کی طرف مبعوث فرمانے کی حکمت کیا ہے؛

یعنی آپ کائنات کی ہر شے کے لئے اس کے حسب حال رحمت ہیں۔ کوئی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت سے محروم ہو۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

جبریلِ امین کا رحمت سے حصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا اے جبریل تجھے میری رحمت سے کوئی حصہ نصیب ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یقیناً مجھے حصہ ملا ہے: اور وہ اس طرح کہ میں ابلیس کے انجام بد کی وجہ سے

کنت اخشی العاقبۃ فامنت	اپنے انجام سے خوف کیا کرتا تھا مگر
لثناء اللہ عزوجل علی بقولہ	اس وقت سے بے خوف ہوگیا ہوں
ذی قوۃ عند ذی العرش	جب آپ پر نازل کردہ کلام میں میرے
مکین مطاع ثم امین	بارے میں یہ فرمادیا ہے کہ وہ صاحب
(الشفاء ۱ : ۱۹)	قوت عرش کے پاس رہتا ہے متبوع اور

امین ہے۔

عرشِ اعظم کا رحمت سے حصہ

شب معراج جب آپ عرش پر جلوہ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامن رحمت پکڑ کر عرض کیا آقا آپ ہی کی وہ مبارک ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے جلالِ احدیت

اور جمالِ صمدیت کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے ۔ میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی خلق ہوں جب اس نے مجھے پیدا فرمایا تو میں اس کے جلال کی وجہ سے لرزاں تھا ۔ پھر میرے سینے پر لا اِلٰہ الا اللہ تحریر فرمایا تو میری حیرت و اضطراب میں اضافہ ہوگیا ۔ جب آپ کا نام محمد رسول اللہ لکھا گیا تو میرا اضطراب ختم ہوگیا ۔

گشت اسم تو سبب آرام دل من و باعث	آپ کا نام میرے دل کے آرام و اطمینان کا
طمانیت سر من ایں بود برکت اسم تو بمن	سبب بنتا ہے جب آپ کے نام کی یہ برکت ہے
پس چگونہ کہ افتاد بر من نظر تو ۔	تو پھر کیا مقام ہوگا اگر آپ مجھ پر ایک نظر کرم فرمادیں

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے مجھے بھی آپ کی رحمت سے حصہ نصیب ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے بارے میں لوگوں کا غلط عقیدہ تھا کہ میں ذاتِ باری کے لیے محیط ہوں ۔ آپ کی آمد سے لوگوں کا عقیدہ میرے بارے میں درست ہوگیا کیونکہ آپ نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی محیط نہیں ۔

(مدارج النبوۃ ، ۱ : ۱۷۰)

کفار کا رحمت سے حصہ

سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر شخص اس سے آگاہ ہے کہ جب نبی قوم کو سمجھانے میں انتہا کر دیتے اور وہ نہ مانتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ، پھر اس قوم پر ایسا عذاب آتا کہ اس کی جڑ کاٹ دی جاتی ۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس کی برکت سے آپ کے دشمنوں پر بھی ایسا عذاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا ۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ کفار نے یہ مطالبہ کیا تھا ۔

اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ	محمد پر نازل کردہ آیات اگر تیری
عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً	طرف سے حق ہیں تو ہم (مخالفین)

مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں کسی عذاب میں مبتلا کر دے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہاری طرف دیکھوں تو تم واقعۃً عذاب کے مستحق ہو مگر میں اپنے محبوب کی وجہ سے تم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

اللہ تعالیٰ کے یہ شایان شان نہیں کہ تیرے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کرے اور یہ بھی زیب نہیں دیتا کہ انہیں وہ عذاب دے حالانکہ وہ بخشش مانگ

چونکہ قیامت تک حضور اپنی امت میں موجود ہیں لہٰذا آپ کے وجود اقدس کی برکت سے ایسا عذاب اس امت پر نہیں آسکتا جو کسی بھی سابقہ امت پر آیا تھا۔

ایک مقام پر اعلیٰحضرت نے اسی طرف توجہ دلائی کہ جب دشمن آپ کی رحمت کا صدقہ عذاب سے بچ رہے ہیں تو غلاموں کا کیا مقام ہوگا؟

انت فیهم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

جب آپ کی ذات کائنات کی ہر شے کے لیے رحمت ہے تو ماننا پڑے گا کہ ہر شے کا وجود آپ ہی کے وجود کا مرہون منت ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے

شمعِ بزمِ ہدایت

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ہادیانِ عالم کا سربراہ بنایا ہے۔ آپ کے نورِ نبوت و رسالت سے ہر نبی نے فیض پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر

رسول اور نبی سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے مشن میں تعاون کا وعدہ لیا۔ اس عہد کو قرآن نے "میثاق انبیاء" کا نام دیا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا اجلاس طلب فرمایا۔ اس میں حضور علیہ السلام کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ خود خالق نے کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ تم سب اس میرے حبیب پر ایمان لاؤ اور ان کے مددگار بن جاؤ۔ اس اجلاس و معاہدہ کی تفصیلات قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (آل عمران)

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت سے سرفراز کروں پھر تمہارے پاس یہ رسول آئے اس کتاب کی تصدیق کرنیوالا جو تم کو دی گئی ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد لازماً کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور میرا عہد قبول کیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پس جو اس کے بعد اس عہد سے پھر گیا وہ فاسق ہوگا۔

آپ پر ایمان لانے سے انبیاء کو نبوت ملی

اس آیت کی تفسیر میں امام قسطلانی حافظ ابن کثیر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کو پیدا فرمایا اور اس کو افاضۂ کمالات

اور خلعت نبوت سے مشرف کرنے کے بعد جب دیگر انبیاء کے انوار کو پیدا کیا تو نورِ مصطفوی کو حکم دیا کہ ان کے سامنے تشریف لائے اور ان پہ نظر ڈالے۔ جونہی آپ کا نور ان کے سامنے آیا تو اس نے ان تمام انوار کو اپنی ضیاء نورانیت میں گم کر دیا تو وہ بول اٹھے اے ہمارے پروردگار تبارک و تعالیٰ یہ کون ہیں جن کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے اور ہم پہ غالب آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ھذا نور محمد بن عبد اللہ	یہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ان امنتم بہ جعلتکم انبیاء	نور ہے اگر تم اس پر ایمان لاؤ تو میں
قالوا امنا بہ و بنبوتہ فقال	تمہیں منصب نبوت پہ فائز کروں گا
اللہ اشھد علیکم قالوا نعم	انہوں نے عرض کیا ہم ایمان لاتے ہیں
فذالک قولہ تعالی واذ اخذ	اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ واذ
اللہ میثاق النبیین۔	اخذ اللہ میثاق النبیین۔

(مواہب مع الزرقانی ۱: ۴۰)

اس آیت کی تفسیر میں امام تقی الدین السبکی نے مکمل کتاب "التعظیم والمنۃ" تحریر کی ہے۔ اس کے اقتباسات اردو ترجمہ کے ساتھ علامہ محمد اشرف سیالوی نے اپنی کتاب "تنویر الابصار بنور النبی المختار" میں بھی نقل کئے ہیں جو نہایت قابل مطالعہ ہیں۔

شمع بزم ہدایت کے ارشادات

آپ نے اپنے اس مقام عالی کا تذکرہ متعدد مواقع پہ فرمایا ہے۔ ان میں سے دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ سنن دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا :

انا قائد المرسلین ولا فخر	میں تمام رسولوں کا قائد ہوں مگر فخر نہیں
وانا خاتم النبیین ولا فخر	میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں مگر فخر نہیں ۔

۲۔ جامع ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر	قیامت کے دن میں تمام انبیاء کا امام ، خطیب اور شفیع ہوں گا مگر فخر نہیں ۔

(حجۃ اللہ ، ۳۲)

امام اہل محبت نے آپ کی اس عظیم عظمت کو " شمع بزم ہدایت " کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۔ اس پر کچھ تفصیلات شعر ۹۶ کے تحت بھی ملاحظہ ہوں ۔

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گُلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مہر ۔ سورج ، چرخ ۔ آسمان ، گل ۔ پھول ، رسالت ۔ پیغمبری ۔

آپ کی ذاتِ اقدس آسمانِ نبوت کا ایسا چمکتا ہوا آفتاب ہے کہ اس کے حسن طلوع کے بعد گلستان رسالت میں کسی غنچہ کے چٹکنے کی گنجائش نہ رہی ۔

مہرِ چرخِ نبوت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے اوصاف وکمالات بیان کرتے ہوئے

سراج منیر (چمکتا ہوا آفتاب) کا لقب عطا فرمایا ہے:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ	اے نبی محترم ہم نے آپ کو شاہد،
شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ	مبشر، نذیر، اللہ کی طرف اس کے حکم
دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا	سے داعی اور چمکتا ہوا آفتاب بنا کر
مُّنِيْرًا. (الاحزاب)	بھیجا ہے۔

لفظ سراج اگرچہ دو معانی "چراغ اور سورج" کے لئے آتا ہے مگر یہاں سورج کے معنی میں لینا مختار ہے۔ علامہ صاوی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں:

قوله تعالىٰ وسراجًا يحتمل	اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی وسراجاً
ان المراد بالسراج الشمس و	منیراً میں سراج سے مراد آفتاب
هو ظاهر ويحتمل ان المراد	لینا مختار ہے اور چراغ کا احتمال موجود
به المصباح.	ہے۔

حافظ ابن کثیر آیت مذکورہ کے تحت اس تشبیہ پر گفتگو کرتے ہیں:

وامرك ظاهر فيما جئت به	حضور علیہ السلام جو حق لے کر آئے
من الحق كالشمس فى اشراقها	وہ اپنی چمک دمک میں سورج کی
واضاءتها لا يجحدها الا	طرح ہے اس کی مخالفت ہٹ دھرم
معاند.	کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔

اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں سراج لقب ہی آفتاب کا ہے جیسا کہ قرآنی تعبیر میں چاند کا لقب نور ہے۔ چنانچہ سورۂ نوح میں چاند کو نور اور سورج کو سراج سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا	اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو
وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا.	سراج بنایا۔

بلکہ قرآن کے عرف میں سورج کا یہ لقب (سراج) اس قدر معروف ہے کہ اگر سورج کا نام لئے بغیر ہی سراج کا ذکر کر دیا جائے تو اس سے سورج کے سوا کوئی اور شی مراد ہی نہیں ہو سکتی۔ سورۂ فرقان میں چاند کو منیر فرما کر اس کے مقابل سورج کا صرف یہ لقب (سراج) ہی ذکر کر دیا جانا کافی سمجھا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا۔ اس آیت سے واضح ہو کہ قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے اور قرآن کی اصطلاح میں سراج آفتاب ہی کو کہتے ہیں۔ الغرض سورج کا مخصوص لقب سراج ہے اور وہی سراج حضور کا بھی لقب ہے تو قرآنی اصطلاح کے مطابق حضور آفتاب ہیں۔

روحانی اور مادی آفتاب

قرآن حکیم نے مادی اور روحانی آفتاب کے مخصوص القاب ذکر فرما کر ان دونوں کی نوعیتوں کو الگ الگ نمایاں کر دیا ہے تاکہ ہر ایک کا درجہ و مرتبہ مشخص اور واضح ہو جائے اور کسی کو حضور کی نسبت سے سورج کی افضلیت یا مساوات کا دھوکہ نہ ہو۔ چنانچہ اس مادی سورج کی صفت قرآن نے "وہاج" ذکر کی۔

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا	اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات
وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا۔	مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے
(النبا)	ایک روشن چراغ بنایا۔

"وهج" کے معنی لغت عرب میں نور مع الحرارت کے ہیں جو چیز روشن بھی ہو اور گرم بھی اسے "وهج" کہیں گے اور جس میں بہت زیادہ روشنی اور بہت زیادہ گرمی ہو اسے مبالغہ کے ساتھ وھاج کہیں گے، چونکہ سورج بے حد روشن ہے کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح بے حد گرم بھی ہے کہ اس کے نیچے زیادہ دیر تک

یہ نگاہ والے بھی نہیں ٹھہر سکتے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سورج ناریت لئے ہوئے ہے اور آگ کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ آگ ہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ روشن بھی ہو اور گرم بھی۔ اسی لئے وہاج کے لفظ سے اس کی توصیف کی گئی۔ لیکن روحانی آفتاب کو حق تعالیٰ نے سراج فرما کر اس لقب وہاج کے بجائے منیر ذکر فرمایا جو چاند کی شان ہے جس میں روشنی کے ساتھ ٹھنڈک بھی ملی ہوتی ہے۔ اس لئے منیر کے معنی ٹھنڈی روشنی والے کے ہوئے اور ثابت ہوا کہ اس آفتاب روحانی (ذات نبوی) میں روشنی تو سورج کی سی ہے جس میں چاند کا سا دھیما پن نہیں کہ ظلمتِ شب کا فور نہ ہو سکے مگر ٹھنڈک چاند کی سی ہے جس میں سورج کی سی تپش اور سوزش نہیں کہ اذیت وہ ثابت ہو۔ حاصل یہ کہ مادی سورج نار اور روحانی سورج نور۔ اس بنا پر قرآن نے مادی سورج کو سراجِ وہاج فرمایا جو روشنی و گرمی کا مجموعہ ہے اور روحانی سورج کو سراجِ منیر فرمایا جو روشنی و ٹھنڈک کا مجموعہ ہے وہ اگر وہاجیت سے اشیاء کو سوخت کرتا ہے تو یہ منیریت سے انہیں حد کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس کی سوزش و تپش سے اگر مختلف اوقات میں اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں تو اس کی نورانی ٹھنڈک سے ہمہ وقت عشق و محبت بڑھ جاتی ہے اس میں اگر واقعیت کی شان ہے تو اس میں جاذبیت کی ہے۔ وہاں جلاؤ ہوتا ہے تو یہاں بجھاؤ۔ وہاں دل و جان جلتے ہیں تو یہاں دل و جان کو زندگی ملتی ہے۔ اگر اس کے نیچے بدن سیاہ پڑتا ہے تو اس کے زیر سایہ بدن منور ہوتا ہے۔ مادی سورج تو نار اللہ الموقدہ سے تربیت یافتہ ہو کر ناری ہے مگر روحانی سورج نور السموات والارض سے تربیت یافتہ ہو کر نوری ہے۔

روحانی آفتاب کی ضرورت

اگر مادی کائنات کے لئے ایک مادی سورج کی ضرورت ہے اور بلاشبہ ہے تو

معنوی و روحانی کائنات کے لئے ایک روحانی سورج ناگزیر ہے۔ جسطرح اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس مادی کائنات کے لیے ایک مادی آفتاب بنایا جس سے زمین و زماں روشن ہیں ایسے ہی اس نے ایک روحانی آفتاب ذات بابرکات نبوی جس سے کون و مکان روشن ہیں، تخلیق فرمایا۔ وہ اجسام کو منور کرتا ہے مگر یہ ارواح کو بھی۔ غرض مادی عالم کی طرح روحانی عالم کے لیے بھی ایک آفتاب کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حیات اور جسمانیاتِ جہاں بغیر حرارت کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان کے حق میں حرارت عزیزی بمنزلہ روح ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو یہ عالم ناسوت بھی نہ رہے۔ جمادات، نباتات اور جاندار انسان سے لے کر ایک حقیر ترین کیڑے مکوڑے تک زندگی کا جزو اعظم حرارت ہے۔ مثلاً اگر بدن میں حرارت اور گرمی نہ ہو تو جسمانی اشیاء باقی نہیں رہ سکتیں۔ بلکہ اگر اس پوری دنیا اور اس کے اجزاء سے حرارت کھینچ کر نکال لی جائے تو ساری کائنات یہ فانی ہو کر جم جائے۔ اس میں نقل و حرکت کی سکت نہ رہے جو زندگی کی ابتدائی علامت ہے۔ پس کائنات کے لئے حرارت بمنزلہ روح کے ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس گرمی اور حرارت کا سرچشمہ آفتاب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس سے سب کو حرارت کا فیض پہنچتا ہے حتیٰ کہ خود حرارت کے جس قدر وسائل دنیا میں آگ پھیلا رہے ہیں وہ سب کے سب آفتاب ہی سے فیض پاکر آتشیں بنے ہوئے ہیں۔ الغرض جماد، نبات، انسان، عناصر اور مواد کی مادی زندگی کی جسمانی زندگی حرارت عزیزی پر موقوف ہے اور حرارت کا منبع آفتاب ہے۔ اس لئے تمام مادیات کی جسمانی زندگی آفتاب کے وجود کی تابع ہے۔

اس لئے فطرت الٰہیہ کی مصلحت کا تقاضا تھا کہ اس ناسوتی عالم کو ایک آفتاب دیا جائے جو اس کی مادی زندگی کا کفیل ہو ــــــ ٹھیک اسی طرح کائنات کی روحانی زندگی اور روح کے احوال و مقامات کی بود و نمود بھی حرارت ایمانی اور گرمیٔ عشق خداوندی سے قائم ہے۔

جس کا نام ایمان ہے۔ علم، اخلاق، احوال، مقامات، قلبی واردات اور حصول و قبول کی گرم بازاری اسی ایمانی گرمی سے قائم ہے اگر ایمان کی حرارت باقی نہ رہے تو یہ تمام روحانی کمالات و مقامات ختم ہو کر رہ جائیں۔

اقبال مرحوم ایک مقام پہ اسی مرکز حرارت کی نشاندہی یوں کرتے ہیں ؎

می ندانی عشق و مستی از کجا است
ایں شعاع از آفتاب مصطفیٰ است

(اے مخاطب تو نہیں جانتا یہ عشق و مستی کی گرمی کہاں سے ہے۔ یہ مصطفیٰ (آفتاب نبوت) کی ایک شعاع ہے۔)

روحانیت انبیاء کا سرچشمہ ذات نبوی

اور سب جانتے ہیں کہ اس ایمانی حرارت اور گرمی عشق خداوندی کے سرچشمے انبیاء علیہم السلام ہیں اور خود ان کی ایمانی گرمی کا واحد سرچشمہ ذات بابرکات نبوی ہے کیونکہ آپ خاتم النبوت ہیں جس کے فیض سے انبیاء دائم کو یہ روحانی حرارت ملی ہے۔ پس اور انبیاء اگر نجوم ہیں تو آپ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لیے اگلوں اور پچھلوں کی ایمانی اور احسانی آب و تاب اور روشنی و گرمی کا سرچشمہ آفتاب نبوت ہے۔ جس سے پورے عالم روحانیت کی گرمی اور گرم بازاری اور روحانی زندگی آفتاب نبوت سے ہی ممکن تھی تو فطرت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مادی کائنات کی طرح وہ روحانی کائنات کو بھی ایک آفتاب روحانی بخشے جو روحانی عالم کی زندگی کا کفیل ہو پس اگر مادی کائنات کو اپنی بقا کے لئے ایک مادی آفتاب کی ضرورت تھی تو روحانی کائنات کو بھی اپنی بقاء و حیات کے لئے ایک روحانی آفتاب کی اشد ضرورت تھی اور وہ ذات بابرکات محمد رسول اللہ ہیں۔

داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجا منیرًا ۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات دیگر تمام کائنات کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی روحانیت کے لئے بھی سرچشمہ ہے اعلیٰحضرت نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کو "مہرِ چرخِ نبوت" قرار دیا ہے۔

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

روحانی آفتاب کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

گلِ باغِ رسالت

کسی بھی گلستان کی زینت اور اس کا خلاصہ اس کے پھول ہوتے ہیں ۔ انہیں سے گلستان کی بہاریں ہوتی ہیں ۔ گلستانِ کائنات کے پھول انبیاء علیہم السلام ہیں ان ہی کے وجودِ اقدس سے حیات و زندگی کی بہار ہے ۔ مگر خود باغِ رسالت کی بہار جس گلِ سرسبد سے ہے وہ اللہ کے حبیب کی ذاتِ اقدس ہے ۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اس کائنات میں متعدد بہاریں آئیں مگر جلدی ہی انہیں خزاں ستے آلیا لیکن آپ کی آمد سے یہ کائناتِ رنگ و بو ایک ایسی بہارِ لازوال سے آشنا ہوئی جسے خزاں نہ آسکی ۔ باغِ رسالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجودِ اقدس کی صورت میں وہ پھول تخلیق فرمایا جو کبھی مرجھا نہیں سکتا ۔ اب آپ کے ہوتے ہوئے گلستانِ رسالت میں کسی اور غنچے کے چٹکنے کی گنجائش ہی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے نوازا ارشاد فرمایا :

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ ۔۔۔ میرے نبی محمد تم میں سے کسی بالغ مرد

رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ — کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ — اور انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ تعالےٰ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الاحزاب) — ہر شے کا جاننے والا ہے۔

امام اہلِ محبت دوسرے مقام پر آپ کی اس عظمت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

۲۔ شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم۔ جنت کے بادشاہ، تاجدار۔ صاحب تاج، حرم۔ کعبہ، نوبہار۔ نئی رونق، شفاعت۔ گناہ گاروں کی معافی کے لئے سفارش کرنا۔
اعلحضرت نے اس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین خصائص کا ذکر کیا ہے۔
۱۔ جنت کے مالک ۲۔ کعبہ کے کعبہ ۳۔ شفاعت کا سرچشمہ و مرکز

جنت رسول اللہ کی

یہاں ہم جنت کے مالک ہونے پر گفتگو کریں گے۔ تقسیم و عطاء جنت پر "نوشتہ بزمِ جنت" کے تحت آرہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روزِ قیامت رضوانِ جنت اہلِ محشر سے مخاطب ہوکر کہے گا۔

ان اللہ امرنی ان ارفع مفاتیح الجنۃ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت کی چابیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔

(مدارج نبوت '۱: ۲۶۶)

آپ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں۔ سب سے پہلے قیامت میں، میں اور میری امت آئے گی مگر فخر نہیں، روز قیامت حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر فخر نہیں۔ آدم اور دیگر انبیاء اس کے نیچے ہوں گے۔

وانی مفاتیح الجنۃ یوم القیامۃ ولا فخر۔	روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی مگر فخر نہیں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱: ۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلے قیامت میں نمودار ہوں گا۔ جب لوگ وفد کی صورت میں آئیں گے تو میں ان کا قائد بنوں گا جب خاموش ہوں گے میں ان کی نمائندگی کروں گا۔ وہ پھنسے ہوئے ہوں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ جب دہشت میں ہوں گے تو میں انہیں بشارت دوں گا۔

لواء الکرامۃ ومفاتیح الجنۃ ولواء الحمد یومئذ بیدی	کرامت و بزرگی، حمد کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

(الترمذی، ۲: ۲۶)

انہی روایات کے پیش نظر ائمہ امت نے یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی طرح جنت بھی حضور کے قبضہ میں دے دی ہے۔ اس میں جو چاہیں جس

کے لیے چاہیں عنایت فرمادیں ۔

حضرت ملا علی قاری امام ابن سبعؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے خصائص میں یہ بھی لکھا :

ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منھا ماشاء لمن شاء (المرقاۃ ۱۰ : ۵۵۰)	اللہ تعالیٰ نے جنت حضور کو عطا فرمادی ہے۔ اس میں سے آپ جسکو جتنی چاہیں عنایت فرمادیں ۔

جنت کی خدمتِ اقدس میں حاضری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما آپ کی نماز خسوف کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دورانِ نماز آپ کو کچھ پکڑتے ہوئے دیکھا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کچھ پکڑنے کے لیے آگے بڑھے پھر پلٹ آئے یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا :

انی رأیت الجنۃ فتناولت منھا عنقودا ولواخذتہ لاکلتم منہ مابقیت الدنیا۔	میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے کچھ خوشے پکڑے اگر میں وہ خوشے توڑ لیتا تو تم انہیں تاقیامت کھاتے رہتے۔

(المسلم، باب صلوٰۃ الخسوف)

کسی اور کو اللہ تعالیٰ اپنی جنت کے خوشے توڑنے کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے ۔ یہ صرف اور صرف اس کے حبیب کی شان ہے ۔

خشک تنے کو جنتی درخت بنادیا

مسند دارمی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک تنے کے ساتھ

کھڑے ہوکر حضور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب اسے چھوڑ کر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ زار و قطار رو پڑا۔ آپ نے منبر سے اتر کر اس پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تیری کیا خواہش ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی طرح پھر تر و تازہ کر دیتا ہوں جس طرح تو تھا۔

وان شئت ان اغرسك فی	اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے جنت میں
الجنة فتشرب من انهارها	لگا دیتا ہوں تو جنت کے چشموں اور
وعیونها فیحسن نبتك وتثمر	نہروں سے سیراب ہوگا بہت خوبصورت
فیا کل اولیاء الله من ثمرتك۔	ہو جائے گا اور خوب پھل دے گا (۔
اختار ان اغرسك فی الجنة	تیرا پھل اللہ کے برگزیدہ بندے
(الدارمی : ۵۵)	کھائیں گے۔ اس تنے نے جنتی بننا
	پسند کیا (لہٰذا میں نے اسے جنت میں لگا دیا)

دیکھا آپ نے آقا کے کتنے عظیم اختیارات ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے تنے کو جنت میں کاشت فرما رہے ہیں۔

حضور کعبہ کے بھی کعبہ ہیں

اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے حبیب کا ہی مقام ہے یہی وجہ ہے کہ کعبہ نے اپنی عظمتوں کے باوجود حضور کی ولادت کے وقت آپ کی رہائش گاہ کی طرف سجدہ کیا۔

خانہ کعبہ کی خوشی میں سجدہ ریزی : آپ کے دادا حضرت عبد المطلب بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو میں خانہ کعبہ کے پاس تھا تو اچانک کعبہ مقام ابراہیم (مولد النبی اسی سمت میں ہے) کی طرف جھک گیا۔ اس کے تمام بت اوندھے ہوگئے۔ میں نے دیوار کعبہ سے یہ آواز سنی :

ولد المصطفى المختار الذي
تهلك بيده الكفار ويطهر من
عبادة الاصنام ويامر بعبادة
الملكُ العلام

نبی مکرم و مختار کی ولادت ہوگئی۔ آپ
کے ہاتھوں کفر شکست کھائے گا۔
خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرکے صرف
مالکِ حقیقی کی عبادت کا حکم دیں گے ۔

امامِ اہلِ محبت نے سلام کے شعر ۴۲ میں اسی طرف یوں اشارہ کیا :

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن بھنووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰحضرت نے دوسرے مقام پہ حجاج کو مخاطب ہو کر کہا ۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

یاد رہے کہ کعبہ تمام انسانیت کا قبلہ ہے لیکن حضور کی ذات کعبہ والے کا قبلہ ہیں ۔

اے حبیب میرا قبلہ تیری ذات ہے

علامہ آلوسی نے وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (ہر ایک کا کوئی نہ کوئی قبلہ ہے جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے) کے تحت بعض مفسرین کا یہ قول نقل کیا ہے ۔

فقبلة المقربين العرش و
الروحانيين الكرسي و
الكروبيين البيت المعمور و
الانبياء قبلكُ بيت المقدس و
قبلتك الكعبة وهي قبلة جسدكُ
واما قبلة روحك فانا وقبلتي انت ۔

کہ مقربین کا قبلہ عرش، روحانیین کا کرسی
کروبیین کا بیت المعمور، انبیاء کا بیت المقدس
اور آپ کا قبلہ کعبہ اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے۔
روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ
محبوب تیری ذات ہے ۔

(روح المعانی، پ۲ : ۱۵ مطبوعہ ملتان)

قبلہ، جہت اور توجہ کے مرکز کو کہا جاتا ہے اور واقعۃً اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز اس

کے محبوب کی ذات ہے۔ اسی لیے سورۂ طور میں فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ — اے حبیب تم اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیے جاؤ۔ تم یقیناً ہماری نگاہوں میں رہتے ہو۔

نوبہارِ شفاعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو شفاعت کبریٰ کا مقام عطا فرما دیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے اس مقام کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ — عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں مقام محمود عطا فرمائے گا۔

مقامِ محمود کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن ان احادیث کے پیشِ نظر مختار یہی ہے کہ اس سے مراد مقامِ شفاعتِ عظمیٰ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هي الشفاعة" یہ مقام شفاعت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ گروہ در گروہ ہر نبی کے پاس سفارش کے لیے جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتیٰ کہ شفاعت کا معاملہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش ہوگا۔

فذلك يوم يبعثه الله المقام المحمود (البخاری، کتاب التفسیر) — پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا

عرشِ الٰہی کی دائیں جانب

یہ مقام کہاں ہوگا؟ اس کی نشاندہی بھی احادیث میں کر دی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنے مزار اقدس سے نکلوں گا مجھے جنتی لباس پہنایا جائے گا۔

ثم اقوم عن یمین العرش۔ لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری۔

پھر میں عرش الٰہی کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور یہ مقام میرے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ ہوگا

اور عرش اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے مقام محمود کا معنی ہی یہ کیا ہے۔

ان یجلس اللہ محمدًا معہ علی کرسیہ (التذکرۃ للقرطبی ۲۸۵)

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو اپنے ساتھ کرسی پر بٹھائے گا (جو اس کے شایانِ شان ہے)۔

سُنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے

یہی وہ مقام ہے جہاں تمام انسانیت حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرے گی۔ تو آپ فرمائیں گے ہاں مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ منصب عطا فرما رکھا ہے۔ احادیث میں اس منظر کی خوب تفصیلات ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت میں تمام اولادِ آدم کا سربراہ ہوں گا۔ پھر اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ محشر میں اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا جب وہاں کی گرمی برداشت نہ کر سکیں گے، آپس میں مشورہ کریں گے کہ ہمیں کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ اقدس سے پیدا فرما کر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا۔ پھر آپ جنت میں

رہے، ہماری حالت پر رحم کھاتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں
آپ کہیں گے،

ان ربی غضب الیوم غضباً	میرا رب آج اتنے غضب میں ہے
لم یغضب قبلہ ولن	کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی
یغضب بعدہ مثلہ۔	نہیں ہوگا۔

مجھے اس نے درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا، مجھ سے لغزش ہو گئی۔
مجھے اپنی فکر ہے۔ کسی اور کی خدمت میں جاؤ۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس خلق خدا جائے گی مگر وہ اپنی اپنی لغزشوں کا ذکر کر کے کہیں گے، ہمیں اپنی فکر ہے کسی اور کو سہارا بناؤ۔ رب اتنا غضب میں ہے کہ آج کسی کو وہاں زبان کھولنے کی جرأت نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے، سفارش تو میں بھی نہیں کر سکتا مگر ایک ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی بخشش کا مژدہ سنا دیا تھا۔

ائتوا محمدا عبدا غفراللہ	جاؤ محمد کے پاس اللہ تعالیٰ نے ان
ما تقدم من ذنبہ وما تاخر	کے اگلے پچھلے معاف کیے ہوئے ہیں۔

تمام مخلوق محمد عربی کے آستانے پہ حاضر ہو کر عرض کرے گی: آپ اللہ کے حبیب، خاتم الانبیا ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا مژدہ عطا فرمایا ہے۔ ہماری حالت پر نظر کرم کرتے ہوئے رب کریم کی بارگاہ میں ہماری سفارش کیجئے۔ آپ فرمائینگے،
انا لھا انا صاحبکم شفاعت کے لیے میں ہوں اور میں ہی تمہارا مطلوب ہوں
پھر آپ فرماتے ہیں: میں عرش کے نیچے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔
مجھے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حمد و ثنا کے لیے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو آج تک میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوں گے۔ جب میں اس کی حمد و ثنا کر دوں گا تو میرا رب

مجھے فرمائے گا :

یا محمد ارفع رأسك وسل تعطہ واشفع تشفع	اے پیارے سر اٹھائیے، مانگیے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں عرض کروں گا مولیٰ مخلوق کا حساب شروع فرما اس وقت تمام انسانیت کا حساب شروع ہو جائے گا اس شفاعت کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ کافر و مسلم موافق و مخالف ہر ایک کو نصیب ہوگی۔

حضور نے اپنے ان کلمات میں بھی اسی طرف متوجہ کیا ہے:

دبی تفتح الشفاعة' شفاعت کا دروازہ میری وجہ سے کھولا جائیگا

اسی کا ترجمہ اعلیٰحضرت نے "نوبہارِ شفاعت" کیا ہے۔

آیت کا مفہوم

اس واقعہ سے سورۃ الفتح کی آیت لیغفرلكُ اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تأخر" کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس مژدہ و خوشخبری کا مقصد روزِ قیامت سرورِ عالم کو معاملہ میں بے فکر کرنا ہے نہ یہ کہ آپ سے معاذ اللہ کچھ گناہ سرزد ہوئے تھے تو ان پر معافی کا اعلان کیا گیا ہے۔ آپ نے حدیث میں پڑھا۔ ہر نبی اس مقام پر اپنی لغزش پر فکر مند ہوگا مگر اللہ کا حبیب اپنی فکر میں نہیں بلکہ مخلوق کی فکر میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہی آپ کو خوشخبری عطا فرما دی تھی کہ آپ فکر مند نہ ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب پر سب سے بڑا کرم تھا۔

یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود حضور علیہ السلام اس طرح فکر مند رہے جس طرح رہنا چاہئے تھا۔ یہی وجہ ہے جب کثرتِ عبادت پر صحابہ نے عرض کیا کہ آپ

اتنی مشقت میں کیوں پڑتے ہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت کی بشارت عطا کر دی ہے تو آپ نے فرمایا میں اس پر اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ؟

خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ حدیث پڑھ کر سوال اُبھرتا ہے کہ جب یہ مسلمہ ہے کہ مقام شفاعت حضور علیہ السلام کو عطا کیا گیا اور ان احادیث کے ذریعے لوگوں کو آگاہ بھی کر دیا گیا ہے تو پھر خلق خدا مختلف انبیاء کے پاس کیوں جائے گی ؟ اس کی مختلف حکمتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کا مقام واضح کرنا چاہتا ہے ۔ اگر ابتداءً تمام لوگ حضور کی خدمت میں چلے جاتے ۔ شفاعت ہو جاتی تو شاید کوئی ظالم یہ کہہ دیتا کہ اس میں حضور کا کیا کمال ! اگر ہم کسی اور نبی کے پاس چلے جاتے پھر بھی معاملہ حل ہو جاتا ۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہر ایک کے پاس جائیں ۔ ان کے سامنے تمام جیسے اولوالعزم حضرت آدم و نوح ، ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام جیسے پیغمبر اعلان کریں کہ آج ہم سفارش کی جرأت نہیں کر سکتے اور پھر یہ محمد مصطفیٰ کے پاس آئیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کس ہستی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے ؟ اعلیٰ حضرت نے اسی حکمت کو ایک مقام پر یوں بیان کیا :

"حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے مگر اولین و آخرین ، موافقین و مخالفین خلق اللہ اجمعین پہ کیونکر کھلتا کہ یہ منصب افخم اس سید اکرم مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامن رفیع و جلیل و منیع تمام انبیاء و مرسلین کے دست اقدس سے بلند و بالا ہے ۔"

(تجلی الیقین ، ۷۷)

خلیل و نجی ، مسیح و صفی ، سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

مقامِ محمود کہنے کی وجہ

اس مقامِ شفاعتِ عظمیٰ کو، مقامِ محمود کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمام خلق خدا حضور کے اس مقام پر رشک کرتے ہوئے حمد کرے گی۔ حضرت ابن مسعود سے آپ کا ارشاد مروی ہے:

ثم اقوم عن یمین اللہ تعالیٰ مقامًا یغبطنی الاولون والآخرون (الدارمی)	پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف ایسے مقام پر کھڑا ہو جاؤں گا جس پر اولین وآخرین رشک کریں گے۔

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی نے اسی حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

ان اهل الموقف کلهم برهم وفاجرهم، سعیدهم وشقیهم یحمدون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویثنون علیہ لما یشفع بهم وینقذهم من اهوال الموقف وشدائدہ	تمام اہل محشر خواہ وہ نیک ہیں یا فاسق، خوش بخت ہیں یا بدبخت، اللہ کے حبیب کی حمد کر رہے ہوں گے کیونکہ آپ ہی نے انہیں محشر کی تمام پریشانیوں سے نجات دلائی ہے۔

(الایمان بعوالم الآخرۃ، ۱۸۱)

شفاعت کن لوگوں کیلئے ہوگی؟

بعض لوگ عقیدۂ شفاعت میں یہ کہتے ہیں کہ یہ صرف نیک لوگوں کے لیے ہی ہوگی۔ ان کی یہ رائے درست نہیں۔ متعدد روایات اس کی نفی کرتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے دو باتوں میں اختیار دیتے ہوئے فرمایا: ان دو میں سے ایک لے لو، شفاعت یا نصف امت کی بخشش!

فاخترت الشفاعۃ لانہا	میں نے شفاعت کا اختیار لے لیا
اعم و اکفی اترونہا للمتقین	کیونکہ اس میں عموم ہے اور ہے
لا ولکن للخاطئین	(اس کے بعد فرمایا) کیا تم یہ سمجھتے
المذنبین المتلوثین	ہو کہ شفاعت متقین کے لیے ہوگی
(التذکرہ ۲۴۴ بحوالہ ابن ماجہ)	ہرگز نہیں شفاعت تو خطا کرنیوالوں
	گناہوں میں ملوث لوگوں کے لیے ہوگی

۲۔ ترمذی نے حضرت انس اور ابن ماجہ و ابو داؤد طیالسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دامنِ شفاعت کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

شفاعتی لاھل الکبائر	میری شفاعت میری امت کے کبائر
من امتی۔	کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ہے۔

۳۔ امام ابوالحسن دارقطنی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے فرمایا میری شفاعت گناہ گاروں اور سیہ کاروں کے لیے ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

فکیف انت لخیارھا؟	نیک اور اچھے لوگوں کا کیا بنے گا!

فرمایا:

اما خیارھا فید خلون	نیک اپنے اعمال کی بنیاد پر جنت
الجنۃ باعمالھم واما شرارھم	میں جائیں گے لیکن سیہ کار میری

نیدخلون الجنۃ بشفاعتی (التذکرہ، ۲۰۳) — شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

کہے ہے رَبِّ سَلِّم صدائے محمدؐ

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پل صراط کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا اے امتیو! پل صراط پہ تمہارے گزرتے وقت،

و نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم — تمہارا نبی وہاں کھڑا ہو کر یہ عرض کر رہا ہوگا
قائم علی الصراط یقول رب سلم سلم — اے میرے رب سلامتی سے گذار دے
(التذکرہ للقرطبی، ۳۸۳) — سلامتی سے گذار دے۔

اعلیحضرت نے جب یہ حدیث پڑھی تو جھوم اُٹھے اور کہا ؎

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے — کہ ہے رب سلم صدائے محمدؐ

یعنی جب اللہ کے محبوب سلامتی کی دعا کر رہے ہیں تو اب کیا خطرہ؟ لہذا پل صراط سے وجد کرتے ہوئے گزریں گے۔

ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

شیخ نواب صدیق حسن خاں نے بغیۃ الرائد میں بخاری و مسلم کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد جو گفتگو کی وہ نہایت ہی پُر لطف اور دلنواز ہے آئیے انہیں کے الفاظ میں پڑھیں۔

پس فرد ظاہر شود کہ او را در درگاہِ — پس روز قیامت ہر ایک پر آشکار
خداوند چہ قدر عزت و جاہ بودہ — ہو جائے گا کہ حضور کا اللہ تعالیٰ کے

است روز روز اوست و جاہ جاہ او
اللھم بحق جاہ محمد اغفر لنا۔

ہاں کیا قدر و منزلت اور مرتبہ ہے وہ دن آپ کا ہی دن ہوگا۔ اس دن مرتبہ آپ کا ہی ہوگا اے اللہ محمد کے اس مرتبہ کا صدقہ ہمیں معاف فرمائیے۔

گر نہ رفتم طریق سنت تو ، ہستم از عاصیان امت تو
(اگرچہ میں آپ کے طریقہ و سنت پر نہ چل سکا مگر آپ کے سیہ کار امتیوں میں شامل ہوں)

حضور مہمان ۔ باقی طفیلی

غرضکہ مقام مقام اوست و سخن سخن
او مہمان اوست و دیگران طفیلی اند
(لغبۃ الرائد فی شرح العقائد ۹۹)

الغرض مقام انہی کا ہوگا، بات انہی کی چلے گی اس دن آپ مہمان ہونگے باقی تمام مخلوق طفیلی۔

اعلیحضرت نے اسی لیے کہا ہے

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

حضور پر یہ تمام کرم و لطف جن کا ذکر ہوا یہ اللہ کا اپنے حبیب سے وعدہ تھا جسے وہ پورا کر رہا ہے۔ قرآن مجید نے وہ وعدہ ان الفاظ میں بیان کیا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ
فَتَرْضٰى (الضحیٰ ۵)

اے حبیب عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

سب سے امید افزاء آیت قرآنی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کرم فرماتے ہوئے متعدد آیات نازل

کی ہیں ان میں ایک اہم آیت یہ ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (الزمر)

اے نبی میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تمام گناہ معاف فرمانے والا ہے۔ وہ یقیناً بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

واقعتہً یہ آیت کریمہ گناہ گاروں کے لیے بہت بڑا سہارا ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر امید افزا آیت " ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ " ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ علماء سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا تم سب سے زیادہ امید افزا اس آیت "یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" کو تصور کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں ہم اسی کو سمجھتے ہیں۔ فرمایا ہم اہل بیت یہ عقیدہ رکھتے ہیں:

ان ارجی اٰیۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ قولہ تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

کہ قرآن مجید میں ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ سب سے بڑھ کر امید افزا آیت ہے۔

یہ آیت سب سے بڑھ کر امید افزا کیوں نہ ہو؟ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا:

اذا واللہ لا ارضی و واحد من امتی فی النار۔

(القرطبی ۱۰۲: ۹۶)

اب خدا کی قسم میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں شفاعت کرتا رہوں گا اور لوگ جنت میں داخل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے ندا آئے گی۔

اقد رضیت یا محمد ؟ — اے محمد کیا آپ خوب راضی ہو گئے ہیں۔

تو میں عرض کروں گا :

ای رب قد رضیت — اے میرے رب اب میں بہت راضی ہوں۔

(الایمان بعوالم الآخرۃ، ۲۰۵)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

۴۔ شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

شب اسرا۔ معراج کی رات۔ دولہا۔ وہ فرد جس کی شادی ہو رہی ہو۔ دائم۔ ہمیشہ۔ نوشہ۔ سربراہ، بزم جنت۔ مجلس جنت یعنی جنت کی کمیٹی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو معجزہ معراج کے ذریعے وہ عظمت و مقام عطا فرمایا جس پہ خلیل و کلیم کو بھی رشک آ گیا۔ اعلیٰحضرت نے آپ کے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے

شب اسرٰی کے دولہا

یہ ان تمام احادیث و روایات کی طرف اشارہ ہے جن میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ

معراج کی رات سرورِ عالم کو اللہ تعالیٰ نے دولہا اور تمام انبیاء و ملائکہ کو استقبالی اور باراتی بنایا۔

دولہا کا غسل

بخاری و مسلم میں ہے جب آپ معراج کے لئے روانہ ہونے لگے تو سب سے پہلے جبریل امین کی معیت میں فرشتوں نے جھرمٹ میں لے کر آپ کو نہلایا۔ سینہ اقدس شق کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے مالا مال کیا۔ اعلیٰحضرت نے دوسرے مقام پر آپ کے اس غسل مبارک کا منظر یوں بیان کیا ہے۔

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لیکے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

غسل مبارک میں جو پانی استعمال ہوا اس کی برکات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں ؎

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے
بچا جو تلووں کا انکے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

اس کے بعد آپ کی خدمت میں بطور سواری براق پیش کیا گیا جس پر سوار ہو کر آپ نے سفر معراج شروع فرمایا :

دولہا اور خوشبو

شعر ۸۹ اور ۹۲ کے تحت تفصیلاً آ رہا ہے کہ سرورِ عالم کا جسم اطہر ولادت کے وقت ہی سے نہایت خوشبودار تھا۔ مصافحہ کرنے والا کئی دن تک اپنے ہاتھوں میں

خوشبو پاتا۔ جس راستے سے گذر ہوتا وہ مہک اٹھتا مگر جب آپ معراج پر تشریف لے گئے تو اس کے بعد آپ کے جسم اطہر سے دولہا جیسی خوشبو آتی تھی۔ ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسری بہ ریحہ ریح عروس و اطیب من ریح عروس۔

(سبل الہدیٰ، ۲: ۱۲۱)

شب اسریٰ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپ کے جسم اطہر سے دولہا کی خوشبو کی طرح خوشبو آتی بلکہ آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے بھی زیادہ نفیس تھی۔

اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ "شب اسریٰ کے دولہا" کی اصطلاح صحابہ کے ہاں معروف تھی۔ اعلیٰحضرت نے اسی کی ترجمانی کی ہے۔

نوشۂ بزم جنت

سابقہ گفتگو میں بھی گذرا کہ نظام جنت کے لئے جو مجلس و کمیٹی اللہ تعالیٰ نے قائم فرما رکھی ہے اس کے سربراہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا اعلان جنت کی ہر شی کر رہی ہے کہ میرے مالک "محمد" ہیں کیونکہ شی پر مالک کا نام ہی لکھا جاتا ہے۔ غیر کا نہیں۔ جنت کے گیٹ، حور و غلمان کے ماتھے اور درختوں کے پتوں پر حضور کا اسم گرامی لکھا ہے۔ اس پر کچھ گفتگو ابتدائی اشعار کے تحت آچکی ہے۔ یہاں ہم نے اس بات پر روشنی ڈالنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت حضور کے نام الاٹ فرما دی ہے۔ اب اللہ کے حکم سے جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں۔

عطایہ جنت کے چند مناظر

تقسیم و عطایہ جنت کے تمام مناظر تو روز قیامت سامنے آئیں گے بعض مناظر کا تذکرہ

احادیث میں بھی ملتا ہے۔ ان میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو جنت عطا کرنے کا واقعہ نہایت ہی مشہور ہے۔ آئیے انہی کی زبانی سنتے ہیں مسلم اور نسائی نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا۔

کنت اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوضوئہ وحاجتہ فقال سلنی فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال او غیر ذلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ (مسلم ونسائی، باب فضل السجود)	میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کے لئے پانی اور دیگر ضروریات مسواک مصلی وغیرہ پیش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپ نے فرمایا اے ربیعہ مجھ سے مانگو کیا مانگتے ہو میں نے عرض کیا آقا جنت میں آپ کی رفاقت کا ہی سوال ہے فرمایا اس کے علاوہ بھی کچھ عرض کیا آقا وہی کافی ہے فرمایا تم کثرتِ سجود سے اپنی ذات پر میری مدد کرو۔

امام منذری نے المعجم الکبیر للطبرانی کے حوالے سے یہی واقعہ جن الفاظ میں روایت کیا ہے وہ نہایت ہی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کنت اخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہاری فاذا کان اللیل اویت الی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبت عندہ فلا ازال اسمعہ یقول سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان ربی حتی تغبنی علی فانام	میں دن کو حضور کی خدمت کیا کرتا جب رات آجاتی تو میں حضور ہی کی چوکھٹ پر رات بسر کرتا میں آپ سے یہ کلمات سنتا، سبحان اللہ! سبحان اللہ، سبحان ربی ــ یہاں تک کہ مجھے نیند آجاتی۔ ایک دن آپ نے فرمایا: ربیعہ مجھ سے مانگ تاکہ میں تجھے عطا کروں۔ میں نے عرض کیا

فقال لی یوما یا ربیعة سلنی
فاعطیك فقلت انظرنی حتی
انظر وتذکرت ان الدنیا فانیة
منقطعة فقلت یا رسول اللہ
اسألك ان تدعوا اللہ لی ان
ینجینی من النار و
یدخلنی الجنة فسکت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم
قال من امرك بھذا ؟
قلت ما امرنی بہ احد ولکنی
علمت ان الدنیا منقطعة فانیة
وانت من اللہ بالمکان الذی
انت فیہ فاحببت ان تدعوا
اللہ لی قال فاعنی علی نفسك
بکثرة السجود ۔

(الترغیب والترہیب فضل السجود)

آقا مجھے غور وفکر کے لئے مہلت دیجئے
میں نے جب غور کیا تو مجھے یاد آیا کہ دنیا
ختم ہو جانی والی شی ہے لہٰذا میں نے
عرض کیا آقا آپ سے سوال یہ ہے کہ
اللہ سے میرے لئے دعا فرمائیے کہ وہ
مجھے دوزخ سے نجات دے اور جنت
میں داخل فرمائے اس پر حضور نے
خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر پوچھا اس سوال
کا تجھے کس نے مشورہ دیا؟ عرض کیا کسی
نے نہیں میں خود جانتا ہوں یہ دنیا فانی
اور جلدی ختم ہونے والی ہے اور آپ کا
اللہ کے ہاں جو مرتبہ ہے وہ آپ ہی کا
حصہ ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں آپ
میرے لئے دعا کریں۔ فرمایا اپنی ذات مجھے
کثرت سجود سے میری مدد کرو۔

حضرت ربیعہ اور سب سے اعلیٰ جنت

ان روایات سے واضح ہو رہا ہے حضرت ربیعہ نے صرف جنت ہی کا سوال نہیں کیا بلکہ جنت کے ساتھ حضور کی رفاقت کا بھی سوال کیا۔ بلکہ مقصود ہی رفاقت تھی چونکہ حضور جنت میں سب سے اعلیٰ مقام پر ہوں گے تو گویا حضرت ربیعہؓ نے سب سے اعلیٰ جنت کا سوال کیا۔

عورت نے موسیٰ سے جنت مانگی مگر یہ اعرابی مجھ سے کیا مانگ رہا ہے

طبرانی اور مکارم الاخلاق میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ معمول تھا جب کوئی سوال کرتا اور حضور کو منظور ہوتا تو نعم (اچھا) فرماتے ورنہ خاموش رہتے۔ کسی پر لا (نہیں) نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے سوال کیا آپ خاموش رہے۔ اس نے سوال میں تکرار کیا تو آپ نے تنبیہ کے انداز میں فرمایا:

سل ماشئت یا اعرابی — اے اعرابی جو تیرا جی چاہے مانگ

حضرت علی کہتے ہیں اس پر ہمیں رشک آیا اور ہم نے خیال کیا

الآن سئل الجنۃ۔ — کہ اب جنت کا سوال کرے گا۔

اس نے اونٹ مانگا۔ آپ نے عطا کیا، زادِ راہ مانگا عطا کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اعرابی کے اور بنی اسرائیل کی عورت کے مانگنے میں کتنا فرق ہے؟

اس کے بعد آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دریا عبور کرنے کے لئے دریا کے کنارے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سواریوں کو منہ پھیر لینے کا حکم دے دیا۔ جب وہ واپس پلٹیں تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ کیا ماجرا ہے؟ فرمایا تم میرے یوسف کے مزار کے پاس ہو ان کا جسم اطہر ساتھ لے لو۔ مگر مزار کہاں ہے اس کا علم کسی کو نہ تھا۔ ایک بوڑھی خاتون نے کہا مجھے علم ہے فرمایا پھر بتاؤ بولی!

لا واللہ حتی تعطینی ما اسئلک۔ — اللہ کی قسم نہیں بتاؤں گی یہاں تک کہ جو میں آپ سے مانگوں وہ آپ عطا کریں۔

فرمایا ٹھیک ہے۔ اس خاتون نے کہا:

انی سئلت ان تکون معک فی	میں جنت میں اسی درجہ کی خواہش مند
الدرجۃ التی تکون فیھا فی	ہوں جو آپ کے لئے مخصوص ہو۔
الجنۃ۔	

حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا خاتون! جنت ہی پر اکتفا کر اتنا بڑا سوال نہ کر۔ لیکن وہ خاتون نہ مانی۔ بار بار موسٰی علیہ السلام اسے ٹالتے رہے اتنے میں اللہ کی طرف سے وحی آئی:

اعطھا ذلک فانہ لن ینقص	جو مانگ رہی ہے وہی عطا کر دو۔
شیئا فاعطاھا۔	اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پس موسی علیہ السلام نے اسے اپنی رفاقت عطا کر دی۔

اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مزار اقدس کی نشاندہی کی حضرت موسٰی علیہ السلام نے ان کا جسم اطہر ساتھ لے کر دریا عبور کیا۔ (الامن والعلی ، ۱۵۷)

یعنی حضور نے واضح کیا کہ بنی اسرائیل کی خاتون حضرت موسٰی سے جنت میں ان کی رفاقت مانگ رہی ہے۔ لیکن یہ اعرابی صرف اونٹ اور زادِ راہ مانگ رہا ہے۔ آپ نے پہلے پڑھ ہی لیا ہے کہ حضرت ربیعہ نے آپ سے جنت میں رفاقت ہی مانگی تھی کیونکہ بارگاہ نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ اعرابی ابھی ان حقائق سے آگاہ نہ تھا۔

۵۔ عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

عرش۔ اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ۔ آٹھواں آسمان ، زیب و زینت۔ حسن و سجاوٹ ،

عرشی ۔ عرش والا ، فرش ۔ زمین ، طیب ۔ مہک ، نزہت ۔ پاکیزگی ۔

سابقہ شعر میں سفر معراج کا ذکر آیا ۔ اب عرش اعظم پر آپ کی جلوہ افروزی اور زمین پر قدم رنجہ فرمانے سے اسے جو برکات نصیب ہوئیں ان کی طرف اشارہ ہے ۔

عرشِ اعظم پر جلوہ افروزی

قرآن مجید نے آپ کا عروج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ	پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا حتیٰ کہ
قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔	دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا

ان آیات کی تفسیر میں امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے

عرج بی جبریل الی سدرۃ	مجھے جبریل سدرۃ المنتہی تک لے گئے ،
المنتھی ودنا الجبار رب	اللہ رب العزت قریب آئے حتیٰ کہ دو
العزۃ فتدلی فکان قاب	کمانوں بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا ۔
قوسین او ادنیٰ ۔	

امام ابن عساکر اس کے تحت لکھتے ہیں ۔

فتدلیہ علی ما فی حدیث	حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ
شریک کان فوق العرش	یہ تدلی عرش پر تھی ۔

(رغبۃ المنیہ ۱۳۱)

امام خفاجی شب معراج حضور علیہ السلام کے عرش پر تشریف لے جانے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ورد فی المعراج انہ صلی	حدیث معراج میں یہ بھی ہے کہ جب

الله علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ السلام فتناولہ فطار بہ الی العرش۔

حضور سدرۃ المنتہی کے مقام پر پہنچے تو جبریل نے رفرف حاضر کیا جو حضور کو اٹھا کر عرش پر لے گیا۔

آگے چل کر لکھا:

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علی دخولہ صلی اللہ علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش۔

متعدد احاد احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ حضور جنت میں تشریف لے گئے اور عرش پر جلوہ افروز ہوئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے اسی مقام کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فرمود صلی اللہ علیہ وسلم پس گسترانیدہ برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشید بآں نور بصر من نہادہ شدم من بر آں رفرف و برداشتہ شدم تا رسیدم بعرش۔ (مدارج النبوۃ ۱: ۱۶۹)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرے لیے سبز رفرف بچھایا گیا اس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا پس اس سے نور بصارت خوب روشن ہوگیا پھر مجھے اس رفرف پر بٹھایا گیا۔ جو مجھے اٹھا کر عرش پر لے گیا۔

دوسرے مقام پر دیدار الٰہی کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے لکھا۔

تحقیق دید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پروردگار خود را جل وعلا دوبار یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہی بود دوم

تحقیقی بات یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ کے

چوں بالا ۔۔ عرش ۔ ۔ پاس اور دوسری مرتبہ عرش کے
(اشعۃ اللمعات، باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ) اوپر ۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگذشت و از مکان و زمان بالا رفت ۔

محمد رسول اللہ، رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین سے افضل ہیں. آپ جسمانی معراج سے نوازے گئے عرش و کرسی سے آگے بلکہ زمان و مکان سے بالا ہو گئے ۔

(مکتوب ۲۷۲، ۱)

عرش کی زیب و زینت

عرش نے آپ سے جو فیوض و برکات حاصل کیں انہیں اعلیٰحضرت نے "عرش کی زیب و زینت" کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ ہو ۔

عرشِ اعظم اور دامنِ مصطفیٰ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ محدثین اور اہل سیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

چوں رسید آنحضرت بعرش دست زد عرش بداماں اجلال وے ۔

(مدارج النبوۃ ۱: ۱۷۰)

جب اللہ کے حبیب عرش اعظم پر جلوہ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامن رحمت پکڑ لیا ۔

اور عرض کیا یا محمد آپ ہی کی وہ ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے جمالِ صمدیت اور جلالِ احدیت کا مشاہدہ عطا فرمایا ہے ۔ میں جلوہ گاہ ہونے کے باوجود آج تک اس مشاہدہ سے

محروم ہوں۔ اے محمد جب مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو میں اس کے ہیبت جلال سے کانپ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری پیشانی پر "لا الٰہ الا اللہ" تحریر فرمایا۔ مجھ پر ہیبت و جلال میں اور اضافہ ہو گیا۔

یہ آپ کے نام کی برکت ہے نظر کرم کا عالم کیا ہوگا؟

پھر اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ" یعنی آپ کا نام تحریر فرمایا تو مجھ پہ طاری ہیبت ختم ہو گئی۔

گشت اسم تو سبب آرام دل من و باعث	تیرا نام میرے دل و جاں کے آرام و سکون
سر من این بود برکت اسم تو بر من لیس چگونہ	کا وسیلہ بن گیا یہ تو آپ کے نام کی برکت ہے۔
کہ افتاد بر من نظر تو۔	کیا عالم ہو اگر آپ کی نگاہ شفقت نصیب
(مدارج النبوۃ، ۱: ۱۷۰)	ہو جائے۔

آپ کی رحمت سے عرش نے کیا حصہ پایا؟ اس کا ذکر "جان رحمت" کے تحت گزر چکا ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں　　خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

فرش کی طیب و نزہت

اس کائنات میں ہر طرف کفر، تاریکی، ظلمت و جہالت کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ مخلوق اپنے خالق سے بھی آگاہ نہ تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نورِ توحید جگمگا اٹھا جس سے کفر و جہالت کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ حضور کی تعلیمات سے لوگوں کے ظاہر و باطن معطر اور خوشبودار ہو گئے۔ زمین اور معاشرے میں وہ بہار آئی جس کی مثال نہیں ملتی۔

تمام روئے زمین کا مسجد اور پاک ہونا

سابقہ امتوں میں عبادت الٰہی کے لئے کچھ مقامات مخصوص ہوتے تھے ان کے علاوہ کسی دوسری جگہ عبادت کی اجازت نہ ہوتی۔ اگر کوئی شخص اس مخصوص جگہ کے کسی دوسری جگہ عبادت کرتا تو اس کی عبادت رد کر دی جاتی تھی ۔مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوئی اس زمین کو آپ کے قدم چومنے کا شرف ملا تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ تمام زمین پاک ہے اس کے جس گوشے پر بھی مجھے یاد کرو گے میں قبول کروں گا۔ رحمت عالم نے یہ اعلان ان کلمات میں فرمایا:

جعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا۔	اللہ تعالیٰ نے میری خاطر تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کر دیا۔

زمین کا ٹکڑا جنت بن گیا

زمین کا وہ حصہ جہاں آپ کی رہائش، تہجد گاہ، منبر اور محراب تھا اسے اللہ تعالیٰ نے جنت کا باغ فرما دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة	میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

(البخاری، فضائل المدینہ)

زمین رشکِ عرشِ اعظم بن گئی

زمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ اس میں آرام فرما ہیں اور زمین کا وہ حصہ جو آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہا ہے وہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ شیخ ابن عقیل

حنبلی تصریح کرتے ہیں:

انھا افضل من العرش ۔ آپ کا روضہ اطہر عرش سے افضل ہے

(فضائل المدینہ المنورہ، ۱۰۶)

امام یوسف نبھانی رقم طراز ہیں کہ اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے،

ان البقعۃ التی دفن فیھا زمین کا وہ حصہ جس میں آپ تشریف

افضل من جمیع البقاع فرما ہیں بالاتفاق تمام زمین بلکہ کعبہ

بالاجماع ومن الکعبۃ والعرش ۔ اور عرش سے افضل ہے ۔

مولانا محمد ذکریا سہارنپوری آداب زیارت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب قبہ خضرا پر نظر پڑے تو عظمت وہیبت اور حضور کی علو شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضور کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے، عرش سے افضل ہے کرسی سے افضل ہے حتیٰ کہ آسمان وزمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔" (فضائل حج، ۱۲۴)

۶۔ نورِ عینِ لطافت پہ اَلطف درود
زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

عین۔ سراپا، لطافت۔ شفاف، الطف۔ سب سے پاکیزہ، زیب۔ زینت، زین۔ خوبصورتی

آپ کی ذات اقدس سراپا نور اور جسم اطہر لطافت و نظافت کا حسین مرقع تھا کثافت

کا وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن و حدیث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں بیان کی ہیں کہ آپ نور بھی ہیں اور بشر بھی اور ان دونوں شانوں کی کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ آپ کی عظمت نورانیت پر تمام نوری مخلوق اور عظمتِ بشریت پر تمام بشری مخلوق فدا ہے۔ جب قرآن مجید نے آپ کی دونوں عظمتوں کا ذکر کیا ہے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں صفات کو صدق دل سے تسلیم کرے۔ کسی بھی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ قرآن کی بعض آیات کو مان لے اور بعض کو نظر انداز کر دے۔ قرآن نے ایسی غلط ذہنیت پر یوں ضرب لگائی ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔	تم کتاب کے بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو!

الحمد للہ ہمارا آپ کی دونوں شانوں پر ایمان ہے۔ یہاں چونکہ ذکر آپ کی نورانیت کا ہے لہٰذا اسی کا تذکرہ ہوگا۔

نورِ مصطفوی اور قرآن

قرآنِ کریم نے حضور علیہ السلام کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ (المائدہ)	بلاشبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب روشن آئی

یہاں نور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور روشن کتاب سے قرآن مراد ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

المراد بالنور محمد و بالکتاب القرآن۔	نور سے حضرت محمد اور کتاب سے قرآن مراد ہے

(تفسیر کبیر، ۶: ۱۸۹)

بعض لوگ آیت مذکورہ میں " واؤ " کو تفسیری قرار دیتے ہوئے نور اور کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لیتے ہیں۔ مفسرین اور محدثین نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ واو اصلاً عطف (مغائرت) کے لئے ہے۔ جب کوئی مانع ہو تو تفسیر کے لیے بطور مجاز آتا ہے اور یہاں کوئی مانع ہی نہیں۔ اگر ہم یہاں اسے تفسیر کے لیے ہی مان لیں تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں بھی نور اور کتاب دونوں سے حضور کی ذات مراد ہو گی۔

وقد يقال فى مقابلهم اى مانع من ان يحمل النعتان للرسول صلى الله عليه وسلم فانه نور عظيم لكمال ظهوره بين الانوار وكتاب مبين من حيث انه جامع لجميع الاسرار و مظهر الاحكام و الاحوال والاخبار۔ (شرح الشفاء، ۱: ۴۴)	نور اور کتاب سے قرآن ہی مراد لینے والوں سے یہ کہا جائے گا کہ یہاں ان دونوں کو حضور کی نعت اور وصف بنانے میں کیا رکاوٹ اور دشواری ہے۔ آپ کی ذات نور ہی نہیں بلکہ انوار کا سرچشمہ ہے اور روشن کتاب بھی ہیں کیونکہ آپ تمام اسرار الٰہی کے جامع، احکام شرعیہ کے شارح اور احوال و اخبار سے آگاہ فرمانے والے ہیں

علامہ سید محمود آلوسیؒ نے یہی بات کہی اور ساتھ یہ واضح کیا کہ نور اور کتاب کا اطلاق کامل طور پر آپ کی ذات اقدس پر یقیناً ہوتا ہے۔

لا يبعد عندى ان يراد بالنور والكتاب المبين هو النبى صلى الله عليه وسلم ولا شك فى صحة اطلاق	میرے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے حضور کی ذات مراد لی جائے کیونکہ ان کا اطلاق آپ کی ذات اقدس پر

کل علیہ علیہ الصلاۃ والسلام (روح المعانی ۶ : ۹۷) بلاشبہ ہوتا ہے ۔

منکرین کے دو دلائل

بعض لوگ دونوں سے قرآن ہی مراد لینے پر اصرار کرتے ہوئے جو دلائل ذکر کرتے ہیں ان میں سے اہم دو دلائل ہیں :۔

١ ۔ سابقہ آیت میں حضور کا ذکر ہو چکا ہے لہذا یہاں قرآن کریم ہی مراد ہے ۔ وہ آیت یہ ہے :

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ	اے اہل کتاب تمہارے پاس
رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا	ہمارے رسول آئے ہیں وہ بہت سی
مِمَّا تُخْفُونَ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ	ایسی چیزوں کو واضح کرتے ہیں جو تم نے چھپا دیں اور بہت سی چیزوں سے درگذر کرتے ہیں ۔

٢ ۔ بعد والی آیت میں " يَهْدِي بِهِ " میں ضمیر واحد ہے جو واضح کر رہی ہے کہ یہاں الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی شے مراد ہے اور وہ قرآن ہے کیونکہ حضور کا ذکر پہلی آیت میں آچکا ہے

دلائل کا تجزیہ

پہلی دلیل اس لئے غلط ہے کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کی نفی نہیں کرتا بلکہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر پر قرینہ ہوتا ہے ۔

اس پر دو تصریحات ملاحظہ ہوں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ سابقہ آیت نے

اس بات کا تعین کر دیا ہے کہ یہاں حضور کی ذات مراد ہے۔ علامہ محمود آلوسی امام طیبی ؒ کے حوالہ سے اسی بات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

انه اوفق لتكرير قوله سبحانه و تعالیٰ قد جاء کم بغير عطف معلق به اولاً وصف الرسالة والثانی وصف الکتاب۔

(روح المعانی، ۶: ۹۷)

نور سے ذات رسول مراد لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ سابقہ آیت "یاهل الکتاب اور قد جاءکم من الله کے درمیان اللہ تعالیٰ نے واو عاطفہ (بعینہٖ) ذکر نہیں کیا تاکہ واضح ہو کہ رسولنا اور نور سے ایک ہی ذات مراد ہے یعنی دونوں جگہ اہل کتاب کو رسول محترم کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی۔ پہلے آیت میں وصف رسالت اور دوسری میں وصف کتاب کا ذکر ہے اور دونوں آپ کے وصف ہیں۔

اسی بات کی تصریح مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی کی ہے وہ قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر بھی قد جاءکم رسولنا فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو"

(رسالہ النور، ۳۱)

ان تصریحات نے واضح کر دیا کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کے منافی نہیں بلکہ تعین پر قرینہ ہوتا ہے۔

رہا معاملہ ضمیر کے واحد ہونے کا تو اولاً گذارش یہ ہے کہ دونوں سے حضور ہی کی ذات مراد ہے لہٰذا ضمیر واحد ہی آنا چاہیئے تھی ثانیاً یہ کہ اگر دو چیزیں بھی مراد ہوں تو پھر ضمیر واحد کا آنا جائز ہوتا ہے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو دونوں کی طرف واحد کی ضمیر لوٹائی جا سکتی ہے کیونکہ وہ دونوں بمنزلہ واحد ہوتے ہیں۔

علامہ ابوالسعود نے ضمیر واحد لانے کی مختلف حکمتیں لکھیں۔

توحید الضمیر المجرور	یا تو دونوں ایک ہی شے ہیں (حضور
لاتحاد المرجع بالذات او	یا قرآن) یا دونوں حکم واحد میں ہیں
لکونہما فی حکم او ارید یہدی	یا مذکور مراد ہے۔
بما ذکر۔	

لطافتِ جسمِ نبوی

آپ سراپا نور ہونے کے باوجود لوگوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے لباس بشریت میں تشریف لائے لیکن آپ کی بشریت بھی جسمانی کثافتوں سے مبرا تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا جسم اطہر کائنات کی ہر شئی سے بڑھ کر لطیف تھا ایک مقام پر آپ نے اجسام انبیاء کے بارے میں فرمایا:

نبتت اجسادنا علی ارواح	ہمارے اجسام اہل جنت کی مانند پیدا
الجنۃ (زرقانی)	کئے گئے ہیں۔

اہلِ جنت کی ارواح کا لطیف تر ہونا ظاہر ہے یعنی ان کی بشریت بھی سراپا نور ہوتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی " وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی " کی تفسیر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کے درجات میں جو بندی عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے:

اول آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نماند	آپ میں بشریت کا وجود بالکل نہ رہے
وغلبۂ نورِ حق بر تو علی سبیل الدوام حاصل	گا اور نورِ حق کا غلبہ دائمی طور پہ حاصل
شود (تفسیر عزیزی پ عم: ۲۱۷)	ہو جائے گا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی آپ کی بشریت کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ	آپ کی ذات اگرچہ اولاد آدم میں سے
آدم علیہ السلام اند مگر آں حضرت صلی اللہ	ہے لیکن آپ نے اپنی ذات کو اسطرح
علیہ وسلم ذات خود را چناں مطہر فرمود کہ	مطہر فرمایا کہ اب آپ سراپا نور قرار پائے
نورِ حق خالص گشتند۔	

(امداد السلوک، ۸۵)

جسمِ اطہر سے بڑھ کر کوئی شے لطیف نہیں

اس جسم کی لطافت کا عالم کیا ہوگا جس کی بشریت بھی خالص نور ہو چکی تھی۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کی توجیہ یوں بیان کرتے ہیں:

سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است	ہر شخص کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا
چوں لطیف تر از وے صلی اللہ علیہ	ہے اور آپ کے جسم اطہر سے بڑھ کر کائنات
وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت	کی کوئی شی لطیف نہیں اس لیے آپ کا
	سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پھولوں سے نازک بدن

جسم اطہر کی لطافت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ زندگی کے تمام نجی اور معاشرتی معاملات میں بھرپور شرکت کے باوجود پھولوں سے بھی زیادہ نازک تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایسی چارپائی پر آرام کرتے جو خرمہ کی رسی سے بنی تھی اور نیچے کوئی کپڑا تک نہ ہوتا۔

وکان ارق الناس بشرۃً	حالانکہ آپ کا جسم اطہر تمام لوگوں سے نرم
(اخلاق النبی وادابہ)	تھا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	آپ کا جسم انور نہایت ہی نرم تھا۔
علیہ وسلم رقیق البشرۃ	
(الوفا، ۲، ۴۴۴)	

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر کے دوران اپنے ساتھ سوار فرمالیا۔

فما مسست شیئاً قط	میں نے آپ کے جسم اطہر سے بڑھ کر
الین من جلد رسول اللہ	کسی نرم شی کو مس نہیں کیا۔
صلی اللہ علیہ وسلم	
(سبل الھدیٰ، ۲: ۱۱۲)	

۷۔ سروِ نازِ قِدَم، مغزِ رازِ حِکَم
یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

سرو۔ صنوبر کا درخت، مراد قد محبوب ہے، ناز۔ ادا و پیار، قدم۔ قدیم، مغز۔ دماغ و اصل، راز۔ بھید، حِکم۔ حکمتیں، یکہ۔ بےمثل، تاز۔ سبقت لے جانا،

آپ کا وجود اقدس، قدرت کا شاہکار، اللہ تعالیٰ کے رازوں کا مرکز اور تمام مخلوق پر فضیلت میں سبقت لے جانے میں یکتا و بے مثل ہے۔

خامۂ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

سرورِ نازنہ قدم

اللہ تعالیٰ نے دستِ قدرت سے اپنے محبوب کو اس قدر حسین و جمیل بنایا کہ وہ اپنی تخلیق میں یکتا و بے مثل قرار پائے۔ آئیے اس سرورِ نازِ قدم کے جسمِ اطہر کی موزونیت و اعتدال سے کچھ آگاہی حاصل کریں۔

شاہکارِ ربوبیت کا جسمانی تناسب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اقدس نہ تو مائل بہ فربہی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کی ساخت سرتاپا حسنِ اعتدال کا مرقع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی ساخت اتنی متناسب اور کمال موزونیت کا مرقع تھی کہ اس پر فربہی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ فربہی اور دبلاپن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ رب العزت کو یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی کہ کوئی اس کے کارخانۂ قدرت کے شاہکار کی طرف کسی خلافِ حسن و وقار امر کی نسبت کر سکے۔ خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبرا بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا کمال درجہ حسین و متناسب اور دلکشی و رعنائی کا حامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ اس قدر مثالی مناسبت کے آئینہ دار تھے کہ انہیں دیکھ کر ایک حسنِ

مجسم پیکرِ انسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابہ رضؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطب اللسان رہتے تھے۔ ان کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسن ساخت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے تاہم سینہ نہایت حسنِ اعتدال کے ساتھ بطنِ مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف ابھرا ہوا تھا۔ طب و صحت کے مسلّمہ اصولوں کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل و اکمل طور پر متناسب الاعضاء اور وجیہ الصورت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں حسن تام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر آتا تھا کہ بقول شخصے ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر تا قدم حسن مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسد اطہر کے کس کس مقام پہ کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے کو دیکھ کر بے خود رہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز و کم مائیگی کا اعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سرمدی اظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہلِ عرب اپنی فصاحت و بلاغت کے تمام تر دعووں کے باوجود بھی اسے کماحقہ بیان کرنے سے عاجز تھے۔ ان کی کیفیتِ عجز کی عکاسی اس شعر سے بخوبی ہو جاتی ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

(نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں، تیری بہار سے پھول

چھنٹنے والوں کو اپنے دامن کی تنگی کی شکایت ہے)

حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی تخلیق کے بارے میں روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتدل الخلق بادن متماسک۔	آپ کے وجودِ اقدس کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا اور پُر گوشت ہونے کے باوجود اس میں ڈھیلا پن نہ تھا۔

"معتدل الخلق" کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ان جمیع اعضاء جسمہ الشریفۃ خلق اللہ تعالیٰ کاملۃ متناسبۃ مع بعضھا غیر متنافرۃ۔	اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضائے شریفہ کو اس طرح کامل تناسب پیدا فرمایا کہ ان میں نہایت موزونیت و وقار تھا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۱۸)

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقصدًا۔	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و اعضاء میں نہایت ہی اعتدال تھا۔

(المسلم، کتاب الفضائل)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حسنِ خلقت کے بارے میں کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احسن الناس	حضور علیہ السلام اپنی خلقت میں تمام لوگوں سے حسین تھے۔

(مسلمًا، البخاری، کتاب المناقب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے جسم اطہر کے اعتدال و موزونیت،

کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں :

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حسن الجسم۔ (شمائل ترمذی)

آپ کا جسم اطہر نہایت خوبصورت و خوشنما تھا۔

مغزِ رازِ حکم

آپ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز سے کاملاً آگاہ اور ان کا خزانہ و مرکز ہے۔ جو بھید اور حکمتیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائیں دوسرے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ قرآن آپ کے مقامِ قرب کے بارے میں بیان کرتا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔

(والنجم پ ۲۷)

پھر وہ قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پس دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر قریب ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے سے گفتگو فرمائی جو فرمانا تھی۔

یعنی محب و محبوب کے درمیان راز و نیاز کی جو گفتگو ہوئی وحی فرمانے والا یا وحی سننے والا ہی جانتا ہے دوسرے کو اس کی کیا خبر؟

مغز تم ہو اور وہ پوست اور ہیں باہر کے دست
تم ہو درونِ سرا ، تم پہ کروڑوں درود

ایک اور مقام پر باغ دنیٰ میں ہونے والی گفتگو کے بارے میں کہتے ہیں :

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

قرآنی وحی پہ ہی نظر ڈالیے۔ اس وحی کے رموز سے کاملاً آپ ہی آگاہ ہیں۔ مثلاً حروف مقطعات الٓمٓ، حٰمٓ وغیرہ کا علم حقیقی آپ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین نے انہیں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز و نیاز کی گفتگو قرار دیا ہے۔ اہل دل اسی مقام کے پیشِ نظر آپ کو "کنز اعظم" مانتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس التجانی لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات کنزِ اعظم ہے۔

هو جامع الاسرار والعلوم والمعارف والتجليات الذاتية والصفاتية والاسمائية والفعلية والصورية فلما كملت فيه صلى الله عليه وسلم هذه الجميعة كان هو الكنز الاعظم اذ بسبب ذلك تستفاد منه جميع المطالب والاسرار والانوار والمشاهدات والتوحيد واليقين والايمان وآداب الحضرة الالهية اذ هو المفيض لجميعا على جميع الوجود جملة وتفصيلاً

آپ اللہ تعالیٰ کے اسرار، علوم، معارف، تجلیات ذاتیہ، صفاتیہ، اسمائیہ، فعلیہ اور صوریہ کے جامع ہیں۔ جب یہ تمام اشیاء آپ کی ذات اقدس میں کاملاً جمع ہوئیں تو آپ کنزِ اعظم ٹھہرے کیونکہ آپ ہی سے تمام مطالب، اسرار، انوار، مشاہدات، توحید، یقین، ایمان اور بارگاہ خداوندی کے آداب سے آگاہی ہوتی ہے اور آپ ہی تمام موجودات کے لئے ذریعۂ فیض ہیں۔

(جواہر البحار، ۳: ۶۳)

کائنات کے سب سے بڑے راز "توحید باری" سے مشاہدہ ذات کے ساتھ آگاہ فرمانے والے آپ ہی ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں نے سچ کہا ،

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یکّہ تازِ فضیلت

آپ تمام فضائل کے جامع اور ہر فضیلت میں دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہیں یعنی کائنات ہستی کے افراد میں جو جو فضیلتیں الگ الگ ظہور پذیر ہوئیں وہ حضور کی ذات اقدس میں کامل طور پر جمع ہیں :

قرآن کریم نے یہ بات بھی کھول کر بیان کر دی ہے کہ اس کائنات کے تمام ظاہری و باطنی حسن و جمال کو آپ کی ذات میں جمع کر دیا گیا ہے کیونکہ تمام مخلوق میں برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں اور آپ کی ذات ، ان تمام میں موجود اوصاف و کمالات کا مجموعہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام برگزیدہ انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ (الانعام ، ۶ : ۹۰)

یہ جماعت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے (ظاہری و باطنی) کمالات سے نوازا ہے ۔ اے محبوب آپ بھی انہی کے اپنے آپ کو متصف کر لیجئے ۔

آیتِ مبارکہ میں ہدایت سے مراد سابقہ انبیاء کے شرعی احکام نہیں کیونکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و بعثت کے ساتھ ہی منسوخ ہو گئے ہیں ۔ بلکہ اس سے مراد وہ ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات ہیں جن کی وجہ سے ان انبیاء کو تمام مخلوق پر فوقیت حاصل ہے ۔ چنانچہ وہ کمالات و امتیازات جو دیگر انبیاء کی شخصیات میں فرداً فرداً موجود تھے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اتم جمع کر دیے گئے ۔ اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع

کمالاتِ نبوت قرار پاگئے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام قطب الدین رازی آیتِ کریمہ سے آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

انہ یتعین ان الاقتداء المامور بہ لیس الا فی الاخلاق الفاضلۃ و الصفات الکاملۃ کالحلم و الصبر و الزھد وکثرۃ الشکر و التضرع وغیرھا ویکون فی الآیۃ دلیل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل منھم قطعاً فاجتمع فیہ من خصائل الکمال ما کان متفرقاً فیھم وحینئذٍ یکون افضل من جمیعھم قطعاً کما انہ افضل من کل واحد منھم۔

یہ امر متعین ہے کہ اس آیت میں احکام شرعیہ میں اقتداء کا حکم نہیں، بلکہ اخلاق فاضلہ و صفاتِ کاملہ مثلاً حلم، صبر، زہد و شکر وغیرہ کے حصول کا حکم ہے اور یہ آیتِ مبارکہ اس امر پہ دلیلِ قطعی کا درجہ رکھتی ہے کہ اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں ـــــ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام خصائص و کمالات جو دیگر انبیاء میں متفرق طور پر تھے ان تمام کو اپنی سیرتِ مطہرہ میں جمع فرمالیا۔ لہٰذا آپ جس طرح ہر نبی سے افضل ہیں اسی طرح تمام انبیاء سے بھی افضل ٹھہرے۔

(روح المعانی، ۷: ۲۱۷)

امام فخر الدین رازیؒ آیت کا معنٰی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا يقتضى انه اجتمع فيه من الخصال المرضية ما كان متفرقا فيهم فوجب ان يكون افضل منهم ۔

(تفسیر کبیر، ۵: ۲۰۹)

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ تمام اخلاق حسنہ جو متفرق طور پر انبیاء علیہم السلام میں موجود تھے آپ کی سیرت طیبہ میں اپنے شباب و کمال کے ساتھ جمع ہیں۔ لہذا آپ کو تمام انبیاء سے افضل ماننا لازم ہے۔

۸۔ نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

نقطہ ۔ خط کی انتہا، سر ۔ راز و بھید، وحدت ۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا، یکتا ۔ بے مثل، مرکز ۔ دائرہ کا وسط، دور ۔ عہد، کثرت ۔ بہتات ۔

اس مقام پر حضور علیہ السلام کے دو خصائص مبارکہ ـــــ توحید کے سربستہ راز کا نقطہ آغاز اور تمام حقائق کا اصل اور مرکز ہونے ـــــ کا تذکرہ ہے ۔

نقطۂ سرِّ وحدت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ۔

میں ایک مخفی اور سربستہ خزانہ تھا مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا ۔

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام مخلوق میں سب سے پہلے جس ذاتِ اقدس کو پیدا کیا گیا وہ حضور ہی کی ذات تھی ۔ بلکہ احادیث قدسیہ میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا :

لولاک لما اظهرت الربوبیة — اے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ظاہر ہی نہ کرتا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ان احادیث کے پیش نظر لکھتے ہیں :

"سببِ ایجادِ کائنات محبت ہے اور اس کا مقتضی اول اور تعین و ظہور اول ذات حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محبت مقتضائے ذات خداوند جل وعلا ہے اور ذات حبیب کبریا مقتضاء حب ہے لہٰذا انہی سے ظہور ربوبیت ہوا اور وہ رحمۃ للعالمین بنائے گئے تو اللہ تعالیٰ کی شان رب العالمین کا ظہور شروع ہوا ورنہ یہ صفت ظہور پذیر نہ ہوتی جس طرح کہ ذات کنز مخفی رہتی اگر حب منصۂ شہود پر جلوہ گر نہ ہوتی۔" (مکتوبات ، مکتوب ۱۲۲)

مرکزِ دورِ کثرت

آپ کی ذات اقدس تمام حقائق کائنات کا مبداء و مرکز ہے۔ امام قسطلانی "الدر العظیم فی مولد الکریم" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا اے آدم ہم نے تمہاری کنیت ابو محمد رکھی ہے۔ عرض کیا یا اللہ اس کی حکمت کیا ہے ؟ فرمایا : اے آدم اپنے سر کو اٹھائیے۔ جب انہوں نے سر اٹھایا تو سراپردۂ عرش میں نور محمدی کو دیکھ کر عرض کیا اے پروردگار عالم یہ نور کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یہ تیری ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے۔ جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔

لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضًا — اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین کو۔

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام حاکم نے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر حضور کا نام لکھا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ کونسی ہستی ہے۔ فرمایا: اسے آدم یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ (المواہب مع الزرقانی ۱: ۴۴)

ملا علی قاری دیلمی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا:

یامحمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا۔ (موضوعات کبیر، ۵۹)	اے حبیب اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ روایت ابن عساکر میں ہے اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی اسے عیسیٰ خود بھی محمد پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دیجئے ان میں سے جتنے لوگ ان کا زمانہ ظہور پائیں ان پر ایمان لائیں۔

فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنة ولا النار (الخصائص الکبریٰ ۱، ۷)	اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ۔

امام حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

امام قسطلانی ابن سبع اور عوفی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سے فرمایا:

من حبک اسطح البطحا و امو ج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔
(المواہب مع الزرقانی ۱: ۴۴)

میں آپ کی محبت اور آپ کی موجودگی کے صدقہ میں بطحا کا فرش بچھاؤں گا۔ سمندروں کو پیدا کر کے ان میں تلاطم امواج پیدا کروں گا اور آسمانوں کے خیمہ کو بلندی پر نصب کروں گا اور ثواب و عتاب کی جگہ جنت و دوزخ بناؤں گا۔

۹۔ صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

صاحب۔ مالک، رجعت۔ لوٹانا، شمس۔ سورج، شق۔ چیرنا، قمر۔ چاند،
نائب۔ قائم مقام، دست۔ ہاتھ، قدرت۔ خدائی اختیارات۔

یہاں یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی نائب اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اختیارات عطا فرمائے ہیں ان کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ نے سورج کو واپس اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں

ہر نبی اور رسول، اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے لیکن سب سے عظیم خلیفہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علامہ آلوسی "واذ قال ربک" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ بڑا ہی پُر لطف خطاب ہے کیونکہ جو ہستی مخاطب ہے

فہو علی الحقیقۃ الخلیفۃ الاعظم ۔۔۔ وہی تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ

فی الخلیقۃ والامام المقدم فی الارض والسموات العلی ولولاہ ما خلق آدم بل ولا ولا (روح المعانی ۱: ۲۱۸)

اعظم تمام آسمانوں اور زمین میں سب کے پیشوا اور مقتدا ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو آدم بلکہ کسی کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں صاحب اختیار ذات آپ ہی کی ہے۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھر الٹے قدم

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مال غنیمت تقسیم کرنے کے لیے بھیجا واپس آئے تو جماعت عصر ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے اور تقسیم مال کی رپورٹ لی۔ اسی حالت میں حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق حضور علیہ السلام آرام فرما ہوئے تھے۔ ان میں تضاد نہیں کیونکہ دونوں چیزیں ہو سکتی ہیں۔ اسی کیفیت میں سورج ڈوب گیا۔ حالانکہ سیدنا علی نے نماز عصر ادا کرنا تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور عرض کیا:

اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ نبیک فاردد علیہ الشمس۔

اے اللہ علی تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا اس لئے سورج کو واپس لوٹا دیجئے۔

سورج ڈوب چکا تھا لیکن آپ کے ارشاد گرامی کے تحت سورج پلٹ آیا۔

حتی رفعت علی الجبال فقام علی فتوضأ وصلی العصر ثم غابت الشمس۔ (شمائل الرسول ۱: ۱۸۹)

حتی کہ پہاڑ روشن ہو گئے۔ علی نے وضو کیا عصر ادا کی پھر سورج غروب ہوا

تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

حضرت انس، ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ چونکہ وہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے اور آسمان پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے آپ کے سامنے یہ مطالبہ رکھا

فاراھم القمر شقتین حتی راوا حراء بینھما (البخاری، باب انشقاق القمر)	حضور علیہ السلام نے انہیں چاند دو حصوں میں اس طرح بٹا ہوا دکھایا کہ انہوں نے جبل حرا (جبل نور) کو دونوں حصوں کے درمیان دیکھا۔

محدث رزین نے ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔

فکانوا یستلقون الرکبان فیخبرونھم انھم قد راوہ فیکذبوھم۔ (الجامع الاصول، ۱۱: ۳۹۶)	مسافر قریش مکہ سے ملتے تو بتلاتے کہ انہوں نے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے اس پر قریش انہیں جھوٹا کہتے تھے۔

امام ابو داؤد الطیالسی نے بھی یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۃ القمر)	قیامت قریب ہے اور قمر شق ہو گیا

سے مراد بھی یہی واقعہ ہے۔

۱۰۔ جس کے زیرِ لوا آدم و مَن سِوا

اُس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

زیر۔ نیچے، آدم۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، تمام انسانیت کے جدامجد، مَن سِوا۔ ان کے علاوہ تمام مخلوق، سزائے۔ لائق، سیادت۔ سرداری۔

یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات عالیہ میں سے ایک مقام ہے کہ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سمیت حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اس مرتبہ کا ذکر متعدد دفعہ خود سرورِ عالم نے فرمایا:

لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا۔ جس کو اس نے اس دنیا میں ہی پورا کر لیا مگر میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا۔

وبیدی لواء الحمد ولا فخر آدم فمن دونہ تحت لوائی ولا فخر

(مسند احمد، ۱: ۲۸۱)

اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر فخر نہیں آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے فخر نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اگلے اور پچھلے لوگوں پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ مجھ پر مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔ میری امت کو تمام امم سے بہتر اور تمام روئے زمین کو میری خاطر مسجد اور پاک کر دیا گیا۔ مجھے حوض کوثر عطا کیا گیا۔ مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا۔

والذی نفسی بیدہ ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ۔ (مجمع الزوائد ۸: ۲۶۹)	قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزِ قیامت تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں پہلا ہوں گا جب لوگ اکٹھے ہو کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ لوگ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت کے ذریعے سہارا دوں گا۔

لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر۔	اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی بارگاہ میں بنی آدم میں سب سے مکرم و معزز ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری سے آپ کا یہی ارشاد گرامی ان الفاظ میں مروی ہے۔

بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم	حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم

فمن سواہ الا تحت لوائی — ہمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(الترمذی، کتاب المناقب)

تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے کے تلے ہوگی

سابقہ روایات میں گزرا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اب آپ وہ ارشاد سنیئے جس میں فرمایا تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت عیسیٰ کو اپنا کلمہ وروح اور حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا یارسول اللہ!

فماذا اعطیت انت — آپ کو کونسا خصوصی درجہ دیا گیا ہے!

آپ نے فرمایا:

ولد آدم کلھم تحت رایتی یوم القیامة وانا اول من تفتح لہ ابواب الجنة۔ — روز قیامت تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی اور میں ہی سب سے پہلے شخص ہوں گا جس کی خاطر جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

(الایمان لعوالم الاخرہ، ۱۶۵ بحوالہ ابن عساکر وابونعیم)

حضرت انس سے مروی دوسری روایت میں مومنین کا ذکر بھی ہے:

وتحتہ آدم ومن دونہ ومن بعدہ من المومنین — اس کے نیچے آدم و دیگر انبیاء اور تمام مومن ہوں گے۔

(دلائل النبوہ لابی نعیم، ۱: ۶۴)

اس سے بڑھ کر کسی شخصیت کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء،

اس کے دامن رحمت کی پناہ میں ہوں گے۔ اعلحضرت نے اسی مبارک منظر کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اس قیادت وسیادت پر سلام عرض کیا ہے۔
دوسرے مقام پر بارگاہِ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ اس لواء کے تلے مجھے بھی حضور کی ثناء کا موقعہ عطا ہو۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثنا میں کھلے رضاؔ کی زباں تمہارے لئے

اے اللہ ہمیں بھی آپ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرما۔ آمین!

۱۱۔ عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

عرش، اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کی جلوہ گاہ۔ سب سے بلند، تا۔ تک، فرش۔ روئے زمین، زیر نگیں۔ تابع، قاہر۔ زبردست، ریاست۔ حکومت۔
یہ آپ کی حکومت وسلطنت کا ذکر ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کی ہر شے اللہ کے حبیب کے حکم کے تابع ہے۔
قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر شے انسان کے تابع ہے بشرطیکہ وہ خدا کا فرمانبردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (الجاثیہ، ۱۳)	اللہ نے تابع کر دیا تمہارے لئے ہر اس چیز کو جو آسمانوں پر ہے اور ہر اس چیز کو جو زمین میں ہے تمام کی تمام اس میں تدبر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً

(لقمٰن ، ۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے بلاشبہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں نچھاور فرما دی ہیں ۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ مقام و مرتبہ کیسے نصیب ہوتا ہے ۔ عارف کامل پر ایک مقام آتا ہے

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد و سخر لکم ما فی السمٰوات و ما فی الارض ظہور پذیرد و صاحب اختیار باشد ۔

(ضیاء القلوب ، ۲۹)

جس میں وہ تمام جہان پر متصرف ہو جاتا ہے اور سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض کا اظہار ہوتا ہے ۔ اور وہ صاحب اختیار ہو جاتا ہے ۔

آپ غور کیجئے جب یہ ایک امتی عارف کا مقام ہے تو پھر نبی اور پھر سید الانبیاء کا کیا مقام ہوگا ؟ ہم یہاں چند احادیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کی نشاندہی کر رہے ہیں ۔

زمین و آسمان پر حضور کی حکومت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان اور دو زمین پر ہوتے ہیں ۔

فاما وزیرای من اهل السماء — میرے آسمانی وزیر جبریل و میکائیل

فجبریل و میکائیل و اما وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر۔

اور میرے زمینی وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔

(الترمذی، باب المناقب)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا۔

قبض محمد علی الدنیا كله لم يبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضته۔

تمام دنیا محمد کے قبضہ میں اور زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان کے زیرنگیں نہ ہو۔

(زرقانی، ۱: ۱۱۴)

خزائن زمین کی چابیاں

یہ متفق علیہ روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئی۔

(البخاری، ۱: ۴۱۸)

جنت کی چابیاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

والی مفاتیح الجنة یوم القیامة ولا فخر۔

روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت انس سے یہ الفاظ مروی ہے:

لواء الکرامۃ ومفاتیح الجنۃ	روزِ قیامت کرامت وحمد کا جھنڈا اور
ولواء الحمد یومئذ بیدی	جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی.

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱: ۶۴، ۶۵)

جہنم کی چابیاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن خازنِ نار اہل محشر سے مخاطب ہو کر کہے گا اے اہل محشر

ان اللہ امرنی ان ارفع مفاتیح	اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جہنم
جہنم الی محمد صلی اللہ علیہ	کی چابیاں محمدؐ کو دے دوں۔
وسلم۔ (الامن والعلی، ۴۴)	

سورج اور چاند پر حکومت

شعر ۹ کے تحت آپ تفصیلاً پڑھ چکے کہ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم پر واپس آگیا اور انگلی کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو کر نیچے آگیا۔

درختوں پر حکومت

احادیث میں متعدد واقعات کا تذکرہ ہے کہ سرورِ عالم نے جب بھی کسی درخت کو حکم دیا تو وہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اگر ٹہنی کو حکم دیا تو وہ کٹ کر حاضر ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ کے سچا ہونے پر یہ دلیل چاہی کہ سامنے والا درخت آپ کی خدمت

میں حاضری دے ۔ آپ نے فرمایا اس درخت کو جا کر کہو تجھے محمد یاد کر رہے ہیں ۔ اس اعرابی نے جب درخت سے حضور کا ذکر کیا تو وہ

تخد الارض خدا فقامت بین	زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہوا
یدیه فاستشهدها ثلاثا	اور تین دفعہ اس نے آپ کے سچا
ثم رجعت الی منبتها ۔	ہونے کی گواہی دی اور پھر اپنے
(شمائل الرسول ، ۱ : ۲۹۷)	اصل مرکز کی طرف لوٹ گیا ۔

حجر و شجر کا اپنے آقا پر سلام

اس سلطنت و حکومت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ حجر و شجر آپ کو سلام عرض کرتے ۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر نکلے ۔

فما استقبله جبل ولا شجر	ہر حجر و شجر استقبال کرتے ہوئے عرض
الا قال السلام علیك یا رسول	کرتا ، السلام علیک یا رسول اللہ
الله . (شمائل الرسول ، ۱ : ۲۱۸)	

۱۲ ۔ اصلِ ہر بُود و بہبود و تُخمِ وجود
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

اصل ۔ مادہ و مرکز ، بود ۔ وجود و ہستی ، بہبود ۔ ترقی و بھلائی ، تخم ۔ بیج ، وجود ۔ حیات و زندگی ، قاسم ۔ تقسیم کرنے والے ، کنز ۔ خزانہ ۔

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر شئے کی اصل

کائنات کی ہر شئے کا وجود اور اس کو نصیب ہونے والی ترقی و بھلائی کا سبب

وذریعہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس ہے کیونکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت آپ ہی کے واسطے اور ذریعے سے تقسیم ہوتی ہے ۔

ہر شئے کی اصل ۔ آپ کا نور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا میرے والدین آقا آپ پر فدا ہوں مجھے اس سے آگاہ فرمائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی شئی کو پیدا کیا ؟ آپ نے فرمایا اے جابر

ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل	اللہ تعالیٰ نے ہر شئے سے پہلے
الاشیاء نور نبیک من نورہ	تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا
(نشر الطیب، باب نور محمدی)	فرمایا ۔

پھر اسے قدرت الٰہی نے جہاں چاہا رہا ۔ اس وقت لوح ، قلم ، جنت ، دوزخ ، فرشتے ، آسمان ، زمین ، سورج ، چاند ، جن و انس کچھ نہ تھا ۔ پھر حب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے ۔ پہلے سے قلم ، دوسرے سے لوح ، تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے کے چار حصے بنائے ۔ پہلے سے حاملان عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے بقیہ فرشتے پیدا کیا پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے آسمان ، دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے ۔

(زرقانی، ۱ : ۴۶)

امام ابوالحسن اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اول ما خلق اللہ نوری ومن	سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور
نوری خلق کل شی ۔	پیدا فرمایا اور میرے نور کی برکت سے
(مطالع المسرات)	ہر شئی پیدا فرمائی ۔

محدث ابن الجوزی نے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے :

اول ما خلق اللہ نوری و من نوری خلق جمیع الکائنات ۔ (بیان المیلاد النبوی ۲۴)	سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا پھر میرے نور کے فیض سے تمام کائنات کو وجود بخشا ۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

(سب سے پہلے اور اصل آپ کا وجود ہے باقی جو کچھ ہے وہ آپ کی فرع ہے)

قاسمِ کنزِ نعمت

ہر شے کو ازل تا ابد جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور ہی کے ہاتھوں مل رہا ہے ۔ اس شانِ اقدس کا اظہار آپ نے ان کلمات میں فرمایا :

انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی ۔ (البخاری ۱: ۴۳۹)	میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرمانے والا ہے ۔

جس طرح اللہ کی عطا مخصوص نہیں اسی طرح آپ کی تقسیم بھی مخصوص نہیں، اللہ تعالیٰ ہر شے عطا فرماتا ہے اور آپ ہر شے تقسیم کرتے ہیں ۔

صرف علم کے ساتھ مخصوص نہیں

اعلحضرت نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا قاسم کہا ہے ۔ مذکورہ حدیث اس کی تائید کر رہی ہے کیونکہ اس میں عطا اور تقسیم دونوں کو عام رکھا گیا ہے مگر بعض لوگ اسے علم کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اس لئے ہم دو مسلم شارحین کی رائے ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں عموم ہے ۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا مانگو میں نے عرض کیا آقا جنت میں آپ کی خدمت نصیب ہو فرمایا: اس کے علاوہ بھی کچھ! عرض کیا بس یہی کافی ہے فرمایا کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو (المسلم، باب فضل السجود)

اس حدیث کی شرح میں شیخ المحدثین ملا علی قاری المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

ویوخذ من اطلاقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الامر بالسؤال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق۔ (مرقاۃ المفاتیح، ۱: ۵۵۰)

آپ نے مانگنے کا حکم بغیر کسی پابندی کے دیا کہ جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس بات پر قادر کر دیا ہے کہ وہ اللہ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی یہی بات ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔ (اشعۃ اللمعات، ۱: ۳۹۶)

یہ کہہ کر کہ مانگ سوال کو مطلق رکھا کسی خاص مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور حضور کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جس کے لئے چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا کرتے ہیں۔

۱۳۔ فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

فتح کھولنا، باب۔ دروازہ، نبوت۔ پیغمبری، ختم۔ انتہا، دور۔ زمانہ، رسالت۔ پیغمبری۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی کرم وفضل سے نبوت کا افتتاح آپ ہی کی ذات سے کیا اور اختتام بھی آپ ہی کی ذات پر فرمایا اس شعر میں اعلیٰحضرت نے آپ کی اس عظمت کا تذکرہ کیا ہے۔

سب سے پہلے نبی آپ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام سے یہاں عہد ومیثاق کا ذکر فرمایا ہے وہاں سب سے پہلے آپ کا ذکر ہے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ.

اے حبیب یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا آپ سے، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے

(الاحزاب، ۷)

دنیا میں پہلے تشریف آوری کے باوجود ان انبیاء کا تذکرہ بعد میں اور حضور علیہ السلام کا پہلے کیا سبحان الذی اسریٰ کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے حبیب!

جعلتکَ اول النبیین خلقاً و آخرھم بعثاً و جعلتکَ فاتحاً و خاتماً۔ (ابن کثیر، ۳: ۲۰)	میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ کو بنایا مگر ان تمام کے آخر میں مبعوث کیا اور میں نے تجھے ہی افتتاح کرنیوالا اور انتہا کرنے والا بنایا۔

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے اجتماع میں حضور علیہ السلام نے اپنے صدارتی خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرمایا:

شرح لی صدری و وضع عنی وزری و رفع لی ذکری و جعلنی فاتحاً و خاتماً۔ (مدارج النبوۃ ۱: ۱۶۳)	اس نے مجھے شرح صدر کی دولت عطا فرمائی۔ میرے تمام بوجھ ختم کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے نبوت و رسالت کا افتتاح اور اختتام کرنے والا بنا دیا۔

حدیث کے الفاظ "فاتحاً و خاتماً" ملاحظہ کرنے کے بعد اعلیٰحضرت کے الفاظ "فتح باب نبوت" اور "ختم دور رسالت" کو پڑھیے تو از خود آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ اس ارشادِ نبوی کا ترجمہ ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا آقا آپ نبی کب بنائے گئے تو آپ نے فرمایا میں اس وقت سے نبی ہوں۔

و آدم بین الروح و الجسد (الترمذی، باب ماجاء فی فضل النبی)	کہ آدم ابھی روح و جسم کے درمیان تھے۔

یعنی ابھی ان کا جسدِ خاکی نہ تھا تو میں درجہ نبوت پہ فائز تھا۔

سب سے آخری نبی بھی آپ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ	محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ	نہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول اور آخری
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ	نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الاحزاب)	والا ہے۔

حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ہر نبی کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت رہی مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوگی تو دروازہ نبوت بند کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس اور آپ پر نازل کردہ شریعت کو اتنا کامل بنا دیا کہ تا قیامت ان سے کامل رہنمائی و ہدایت میسر آتی رہے گی۔ لہٰذا اب دروازہ نبوت کو کھلا رکھنے کا کوئی معنی ہی نہ تھا۔ اسی طرف قرآن مجید نے اپنے ان مبارک کلمات کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج میں نے تمہارے لیے تمہارا
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ	دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	کر دی اور میں نے بطور دین اسلام
(المائدہ، ۵:۳)	کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

الغرض جب سلسلہ نبوت و رسالت (جو رحمت و خیر کا ذریعہ ہے) کے افتتاح کا موقعہ تھا تو آپ کو سب سے پہلے نبوت عطا فرمائی اور جب سلسلہ نبوت و رسالت اپنے کمال و انتہا کو پہنچا تو آپ کو مبعوث کر دیا گیا۔ گویا تمام مخلوق کے لیے ذریعہ رحمت، ازل تا ابد آپ ہی کی ذات مبارکہ ٹھہری۔

۱۴۔ شرقِ انوارِ قدرت پہ نوری درود
فتقِ ازہارِ قربت پہ لاکھوں سلام

شرق۔ چمک دمک، انوار قدرت۔ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات، فتق۔ کھلنا،

ازہار۔ کلیاں، قربت۔ نزدیک ہونا۔

کائنات میں آپ ہی کی ذات ہے جو نور باری تعالیٰ کے فیض سے بلاواسطہ تخلیق ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا کامل مظہر و مرکز اور سراپا نور ٹھہری، اور آپ کی تخلیق سے قربت و معرفتِ باری تعالیٰ کی راہیں کھلیں۔

شرحِ انوارِ قدرت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے سراپا کو نور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ بلاشبہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی۔

نور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ آپ اس عالم شہادت و دنیا میں انسانیت کی بھلائی کے لیے اگرچہ لباس بشریت میں تشریف لائے مگر آپ کی مبارک بشریت بھی نور سے مغلوب رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اشیاء جو آپ کے جسم اقدس کی صحبت میں رہنے کے بعد بصورت فضلہ خارج ہوتیں ان میں بجائے بدبو پیدا ہونے کے پہلے سے بھی زیادہ مہک اور خوشبو پیدا ہو چکی ہوتی تھی۔ جس زمین کے ٹکڑے کو آپ بول و براز کے لیے منتخب فرماتے وہاں سوائے خوشبو کے اور کچھ محسوس نہ ہوتا۔ آپ کی ذات اقدس پر انوار باری کا یہ عالم تھا کہ ہر دیکھنے والا محسوس کرتا کہ یہ عظیم اور کامل انسان ہیں۔ اعلحضرت ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ نور کا حقیقتاً اطلاق آپ کی ذات ہی پر ہوتا ہے اور باقی چونکہ آپ کے نور کے فیض سے ہیں لہٰذا ان پر بھی مجازاً نور کا اطلاق ہوتا ہے

وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا ... یوں مجازاً چاہیں جسکو کہدیں کلمہ نور کا

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا اس علاقے سے ان پہ نام سچا نور کا

وجود و قدرتِ باری پہ قطعی دلیل

یوں تو کائنات کی ہر شے اپنے خالق و مالک کے وجود و قدرت پہ واضح دلیل ہے لیکن اگر قرآن مجید نے کسی کو قطعی اور آخری دلیل قرار دیا ہے تو وہ وجودِ مصطفوی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ (النساء، ۴: ۱۷۴)

اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس برہان آگئی اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا ہے۔

امام راغب اصفہانی لفظ برہان پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دلیل پانچ طرح کی ہوسکتی ہے:

۱۔ جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو۔

۲۔ جس میں کذب کا غالب امکان ہو۔

۳۔ جس میں صدق کا احتمال غالب ہو۔

۴۔ جس میں جھوٹ یقینی ہو۔

۵۔ ایسی دلیل جو ہمیشہ قطعی طور پر صدق پہ ہی دلالت کرے۔

بس آخری دلیل کو "برہان" کہا جاتا ہے۔

البرهان اوكد الادلة وهو الذي يقتضي الصدق ابدا لا محالة (المفردات ۵۰)

سب سے قطعی اور پختہ دلیل کو برہان کہا جاتا ہے اور یہ یقینی طور پہ صدق کا ہی تقاضا کرتی ہے۔

فنق از ہار قربت

تمام مخلوق کے لئے معرفت باری کا ذریعہ جو شے بنی وہ آپ کا نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے تخلیق نہ فرماتے تو نہ کوئی مخلوق ہوتی اور نہ ہی کوئی صاحب معرفت، حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لولاک لما اظهرت الربوبية — اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار ہی نہ کرتا۔

دوسرے مقام پر حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كنت كنزاً مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ — میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۶)

امام عبدالکریم الجیلیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ مخلوق حادث ہونے کی وجہ سے میری ذات کی معرفت حاصل نہیں کر سکے گی۔

فخلق من تلك المحبة حبيبًا اختصه لتجليات ذاته وخلق العالم من ذلك الحبيب لتصح النسبة بينه وبين خلقه فيعرفوه بتلك النسبة۔ — تو اس نے اس محبت سے اپنے حبیب کو پیدا کیا اور انہیں تجلیاتِ ذات کے فیض کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اس حبیب سے آگے تمام عالم کو پیدا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک نسبت قائم ہو جائے اور وہ اس حوالے اور نسبت سے اپنے خالق کی معرفت پا سکے۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۶)

تم نے برنگِ فلق جیبِ جہاں کر کے شق
نور کا تڑکا کیا، تم پہ کروڑوں درود

اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان "و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق نسبت محمدیہ کی بنا پر ہے۔

تخصيص الحديث بذكر آدم دليل واضح بان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان واسطةً بين الله تعالىٰ و بين آدم حتى بعث آدم نبيا لاجل النسبة المحمدية و اذا كان آدم معه صلى الله عليه وسلم بهذه المثابة فما قولك فى ذريته اذ ذاك من باب الاولىٰ و ولهذا اخذ الله الميثاق على النبيين ان يؤمنوا و ينصروه

حدیث میں حضرت آدم کا ذکر واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اور آدم کے درمیان واسطہ ہیں حتی کہ حضرت آدم کو نسبت محمدیہ کی وجہ سے نبی بنایا گیا۔ جب تمام کے جد امجد حضرت آدم کا یہ معاملہ ہے تو ان کی اولاد کا معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے آپ پر ایمان اور آپ کے ساتھ مدد کا عہد لیا تھا۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۶)

الغرض اگر مخلوق کے لئے اپنے خالق کی معرفت کی راہ کھلی تو وہ ذات محمدی کے

واسطے سے کھلی۔ اب اگر کوئی اس واسطہ کے بغیر معرفت باری کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

امام اہلِ محبت آپ کے اسی مقام کی نشاندہی یوں بھی کرتے ہیں:

سب تمہارے در کے رستے
ایک تم راہِ خدا ہو

سب تمہارے آگے شافع
تم حضورِ کبریا ہو

سب کی ہے تم تک رسائی
بارگہ تک تم رسا ہو

۱۵۔ بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل!
جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

بے سہیم۔ لاشریک، قسیم۔ حصہ دار، عدیل۔ برابر و ہم رتبہ، مثیل۔ ہم مثل، جوہرِ فرد۔ جو تقسیم نہ ہو، عزت۔ مقام و مرتبہ۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اس نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذات وصفات میں بےمثل فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنانا شرک فی التوحید ہے اسی طرح حضور کی ذات وصفات میں کسی کو آپ کے مثل قرار دینا شرک فی النبوۃ ہے اور یہ دونوں ہی ظلم ہیں۔ امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ آج لوگ شرک فی التوحید کی بات تو کرتے ہیں مگر شرک فی النبوت کا

خیال ہی نہیں رہا۔ اعلحضرت نے اس مقام پر حضور علیہ السلام کے بارے میں اس عقیدہ کا اظہار کر کے امت کو متوجہ کیا ہے کہ اللہ کے حبیب کی ذات بے مثل ہے آپ کی کوئی نظیر و مثیل نہیں۔

وصفِ ختم نبوت اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے اوصاف کاملہ بیان فرمائے ہیں جو آپ ہی کا حصہ ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی اور میں ان کا پایا جانا محال ہے مثلاً آپ کے وصفِ ختم نبوت کے بارے میں فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ	محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ
مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ	نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری
اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ	نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے
كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا	والا ہے۔ (الاحزاب)

اس آیت کریمہ سے آپ کے بے مثل ہونے پر استدلال یوں ہے کہ اگر آپ کی مثل ممکن ہو تو وہ بھی وصف ختم نبوت کے ساتھ متصف ہوگی یا نہیں اگر وہ اس وصف کے ساتھ متصف نہیں تو وہ آپ کی مثل نہیں اور اگر وہ بھی اس وصف سے متصف ہے تو پھر آپ ہی کا خاتم ہونا درست نہ رہا۔ حالانکہ باری تعالیٰ اعلان فرما رہے ہیں کہ خاتم آپ ہی ہیں۔ امام بوصیری نے آپ کی اسی عظمت کو یوں بیان کیا۔

منزہ عن شریك فی محاسنہ　　فجوهر الحسن فیہ غیر منقسم

(اوصاف کاملہ میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔ آپ کا ظاہری و باطنی حسن بے مثال ہے)

تم میری مثل نہیں ہو سکتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ ظاہری میں اکثر پے در پے بغیر افطار کے روزہ رکھتے یعنی دن کی طرح رات کو بھی روزہ ہوتا۔ ایک مرتبہ صحابہ نے آپؐ کی اتباع کرتے ہوئے اسی طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ لیکن ان پر کمزوری کا ایسا غلبہ ہوا کہ نماز میں قیام دشوار ہو گیا۔ اگر بیٹھ جاتے تو اٹھنا مشکل ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمالیا تو آپؐ نے ان کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ ان میں سے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ خود یہ روزے رکھتے ہیں، ہمیں منع فرمارہے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

ایکم مثلی انی ابیت — تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو!

یطعمنی ربی ویسقینی — میں رات اس حال میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

یعنی تم میں ان روزوں کی قوت نہیں۔ رہی میری ذات تو اس کا معاملہ تمہاری طرح نہیں۔ اس پر اپنے آپ کو قیاس نہ کرو۔

تمام امت سے افضل صحابہ کا مقام ہے جب وہ آپ کی مثل نہیں ہو سکتے تو کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا صحیح مفہوم

بعض لوگ قرآن مجید کی وہ آیات جن میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بشریت مبارکہ کا تذکرہ کیا ہے پڑھ کر کہتے ہیں کہ جب حضور نے اپنے آپ کو ہماری مثل کہا ہے تو ہم کیوں نہ کہیں۔ اس معاملہ میں چند گذارشات قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے بطور تواضع اپنے آپ کو ہماری مثل کہا ہے تو ہمارے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو اپنی مثل کہیں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ

نے حضرت عمر کو بھائی کہہ کر پکارا مگر ساری عمر حضرت عمر نے آپ کو بھائی نہیں کہا نہ مثلیت کا دعویٰ کیا بلکہ ہمیشہ اپنا آقا و مولیٰ ہی کہا۔

۲۔ مثل کہنے سے یہ لازم نہیں کہ دونوں کی ماہیت و حقیقت بھی ایک ہو جائے اور ان میں کوئی فرق ہی نہ رہے۔ علامہ محمد اشرف سیالوی اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں۔

" یہ مسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صورتِ بشری میں تشریف لائے لیکن یہ کہاں کا قاعدہ ہے کہ صورت میں اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہوتا ہے یا احکام میں یکسانیت کو۔ دیکھیے شہید کا زخم قیامت کے دن تازہ ہوگا۔ اس سے خون رستا ہوا محسوس ہوگا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللون لون الدم والریح ریح المسك۔ رنگت خون کی ہوگی لیکن اس میں کستوری کی خوشبو ہوگی، تو معلوم ہوا اس کے احکام اس خون سے جدا اور اس کی حقیقت بھی اس خون سے جدا۔ اس طرح جنت میں اہل جنت کے سامنے پھل پیش کئے جائیں گے تو وہ دوسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کو پہلوں کی مثل اور تیسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کو دوسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کی مثل دیکھ کر کہیں گے " هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (یہی تو ہم پہلے کھا چکے ہیں) پھر ان کو کیوں لائے ہو اور ہر بار یہی مغالطہ ان کو لگے گا جس طرح فرمایا: كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (جب کبھی ان کو جنت میں سے پھل بطور رزق پیش کئے جائیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہم کو اس سے قبل دیئے گئے تھے۔) حالانکہ حقیقت حال یہ تھی وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا۔ ان میں محض صورت و شکل میں مشابہت تھی نہ کہ حقیقت و ماہیت میں اور آثار و احکام میں اگر جنت کے پھل ظاہری صورت و شکل میں متشابہ و متماثل ہونے کے باوجود حقائق و ماہیات اور آثار و احکام میں مختلف ہو سکتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو شہباز لامکانی ہیں

لحاظ سے مختلف کیوں نہیں ہو سکتے ! (تنویر الابصار، ۱۳۱)

۲۔ اگر "بشر مثلکم" کہا ہے تو ساتھ ایک ایسا امتیازی وصف "یُوحیٰ اِلَیَّ" بھی تو ذکر کیا گیا ہے۔ جس نے حضور کی اور ہماری بشریت میں خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔ ہماری نظر اس پر کیوں نہیں پڑتی۔ ہماری بشریت تو چوپایوں سے بھی بد تر ہو سکتی ہے۔ قرآن ہی نے بیان کیا ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔ (بگڑے ہوئے انسان چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بد تر ہوتے ہیں) تو پھر ہماری بشریت ان کی مثل کیسے ہو سکتی ہے۔ "یوحی الی" نے واضح کر دیا کہ ان کی بشریت بلا واسطہ اللہ عز وجل سے اور تمام مخلوق ان کے در سے فیض پاتی ہے تو وہ محض بشر نہیں بلکہ افضل البشر اور خیر البشر ہیں۔

اس موضوع پر دو کتب "امتناع نظیر"[1] علامہ فضل حق خیر آبادیؒ اور "بے مثل بشر" مولانا محمد اعظم نوشاہیؒ کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔

۱۶۔ سرِ غیبِ ہدایت پہ غیبی درود

عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام

سر۔ راز، غیب۔ ہر وہ مخفی شے جس کا ادراک عقل وحواس سے نہ ہو سکے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے، ہدایت۔ ابتدا، غیبی۔ عالم الغیب کی طرف منسوب، عطر۔ خوشبو، جیب۔ سینہ ودل، نہایت۔ انتہا۔

---

[1] یہ کتاب تقریباً ایک صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ کاش کوئی اہل محبت وثروت اسے دوبارہ طبع کروا دے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت و ہدایت کا خزانہ و مرکز آپ کی ذات ہے۔ اس کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی۔ اس کائنات میں اگر کسی کو معرفت نصیب ہوئی ہے تو وہ آپ ہی کے وسیلے سے ہوئی ہے سابقہ اشعار کے تحت گذر چکا ہے کہ آپ کے نور اقدس کے بغیر ذات باری سے کوئی نسبت قائم ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ کے اس مقام کا ذکر ایک حدیث قدسی میں ان الفاظ میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

انت نور نوری وسر سری و	آپ میرے نور کا نور، میرے راز
کنوز ھدایتی وخزائن	کا راز، میری ہدایت کا مرکز اور
معرفتی جعلت فداك ملکی	میری معرفت کا خزانہ ہو میں نے عرش
من العرش الی ماتحت الارضین	تا تحت الثریٰ تجھ پر قربان کر دیا۔
کلھم یطلبون رضائی وانا	تمام میری رضا اور میں تیری رضا
اطلب رضاك یا محمد۔	چاہتا ہوں۔

(تجلی الیقین، ۵۱)

وسیلۂ ایمان بالغیب

اگر ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود اور وحدہ لاشریک ہے جنت و دوزخ، حشر و نشر، پل صراط اور قیامت کے تمام مناظر پر یقین رکھتے ہیں تو اس کی بنیاد سوائے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہے؟ آپ ہی کی ذات پر اللہ تعالیٰ نے ان امور کو منکشف فرمایا اور آپ نے تمام مخلوق کو آگاہ فرمایا۔ قرآن مجید میں غیوب باری تعالیٰ پر مطلع کرنے کے حوالے سے فرمایا:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ — غیب جاننے والا اپنے غیب پر کسی

اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن) کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے رسول کو جسے وہ چن لے۔

یعنی رسول ہی کی ذات ایسی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے مخفی معاملات کے راز کھول دیتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے ان حقائق کا مشاہدہ عطا فرماتا ہے جن سے کوئی دوسرا آگاہ نہیں ہو سکتا اور رسول کے بتائے ہوئے حقائق پر ایمان لانا فرض ہے۔ قرآن مجید نے اسے ایمان بالغیب سے تعبیر کیا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرہ) — (یہ قرآن) ہدایت ہے ایسے صاحب تقویٰ لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

یہاں غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری آنکھوں سے اس طرح اوجھل ہیں کہ ہم انہیں کسی ذریعہ سے دیکھ نہیں سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ، پل صراط، میزان اور عذاب قبر ـــــ مگر ان سب پر ایمان لانا فرض و لازم ہے کیونکہ ہم اگرچہ اپنے عقل و حواس سے ان کا ادراک نہیں کر سکتے مگر اللہ کا رسول ان پر مطلع ہو کر ہمیں آگاہ کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے یہاں غیب سے مراد ہی وہ اشیاء لی ہیں جن کی اطلاع نبی دیتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی "یؤمنون بالغیب" کے تحت لکھتے ہیں:

الغیب ما لا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداھۃ العقول وانما یعلم بخبر الانبیاء علیھم السلام۔ — غیب ہر وہ مخفی حقیقت ہے جس کا ادراک حواس اور عقل نہیں کر سکتے، اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔

(المفردات ۳۷۰)

شیخ المحدثین حضرت قاضی عیاض مالکی نے "نبوت" کا معنی یوں کیا ہے:

النبوة هی الاطلاع علی الغیب۔ (الشفاء) — غیبی امور پر مطلع ہوتا ہی نبوت ہے۔

شیخ محمد جمال الدین قاسمی نے معنیٔ نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

وهو يتضمن ان الله ينبه بالغيب وانه ينبئه الناس بالغيب (قواعد التحدیث، ۶۲) — یہ اس بات پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو غیب پر اور نبی دیگر لوگوں کو غیب کے بارے میں آگاہ کرتا ہے

اسی تقاضے کے پیش نظر مفسرین نے نبی کا معنی "غیب کی خبریں دینے والا" کیا ہے۔

عطرِ حبیب نہایت

جس طرح معرفت باری تعالیٰ میں سب سے مقدم آپ کی ذات ہے اسی طرح اس معرفت میں کامل بھی آپ ہی ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ذات اگر کسی ہستی کو حاصل ہے تو وہ صرف آپ ہی ہیں یعنی اس کائنات میں اگر کسی نے اپنے مشاہدے کی بنا پر کہا کہ اللہ تعالیٰ ہے تو وہ محمد عربی ہی ہیں قرآن نے اسے یوں بیان کیا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى — جو انہوں نے دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، کیا تم اس کے ساتھ اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جسے اس نے دیکھا ہے۔

(النجم)

ایک مقام پر امام اہل محبت اس نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ سب سے غیب الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جب آپ کو اس کا مشاہدہ حاصل ہے تو اور غیب کیونکر مخفی ہو سکتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

۱۷۔ ماہِ لَاہُوتِ خَلوَتْ پہ لاکھوں درود
شاہِ نَاسُوتِ جَلوَت پہ لاکھوں سلام

ماہ۔ چاند، لاہوت۔ مقام فنا فی اللہ مراد عالم باطن، خلوت۔ تنہائی، شاہ۔ سربراہ، ناسوت۔ دنیا، جلوت۔ ظاہر ہونا۔

یہاں حضور علیہ السلام کے عالم باطن اور عالم ظاہر کے مقامات کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی تخلیق فرمائی اور آپ کے نور مقدس کو جہاں چاہا رکھا اور عرصہ دراز (جیسے اللہ ہی جانتا ہے) تک سوائے آپ کے نور کے اور کوئی مخلوق نہ تھی، اللہ کی ذات تھی اور تنہا آپ کی ذات۔ اعلحضرت نے اسی عجیب خلوت اور تنہائی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ماہِ لاہوت خلوت

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کونسی شی پیدا فرمائی تو آپ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو ہر شی سے پہلے پیدا فرمایا:

فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالیٰ۔	وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا تعالیٰ نے چاہا رہا۔

(زرقانی ۱: ۴۶)

ماہِ لاہوت خلوت کی جلوہ افروزی کب ہوئی؟

جیسا کہ اوپر گزرا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ کی تخلیق کب ہوئی اور کتنا عرصہ فقط آپ ہی تھے اور کچھ نہ تھا۔ بعض روایات میں کچھ اشارات ملتے ہیں ان کا تذکرہ ضروری ہے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تخلیق پر روشنی ڈالتے ہوئے صحابہ کو آگاہ کیا:

کنت نوراً بین یدی ربی قبل	میں اپنے رب کی بارگاہ میں تخلیق آدم
خلق آدم باربعۃ عشر الف	سے چودہ ہزار سال پہلے نور کی صورت
عام۔ (زرقانی علی المواہب ۱:۴۹)	میں تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عدد (چودہ ہزار سال) میں کم کی نفی ہے۔ زیادتی کی نفی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت پر نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کی ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو (نشر الطیب ۷)

۲۔ سیرت حلبیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات سے چوتھے پردہ پر ستر ہزار سال کے بعد ایک نوری ستارہ ظاہر ہوتا تھا۔

رأیتہ اثنین وسبعین الف	میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا
مرۃ۔	ہے۔

آپ نے فرمایا: اے جبریل!

وعزة ربي انا ذلك الكوكب	میرے رب کی عزت کی قسم وہ ستارا
(سیرت حلبیہ، ۱: ۴۴)	میں ہی تھا۔

ماہِ لاہوت کی سجدہ ریزی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا عمر جانتے ہو میں کون ہوں؟ پھر خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شی سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا:

فسجد لله فبقي في سجوده سبع مائة عام فاول كل شي سجد لله نوري۔	پس اس نے اللہ کے حضور سجدہ کیا اور وہ سجدہ سات سو سال تک جاری رہا، اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے سجدہ کرنے والا میرا نور ہی تھا۔
(جواہر البحار، ۲: ۳۴۵)	

ماہ لاہوت کی تسبیح و تقدیس

شیخ محمد بن الحاج العبدری، امام ابو عبد الرحمٰن الصقلیؒ کی کتاب الدلالات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور علیہ السلام کے نور انور کو حضرت آدم سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا تو

جعله في عمود امام عرشه يسبح الله ويقدسه	اسے اپنی جلوہ گاہ عرش کے سامنے رکھا جہاں وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہا۔
(جواہر البحار، ۱: ۲۲۵)	

ماہ لاہوت خلوت سے انوار انبیاء کا فیض یاب ہونا

علامہ قسطلانی نے مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم کے نور اقدس کو پیدا کر کے خلعتِ نبوت سے مشرف فرمایا اور آپ کے نور سے تمام انبیاء کے انوار کو پیدا کیا

امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فغشیھم من نورہ وقالوا یاربنا من غشینا نورہ فقال ھذا نور محمد بن عبد اللہ ان امنتم بہ جعلتکم انبیاء۔

(المواہب مع الزرقانی ۱: ۴۰)

اور اسے انوار انبیا علیہم السلام کی طرف دیکھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کے نور نے ان کی طرف دیکھا تو ان تمام کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کیا یہ کس کا نور ہے جس نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے فرمایا یہ محمد بن عبد اللہ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو میں تمہیں نبی بنا دوں گا۔

اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کے نورِ انور کا کام انوار انبیاء کی تربیت تھا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضور کا یہ ارشاد گرامی پڑھا "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کی تخلیق نہ ہوئی تھی" تو خیال آیا کہ اس وقت نورِ نبوی کس حال و شان میں ہوگا؟ میں نے اپنے کریم آقا کے حضور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر اپنے اس فرمان کا معنی واضح فرما دیجئے۔ بس میرا التجا کرنا ہی تھا کہ اچانک حضور کی روح طیبہ مجھ پر اس حالت میں منکشف ہو گئی جس حالت میں وہ تخلیق آدم سے پہلے تھی اور تمام انبیاء و رسل کی ارواح اس سے فیض یاب ہو رہی تھیں۔

(تفہیماتِ الٰہیہ)

شاہِ ناسوتِ جلوت

اللہ تعالیٰ نے اس عالم دنیا میں آپ کو تمام کائنات کا سردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ اپنا خلیفہ اعظم اور نائب قرار دیا۔ آپ کی ذات سے نبوت و رسالت کی انتہا فرما دی اور آپ کی اس سربراہی کے ڈنکے ازل تا ابد بج رہے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایام حمل میں خواب دیکھا جس میں آپ سے یہ کہا گیا:

انک حملت بخیر البریۃ وسید العالمین — آپ کے رحم میں تمام مخلوق سے بہتر اور تمام جہانوں کا سربراہ ہے۔

(دلائل النبوۃ ۱: ۱۳۶)

ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے ایام حمل کے دوران اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا:

انک ستلدین غلاما فسمیہ احمد وھو سید العالمین — عنقریب تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا اور وہ تمام جہانوں کا سردار ہے۔

(سبل الہدیٰ ۱: ۱۲۱)

اصالتِ کل، امانتِ کل، سیادتِ کل، امارتِ کل
حکومتِ کل، ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس پر تفصیلی گفتگو "ہر سزائے سیادت" اور "مقطع ہر سیادت" کے تحت بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۸۔ کنزِ ہر بیکس و بے نَوا پر درود
حرزِ ہر رَفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

کنز۔ خزانہ و سرمایہ ' بےکس۔ محتاج و بے سہارا ' بے نوا۔ غریب ' فقیر '
حرز۔ جائے پناہ ' رفتہ طاقت۔ طاقت کھویا ہوا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر بے سہارا ، مجبور و کمزور اور غریب و فقیر کا سہارا ہے۔ اس کائنات میں سے کسی کا کوئی ہے یا نہیں۔ حضور ہر ایک کے ہیں بلکہ جسے تمام کائنات ٹھکرا دے اسے حضور ہی اپنے سینے سے لگاتے ہیں۔

جس کا کوئی نہیں اس کا میں ہوں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے جس امتی کے دو بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس پر سیدہ عائشہ نے عرض کیا آقا جس کا ایک بچہ فوت ہوا اس کا کیا معاملہ ہوگا۔ فرمایا اسے بھی اللہ تعالیٰ جنت دے گا پھر عرض کیا آقا:

فمن لم یکن لہ فرط من امتک۔ — آپ کے جس امتی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو اس کا کیا بنے گا

آپ نے فرمایا:

فانا فرط امتی۔ — اس امتی کا میں سہارا بنوں گا۔

آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا چونکہ والدین کو بچے کی موت پر تکلیف اذیت ہوتی ہے ' اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت عطا فرماتا ہے حالانکہ

لن یصابوا بمثلی — میرے وصال پہ جو امتی کو تکلیف ہوئی

(الترمذی، کتاب الجنائز) والدین کو اس درجہ کی تکلیف نہیں پہنچتی

اس حدیث سے یہاں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ہر بے کس و بے نوا کے سہارا بنیں گے۔ وہاں اس بات سے بھی آگاہ فرمایا کہ امتی وہ ہے جو حضور کے ہجر و فراق میں اس سے بڑھ کر سوز و درد محسوس کرے جو شفیق والد اپنی فوت ہونے والی اولاد کے بارے میں محسوس کرتا ہے۔

"نو بہار شفاعت" کے تحت گزر چکا ہے کہ میدانِ محشر میں جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر نبی کہے گا "اذھبوا الیٰ غیری" وہاں آپ ہی کی ہستی ہوگی جو فرما رہی ہوگی، انا لھا، انا لھا۔

مولانا حسن رضا بریلوی نے کیا ہی خوب کہا:

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری — مرے حضور کے لب پر انا لھا ہوگا

۱۹- پرتوِ اسمِ ذاتِ اَحَد پر درود
نسخۂ جامعیّت پہ لاکھوں سلام

پرتو۔ عکس، اسمِ ذات۔ اللہ تعالیٰ کا اسم، اَحَد۔ یکتا، نسخہ۔ کتاب، جامعیت۔ ہمہ گیریت، جس میں سب کچھ آجائے۔

آپ کی ذاتِ اقدس ذاتِ باری تعالیٰ کی مظہر ہے اس پہ دلیل یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء ذاتیہ کا پرتو اور عکس ہیں اور آپ کی ذات امکان و وجوب کی صفات کی جامع ہے۔

آپ کا مظہرِ ذاتِ الٰہی ہونا

اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت کے لئے

پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ میں قدیم اور مخلوق حادث اور قدیم و حادث کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں تو وہ میری معرفت کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ لہٰذا وجودِ نسبت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہستی کو پیدا کیا جو اس کی ذاتی تجلیات کا مظہر و مرکز ہو اور اس سے آگے تمام مخلوق کو پیدا کیا تاکہ اس نسبت کے حوالے سے اللہ کی معرفت حاصل کر سکیں۔ امام عبدالکریم الجیلی "کتاب الکمالات الالٰھیہ فی الصفات المحمدیہ" میں اس پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فخلق من تلك المحبة حبيبًا اختصه لتجليات ذاته وخلق العالم من ذلك الحبيب لتصح النسبة بينه و بين خلقه فيعرفوه بتلك النسبة فالعالم مظهر تجليات الصفات و الحبيب مظهر تجليات الذات وكما ان الصفات فرع عن الذات كذلك العالم فرع عن الحبيب فهو صلى الله عليه وسلم واسطة بين الله و بين العالم والدليل على ما قلناه قوله عليه السلام انا من الله و المؤمنون مني۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس "محبت" سے محبوب کو تجلیاتِ ذات کے ساتھ مخصوص فرما کر پیدا کیا اور اس محبوب سے تمام عالم کو پیدا کیا تاکہ خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو اور اس نسبت کے حوالے سے معرفت حاصل کر سکیں پس عالم صفاتی تجلیات کا مظہر اور محبوب ذاتی تجلیات کا مظہر ہے اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہوتی ہے اسی طرح یہ تمام جہان محبوب کی فرع ہیں پس آپ کی ذاتِ اقدس اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر حضور کا یہ ارشادِ گرامی شاہد ہے میں اللہ سے اور مومن مجھ سے ہیں۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۶)

گویا تمام مخلوقِ خدا اللہ تعالیٰ سے نسبتِ مصطفوی کے بغیر فیض یاب ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر کسی نبی کو نبوت، ولی کو ولایت الغرض دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ کی نسبت سے حاصل ہوئی اور ہو رہی ہے اس کی تائید امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ مخلوق میری طاعت سے عاجز ہے۔ انہیں اس عجز سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ تم بغیر واسطہ کے میری طاعت و عبادت نہیں کر سکتے۔

فاقام بینهم و بینه مخلوقاً من جنسهم فی الصورة و البسه من نعته الرأفة والرحمة و اخرجه الی الخلق سفیراً صادقاً و جعل طاعته طاعته و موافقته موافقته قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع الله۔ (الشفاء ۱: ۱۸)	پس اللہ نے اپنے اور مخلوق کے درمیان ایک ایسی ذات کو پیدا کیا جو صورت میں مخلوق کی طرح ہے مگر اسے اپنی صفات مثلاً رافت و رحمت کا لباس پہنا دیا اور انہیں سچا ترجمان بنا کر مخلوق کی طرف مبعوث کیا اور اس کی طاعت کو اپنی، اس کی موافقت کو اپنی موافقت قرار دیدیا ارشاد فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

آپ کے اس ارشاد نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ آپ مخلوق کی جنس محض صورۃً ہیں۔ ورنہ آپ تو اپنے ظاہر و باطن میں صفات باری کا حلہ زیب تن فرماتے ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے یہی بات بڑے ہی احسن انداز میں تحریر فرمائی کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ، اسمائے صفاتیہ اور دیگر کائنات صفات فعلیہ کا مظہر ہے۔

وسید رسل مخلوق است از ذاتِ حق وظہورِ حق دروی بالذات است۔

مگر انبیاء کے تاجدار اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں اور حق کا ظہور آپ میں بغیر کسی واسطہ کے ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ آپ کا دین تمام ادیان سابقہ کے لیے ناسخ بن گیا کیونکہ ظہور ذات کے بعد صفات ماند پڑ جاتی ہیں۔ چونکہ ذات تمام اسمائے صفات سے بلند ہوتی ہے۔ اس لئے آپ کا عروج معراج کی صورت میں فوق العرش ہوا۔

(مدارج النبوۃ، ۲: ۶۰۹)

یہاں تک یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ذاتِ الٰہی کا مظہر ہیں:

پرتوِ اسم ذاتِ اَحد

آپ کے مظہرِ ذاتی ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماءِ ذاتیہ میں سے بعض اسماء سے متصف فرمایا ہے اور یہ عظمت آپ کے علاوہ کسی نبی کو حاصل نہیں۔ امام عبدالکریم الجیلی فرماتے ہیں:

والدلیل علی ان محمدًا ذاتی ومن دونہ صفاتی ھو ان اللہ تعالیٰ لم یسم احد غیرہ من الانبیاء باسمائہ الذاتیہ علی الاطلاق وسمی محمدًا بھا فسماہ بالحق وسماہ بالنور صریحا وغیرہ

اور اس پر دلیل کہ محمد ذاتی اور باقی صفاتی ہیں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے علاوہ کسی نبی کو اپنے ذاتی نام سے نہیں نوازا لیکن حضور کا نام حق اور نور صراحتاً رکھا اور باقی انبیاء کو اسماء صفاتی عطا کیے۔

من الانبیاء لم یسمهم الا
باسماء الصفات ۔

(جواہر البحار ۱: ۲۵۰)

مثلاً حضرت ابراہیم کو حلیم حضرت یحییٰ کو بَرّ کہا مگر ذاتی اسماء صرف حضور کو عطا کیے ۔ نور، حق دونوں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اسماء ہیں مگر ان کا اطلاق قرآن مجید میں حضور کی ذات پر بھی آیا ہے ارشاد فرمایا:

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ۔ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے ۔

آپ پر حق کا اطلاق کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۔

یہاں دونوں مقامات پر الحق سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مدارج النبوۃ ۲: ۶۱۳) ۔

اعلیحضرت نے بھی "پرتو اسم ذات احد" سے آپ کی اسی شان کا بیان کیا ہے ۔ دوسرے مقام پر کہا ۔

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا — نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اسماء ذات سے متصف ہونے سے کیا مراد ہے ؟

یہاں یہ واضح رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی عظمت و کبریائی اور حسن ذات وصفات میں بے مثال ہے کوئی مخلوق ذات وصفات میں اس کے مثل ومشابہ نہیں کیونکہ قدیم اور حادث کی صفات ایک نہیں ہوسکتی ۔ صفاتِ حادث عوارض ہیں اور اللہ تعالیٰ عوارض سے منزہ ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لیس کمثلہ شئ ۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام اسماء وصفات الٰہیہ کا مظہر ہیں یہاں ان اسماء وصفات کا وہ حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا جو باری تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ یہاں وہی مفہوم مراد ہوگا جو حضور کے مقام کے لئے ممکن ہے۔ امام نبہانی اس اہم موضوع پر لکھتے ہیں:

اعلم ان اتصاف رسول الله صلی الله علیه وسلم بالاسماء والصفات الالهیة انما هو علی الوجه الذی یلیق به صلی الله علیه وسلم لا علی الوجه الذی یلیق بالله تعالیٰ من اوصاف الالوهیة المختصه به عزوجل هذا لا یجوز ان یتصف به النبی صلی الله علیه وسلم ولا احد من الخلق ولکن الله تعالیٰ من فضله قد خلع سید خلقه حبیبه الاعظم وعبده الاکرم سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم کثیرا من الاسماء وصفاته العلیا تشریفاً له علیه الصلوٰة

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسماء وصفات الٰہیہ سے متصف ہونا اپنی شان کے لائق ہے نہ کہ اس طریقہ پر جو اللہ تعالیٰ کے شان کے لائق ومختص ہے کیونکہ اس کے تو حضور اور دوسرا کوئی بھی شخص متصف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل ہے کہ اس نے اپنے حبیب اعظم اور عبد اکرم کو اپنے اسماء وصفات عظیمہ سے لوگوں میں امتیاز اور شرف عطا کرتے ہوئے نوازا ہے۔

والسلام بما اختصه به

سائر الانام ۔ (جواہر البحار، ۱: ۲۴۷)

نسخۂ جامعیت

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس مظہر ذاتِ الٰہیہ ہے اور آپ کو اسماء ذات "نورِ حق" کے ساتھ نوازا گیا۔ آپ کی اسی عظمت و شان کو حدیثِ قدسی میں "نسخہ جامعیہ" کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

امام عبدالکریم الجیلی لکھتے ہیں، حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انی قد اخلست من ذاتی نسخة جامعة لاسمائی و صفاتی۔	میں نے اپنی ذات کے فیض سے بلا واسطہ ایک ایسی ہستی کو بنایا جو میرے تمام اسماء و صفات کی اپنی شان کے لائق جامع ہے۔

دوسرے مقام پر آپ کی رحمت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح طیبہ کے واسطہ سے ہر شی کو وجود عطا فرمایا اور اسی کی برکت سے ان میں حصول فیض کی استعداد پیدا کی۔

لیرحم الله به الموجودات الکونیة فیخلقها علی نسخته و یستخرجها من نشأته فخلق منه العرش والکرسی و سائر العلویات والسفلیات لتکون به مرحومة به	اللہ تعالیٰ نے کون و مکاں کے موجودات کو آپ کے پر پیدا کیا پس اس سے عرش، کرسی اور باقی ہر بالا و پست کو بنایا تاکہ وہ بھی مستحق رحمت ہو جائیں اس لئے کہ وہ آپ کی اس ہستی سے پیدا ہیں جو نسخہ عظمیہ ہے

اذ ھی من نشأتہ الکریمۃ
مخلوقۃ علی انموذج نسخۃ
العظمیۃ ولذلک سبقت
رحمۃ اللہ غضبۃ لان
العالم کلہ علی نسخۃ الحبیب
و الحبیب مرحوم۔

اسی لئے اللہ کی رحمت اس کے غضب
پر غالب ہے کیونکہ تمام عالم نسخۂ
سراپا رحمت
ہے۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے مقامات عالیہ میں "امکان و وجوب کا نسخہ جامع ہونا" بھی بیان کیا ہے۔

دراول باعث خلقت عالم است و
درآخر واسطہ ہدایت بنی آدم در باطن
مربی ارواح و در ظاہر متمم اشباح کاسر
ارکان ادیان و دول ناسخ احکام ملل و
نحل، فص خاتم وجود، نقش فص معرفت
و شہود، مقصود معتکفان متصورہ
افلاک، مقصد سالکان مطمورۂ
خاک، متمم مکارم اخلاق، مکمل کاملان
آفاق، حاجز منزلین وجود و عدم،
برزخ بحرین حدوث و قدم جامع نسخہ
امکان و وجوب، موجب رابطہ طالب
و مطلوب، عزیز مصر صمدیت، ملک

آپ اولاً پیدائش عالم کا سبب ہیں،
آخراً ہدایت بنی آدم کا واسطہ باطناً
مربی ارواح ظاہراً مربی اجسام ملت
اور مذہب کے احکام کو منسوخ کرنے
والے، عالم وجود کی انگوٹھی کا نگینہ،
معرفت و شہود کے نگینہ کا نقش،
بلند افلاک میں اعتکاف کرنیوالوں
کا مقصود، خاک نشیں سالکوں کا مقصد،
مکارم اخلاق کی تکمیل کرنے والے،
کاملین آفاق کی تکمیل کرنے والے،
منازل وجود و عدم کے درمیان رکاوٹ،
حدوث و قدم کے دو سمندروں

مملکت احدیت مظہر حقیقت فردانیت
مظہر صورت رحمانیت سر مکتوم غیب
لاہوت، طلسم معلوم گنج جبروت مروّح
ارواح ملکوتیہ، مزین اشباح ناسوتیہ
بدایت خط ولایت نہایت دائرہ نبوت
مظہر اتم رحمت اعم، عقل اول، ترجمان
ازل، نور انوار، سر اسرار ہادی سبل
سید رسل نورانی سر الٰہی حبیب اعلیٰ
صفی اصفی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم:

قطعہ

شاہ رسل شفیع امم خواجہ دو کون
نور ہدیٰ حبیب خدا سید انام
مقصود ذات اوست دگر ہا ہمہ طفیل
منظور اوست دگر ہمگی ظلام
ہر رتبہ کہ بود در امکاں بر وست ختم
ہر نعمتی کہ داشت خدا شد برو تمام
برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں
اسریٰ بعبدہ است من المسجد الحرام
تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم است
کانجا نہ جاست نے جہتے نے نشاں نہ نام
سر نیست بس شگرف دریں جا کہ ہیچ اہل

کا پردہ، امکان و وجوب کا جامع نسخہ، طالب و مطلوب کے رابطہ کا سبب، مصر محمدیت کے عزیز، مملکت احدیت کے بادشاہ حقیقت فردانیت کے مظہر، صورت رحمانیت کے مظہر سر غیب لاہوت کے مخفی راز، جبروت کے گوشہ کے عظیم شاہکار، ارواح ملکوتیہ کو راحت دینے والے اجسام ناسوتیہ کو زینت بخشنے والے۔ خط ولایت کی ابتدا، دائرہ نبوت کی انتہا، مظہر اتم رحمت اعم، عقل اول ازل کے ترجمان، انوار کے نور، رازوں کا راز، راہوں کے ہادی، رسل کے سردار، روشن بلند نور، خوب مزین، محبوب اعلیٰ نہایت ہی منتخب برگزیدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
رسل کے سربراہ، امتوں کے شفیع، دو جہان کے سردار، نور ہدایت، محبوب خدا۔ تمام مخلوق کے سربراہ مقصود فقط ان کی ذات ہے باقی تو سب طفیلی ہیں نور انہیں کا منظور ہے باقی سب تاریکی ہے جو مرتبہ بھی امکان میں تھا وہ ان پر ختم ہے خدا کی تمام نعمتیں

از اشنائے عالم جاں پرس ایں مقام (اخبار الاخیار، ۴-۵) ان پر مکمل ہوئیں۔ جب آپ نے شب معراج عالم امکاں سے قدم اٹھایا جس کا بیان

"سبحان الذی اسری بعبدہ" میں ہے تو اس عالم امکاں سے چل کر میدانِ وجوب تک پہنچے جو عالم کی انتہا ہے اور اسے قرآن نے مسجد اقصیٰ سے تعبیر فرمایا وہاں نہ جگہ ہے نہ سمت اور نہ نام ونشان۔ یہ عجیب پیچیدہ راز ہے۔ خبردار رہ، عالم جاں کے آشنا سے یہ مقام پوچھ۔"

امام اہل محبت آپ کی اسی جامعیت کو ایک مقام پر یوں بیان کرتے ہیں ؎

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبد اِلٰہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۲۰۔ مطلعِ ہر سَعادت پہ اَسعَد درود
مقطعِ ہر سیَادت پہ لاکھوں سلام

مطلع۔ آغاز، سعادت۔ بھلائی وخیر، سعد۔ اعلیٰ، مقطع۔ انتہا، سیادت۔ سرداری وبزرگی۔

غزل کے ابتدائی شعر کو مطلع اور آخری کو مقطع کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر سعادت کی ابتدا آپ کی ذات سے اور ہر عظمت وبزرگی کی انتہا بھی آپ ہی کی ذات پر ہے۔ اس کائنات کا مطلع بھی آپ ہیں اور مقطع بھی۔ پیچھے "قاسم کنز نعمت" کے تحت گزر چکا ہے کہ دنیا میں ہر بھلائی وخیر کی خیرات آپ کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر کا مالک بنایا ہے۔

مطلع ہر سعادت

اس کائنات میں جہاں بھی شرف و کرامت ہے اس کے پس منظر میں آپ ہی کی ذات ہے اگر سیدنا آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنا کر انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا تو نور محمدی ہی کی برکت تھی۔ امام فخر الدین رازی فرشتوں کا حضرت آدم کو سجدہ کرنے کی وجہ واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان الملائکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد کان فی جبھۃ آدم (تفسیر کبیر ج)	ملائکہ کو حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا جو حکم دیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشانی میں نور محمدی تھا۔

ظاہر ہیں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

ہر بھلائی و خیر کا سرچشمہ آپ کی ذات ہے

امام اہل محبت نے حضور کو ہر شے کی اصل اور قاسم نعمت کہتے ہوئے یہ بھی کہا کہ کائنات میں ہر بھلائی و خیر کا سرچشمہ اور مرکز آپ ہی کی ذات اقدس ہے کیونکہ خیر کثیر کے مالک آپ ہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ — اے حبیب ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔

مفسرین نے الکوثر کی تفسیر "خیر کثیر" کی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ آپ کی رسالت و نبوت کی برکات کے بارے میں رقمطراز ہیں

اتانا ببرکة رسالته ویمن سفارته خیر الدنیا والاخرة ـــــ وان کل خیر فی الارض فمن اثار النبوات (الصارم المسلول ، ۲۵۰)	اللہ تعالیٰ نے حضور کی رسالت کی برکت، آپ کی سفارت کی سعادت سے ہم کو دنیا و آخرت کی خیر سے نوازا ہے ـــــ بلاشبہ زمین کی ہر چیز آثارِ نبوت سے ہے ۔

شیخ ابن قیم نے اس سے بڑھ کر کہا :

ان کل خیر نالته امته فی الدنیا والاخرة فانما نالته علی یده صلی اللہ علیہ وسلم (زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ، ۳۷۳)	دنیا و آخرت میں امت کو جو خیر بھی ملی وہ آپ کے ہی ہاتھوں ملی ہے ۔

مفکرِ اسلام علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا :

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

مقطع ہر سیادت

اللہ تعالیٰ نے جتنے درجات اور مراتب اس کائنات میں تخلیق فرمائے وہ کامل اور اپنی انتہا پر اگر کسی ذات میں جمع ہیں تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے ۔

میں اولین و آخرین کا سردار ہوں

اس سیادت کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعدد مرتبہ فرمایا آپ کے

چند ارشادات مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

ترمذی و دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ حضور کے انتظار میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم اللہ کے صفی ہیں۔ حضور تشریف لائے۔ فرمایا: میں نے تمہاری تمام گفتگو سنی ہے۔ واقعۃً یہ اللہ کے تمام پیغمبر انہی مقامات کے مالک تھے جو تم نے بیان کئے۔ سنو!

انا اکرم الاولین والاٰخرین علی اللّٰہ ولا فخر۔ — اللہ تعالیٰ کے ہاں میں اوّلین و آخرین میں سب سے معزز ہوں مگر فخر نہیں

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

انا اکرم ولد آدم علی ربی — میرا مقام میرے رب کے ہاں تمام اولاد آدم سے بڑھ کر ہے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس ہی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

انا سید ولد آدم فی الدنیا وفی الاخرۃ ولا فخر۔ — میں دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گر فخر نہیں۔

(دلائل النبوۃ ۱۰: ۶۵)

مقام محبوبیت پر فائز ہونا

اس سے بڑھ کر سیادت کا کیا مقام ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام

محبوبیت عطا فرمایا ہے ۔ ترمذی اور دارمی کے حوالے سے جو حدیث اوپر گزری کہ صحابہ مختلف انبیاء کے مقامات کا تذکرہ کر رہے تھے اسی میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان تمام کے مقامات حق ہیں مگر میرے بارے میں آگاہ ہو جاؤ ۔

الا و انا حبیب اللہ ولا فخر — میں اللہ کا حبیب ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے مقام محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص آپ کی اتباع کر لے اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ (آل عمران)	اے نبی بتا دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری اتباع کر لو ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور وہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا

آپ کے مقام سیادت پر کچھ گفتگو "اس سرائے سیادت" کے تحت گزر چکی ہے ۔

۲۱ ۔ خَلق کے دادرَس سب کے فریاد رَس
کہفِ روزِ مُصیبت پہ لاکھوں سلام

خلق ۔ تمام مخلوق ، دادرس ۔ مدد کرنے والے ، منصف ، فریادرس ۔ فریاد سننے والے ، کہف ۔ جائے پناہ ، روز مصیبت ۔ روز قیامت ۔

ح آپ کی ذات اقدس تمام خلقِ خدا کے لئے دادرس ۔ ہر آڑے وقت میں فریاد رسی کرنے والے اور روز قیامت جائے پناہ ہے ۔

آپ کی دادرسی و فریاد رسی کے چند مناظر

آپ کی دادرسی و فریاد رسی کا دامن مخلوقِ خدا کے لئے قیامت تک پھیلا ہے۔ تاہم چند مناظر کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ابوجہل سے رقم لے کر دی

امام ابونعیم نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ اراش کا ایک شخص شہر مکہ میں اونٹ بیچنے کے لئے لایا۔ ابوجہل نے اس سے اونٹ خرید لیا مگر رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا وہ دادرسی کے لئے حرم کعبہ آیا۔ حضور علیہ السلام بھی حرم کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے قریش کو مخاطب کر کے دادرسی چاہی۔ میں غریب، مسافر ہوں۔ ابوالحکم بن ہشام سے میری رقم دلوا دیں۔ ان تمام نے بطور شرارت کہا وہ گوشے میں جو شخص بیٹھا ہے اس کے پاس جا۔ وہ شخص آپ کے پاس چلا گیا اور دادرسی چاہی۔ فرمایا: ابھی چلتے ہیں۔ جب حضور اس شخص کو ساتھ لے کر ابوجہل کی طرف روانہ ہوئے تو کفار نے بھی ایک نمائندہ پیچھے بھیجا تاکہ دیکھے کیا ہوتا ہے؟ آپ نے دستک دی۔ اندر سے پوچھا کون؟ فرمایا: محمد۔ آپ کا نام سنتے ہی رنگ فق ہو گیا اور فی الفور باہر آگیا۔ آپ نے فرمایا:

اعط هذا الرجل حقه — اس شخص کا حق ادا کر

کہنے لگا ابھی آپ کے سامنے کر دیتا ہوں۔ اس نے اسی وقت قرض ادا کر دیا۔ رپورٹر نے آکر بتایا وہاں تو عجیب معاملہ ہوا۔ جب آپ نے دستک دی تو

فخرج الیه وما معه روحه — ابوجہل اس طرح سامنے حاضر ہوا گویا اس کی روح اڑ گئی۔

حکم سن کر اس نے فی الفور قرض ادا کر دیا :

تھوڑی دیر بعد ابوجہل آیا تو اس سے پوچھا یہ کیا ہوا ؟ تو نے کیوں بات مان لی وہ کہنے لگا۔ جب آپ نے دستک دی تو مجھ پہ رعب طاری ہوگیا جس کی بنا پہ میں ان کی بات ماننے پر مجبور ہوگیا۔ (دلائل النبوۃ ، ۱ : ۲۱۴)

اس میں نہایت ہی قابل توجہ بات یہ ہے کہ دادرسی چاہنے پر یہ بھی نہ خیال فرمایا کہ میں کس کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ میرا جانی دشمن ہے۔ وہ میری بات کیسے مانے گا۔ ان تمام چیزوں سے بالاتر ہو کر آپ نے اس غریب مسافر کی دادرسی فرمائی۔

اس بارگاہ میں صرف انسانوں ہی کی دادرسی و فریادرسی نہیں ہوتی بلکہ کائنات کی ہر شی کے سر پہ ہاتھ رکھا جاتا ہے۔

ہرنی کی دادرسی

حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ تھے۔ ہمارا گزر ایک اعرابی کی شکارگاہ سے ہوا۔ یہاں اس نے ایک ہرنی کو جال میں شکار کر رکھا تھا۔ جب اس ہرنی نے آقائے دو جہاں کو دیکھا تو پکار اٹھی، یا رسول اللہ اس اعرابی نے مجھے شکار کر لیا ہے۔

ان لی اولاداً و انا ارضعھم	میری اولاد ہے۔ میں انہیں دودھ
و انھم الان جیاع فأمر ھذا	پلاتی ہوں اس وقت میرے بچے
ان یخلینی حتی اذھب فارضع	بھوکے ہیں۔ اسے فرمائیے کہ مجھے اجازت
اولادی و اعود	دے تاکہ میں دودھ پلا کر واپس لوٹ آؤں

آپ نے فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو عرض کرنے لگی آقا اگر میں واپس نہ آؤں ،

فلعنتی اللہ کمن تذکر بین یدیہ فلا یصلی علیکؐ۔

تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص کی طرح ہو جس کے سامنے آپ کا مبارک نام لیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔

آپ نے شکاری سے فرمایا اسے چھوڑ دے میں ضامن ہوں، ہرنی چلی گئی اور دودھ پلا کر جلد ہی واپس آگئی۔ فرمایا اے شکاری کیا تو اسے میرے ہاتھ بیچ نہیں دیتا؟ عرض کیا آقا میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ آپ نے اسے آزاد فرما دیا۔ حضرت زید اس کے الوداع ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں

فانا واللہ رأیتھا تسیح فی الارض وھی تقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔

اللہ کی قسم میں نے دیکھا وہ یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئی " میں گواہی دیتی ہوں اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد اللہ کے برحق رسول ہیں"۔

اس کے بعد جبریل امین آپ کی خدمت میں آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے:

وعزتی وجلالی انا ارحم بامتکؐ من ھذہ الظبیۃ باولادھا وانا اردھم الیکؐ کما رجعت الظبیۃ الیکؐ۔

(دلائل النبوۃ، ۱: ۳۷۵)

(القول البدیع: ۴۴)

مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اس ہرنی کو اپنے بچوں سے جو محبت ہے میں اس سے کہیں بڑھ کر آپ کی امت پر رحم کرنے والا ہوں اور میں امت کو اسی طرح آپ کے سپرد کر دوں گا جس طرح یہ ہرنی آپ کی طرف واپس آئی ہے۔

اونٹ کی دادرسی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصاری کی حویلی میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے رسولِ خدا کو دیکھا:

حن الیہ و ذرفت عیناہ — تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔

آپ نے اس کی فریاد سنی اور پوچھا یہ کس کا اونٹ ہے۔ انصاری نوجوان نے کہا آقا میرا ہے آپ نے اسے سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے اللہ کا خوف نہیں۔

فانہ شکا الی انک تجیعہ۔ — یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے۔

(حجۃ اللہ، ۵۸۰)

کہف روزِ مصیبت

روزِ قیامت ہر شخص کے لئے جائے پناہ آپ ہی ہوں گے۔ ہر مشکل موقعہ اور موڑ پہ آپ کا سہارا ہوگا۔

میدانِ محشر میں سب سے زیادہ مشکل مقامات و مراحل تین ہیں جہاں کوئی کسی کا نہیں بنے گا۔ لیکن کریم آقا ان میں سے ہر مقام پہ مشکل کشائی فرما رہے ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کریم آقا سے اپنی شفاعت کا وعدہ لیا۔ جب آپ نے وعدہ فرمالیا، اس کے بعد آقا اور غلام کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی:

اين اطلبك؟ — یارسول اللہ آپکو کہاں تلاش کروں؟

فرمایا

اول ما تطلبنی علی الصراط۔ — سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔

عرض کیا

فان لم القک علی الصراط؟ — اگر میں پل صراط پر نہ مل سکوں؟

فرمایا

فاطلبنی عند المیزان۔ — میزان کے پاس آجانا۔

عرض کیا

فان لم القک عند المیزان؟ — اگر وہاں ملاقات نہ کر سکوں تو؟

فرمایا

فاطلبنی عند الحوض۔ فانی لا اخطی ھذہ الثلاثۃ مواطن (شرف الامۃ المحمدیہ، ۲۳۲) — مجھے حوض کوثر پر تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات کو نہیں بھول سکتا کیونکہ یہی امت کے لیے دشوار ترین مقامات ہیں۔

۲۲۔ مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بےبس کی قوت پہ لاکھوں سلام

بے کس۔ محتاج و بے یار و مددگار، دولت۔ سرمایہ، بے بس۔ مجبور و کمزور، قوت۔ طاقت۔

اوپر گزرا آپ تمام مخلوقِ خدا کی دادرسی اور فریاد رسی فرماتے ہیں اور ہر مشکل موقعہ پر ہر ایک کی جائے پناہ ہیں۔ اعلحضرت بھی اپنے آقا کے حضور التجا کر رہے ہیں

اے تمام مخلوق کی فریاد رسی فرمانے والے! میں ایک بے سہارا، بے کس اور بے بس انسان ہوں۔ میرا سہارا، میری طاقت اور میرا سرمایہ و پونجی فقط آپ کی ذات ہے۔ یہاں حضور کی ذات اقدس کو دولت و قوت کہا۔ واقعۃً جس کے سر پر آپ دستِ شفقت رکھ دیں وہ اس کائنات کا سب سے بڑا دولت مند اور صاحب طاقت ہے۔

سب سے بڑی دولت، ذاتِ رسول

مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غزوہ حنین کے موقعہ پر مال غنیمت آیا، حضور علیہ السلام نے تالیف قلب کے لیے وہ تمام مال قریش کے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ انصار کو اس میں سے حصہ عطا نہ فرمایا۔ اس پر انصار کے اندر چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے یہ کہہ دیا اب حضور کو اپنی قوم مل گئی ہے۔ اس لئے ہمارا خیال ہی نہیں رہا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں سارا معاملہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تمام انصار کو جمع کرو تاکہ ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی جا سکے۔ حضرت سعد نے اعلان کروا دیا۔ تمام انصار جمع ہو گئے۔

حضور علیہ السلام نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم گمراہ نہیں تھے۔ اللہ نے تمہیں ہدایت سے نوازا۔ تم فقراء تھے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا۔ تمہاری آپس میں دشمنیاں تھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل محبت سے جوڑ دیئے۔ اس پر انصار نے عرض کیا آقا آپ سچ فرما رہے ہیں۔ فرمایا اے انصار کیا تم مجھے بتاؤ گے؟ عرض کیا آقا ہم کیا بتائیں

المن للہ و لرسولہ۔ اللہ اور اس کے رسول کے ہی احسانات ہیں۔

فرمایا اگر تم یہ کہہ سکتے ہو اور یہ سچ ہوگا کہ اسے محمد ہم نے آپ کو پناہ دی ہم نے آپ کی مدد کی ۔ اس پر انصار پکار اٹھے ہم کون ہیں اور ہماری کیا حیثیت ؟

المن للہ و لرسولہ — تمام احسانات اللہ اور رسول کے ہیں

فرمایا اے انصار کیا تمہارے دلوں میں اس دنیا کی رغبت ہے جو میں نے تالیف قلب کی خاطر نو مسلموں کو دی ہے ۔ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو ؟

یذھب الناس الی رحالھم بالشاۃ والبعیر وتذھبون برسول اللہ الی رحالکم ۔ — لوگ اپنے گھروں میں بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ ۔

اللہ کی قسم اگر لوگ ایک راہ کی طرف جائیں اور انصار دوسری طرف ہوں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا ۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا ۔ اے اللہ ! انصار اور ان کی اولاد پر رحم و کرم فرما !

اس پر انصار نے رونا شروع کر دیا اور کہا :

رضینا باللہ و رسولہ قسماً — ہم اللہ اور رسول کی تقسیم پر خوش ہیں ۔

(الرسول ۱۱ : ۱۲۲ بحوالہ مسند احمد)

۲۳ - شمعِ بزمِ دَنیٰ ھُو میں گُم کُنْ اَنَا
شرحِ مَتنِ ہُوِیّت پہ لاکھوں سلام

۲۴ - اِنتہائے دُوئی اِبتدائے یکی
جمعِ تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام

شمع ۔ چراغ ، بزم ۔ مجلس ، دَنیٰ ۔ مقامِ قرب ، ھو ۔ اسمِ ذات ، گُم کُن ۔ گُم کردہ ،

انا۔ اپنی ذات، شرح۔ تفسیر وبیاں، متن۔ کتاب کی اصل عبارت، ھویت۔ الوہیت، انتہائے دوئی۔ ایک ہونا، ابتدائے یکی۔ توحید کی ابتدا، تفریق وکثرت، جمع۔ اکٹھا ہونا، تفریق۔ تقسیم، کثرت۔ تعدد۔

ان دو اشعار میں اعلیٰحضرت نے حضور علیہ السلام کے اس عظیم مقام کو واضح کیا ہے کہ آپ نے اپنے وجود کو کامل طور پر وجود الٰہی میں اس طرح گم اور فنا کر دیا ہے کہ آپ ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کا مظہر اتم واکمل ہیں اب اگرچہ ذوات دو ہیں اللہ خالق، حضور مخلوق، اللہ معبود اور حضور عابد مگر ہر معاملہ میں دوئی نہیں دونوں کی رضا، ناراضگی، اطاعت ونافرمانی امر ونہی ایک ہیں۔ آپ کے اس مقام پر کچھ روشنی ڈالنے کے لئے اس بات کا علم ضروری ہے کہ بندہ صفاتِ الٰھیہ کا مظہر بن سکتا ہے۔

بندے کا صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہونا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن وانس کا مقصدِ تخلیق ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ	میں نے جن وانس کو فقط اپنی عبادت
إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات)	کے لئے ہی پیدا فرمایا ہے۔

عبادت، رب کی بارگاہ میں اپنی انانیت کو ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے پامال اور فنا کر دینا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندے میں اپنے صفاتِ بشریت کے بجائے صفاتِ حق متجلی ہوتی ہے اور انوارِ صفات الٰھیہ سے وہ بندہ منور ومستنیر ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت

کی میں نے اسے اعلانِ جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں ۔

فاذا احببته فكنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها و ان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه

(البخاری باب التواضع)

جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے سنتا ہے ۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ۔ میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے میں اس کے پاؤں (کی قوت) ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر وہ پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں ۔

اس ارشادِ نبوی کا ہر ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب متقرب بندہ اپنے آپ کو ذاتِ الٰہی کے سامنے فنا کر دیتا ہے تو اس کے ظاہری جسم و صورت کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا ۔ پھر اس میں اللہ تعالےٰ ہی متصرف ہوتا ہے ۔

مذکورہ حدیث کا یہی مفہوم اکابرینِ امت نے بیان کیا ہے ۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ امام فخر الدین رازی اس حدیثِ قدسی کے تحت لکھتے ہیں :

هذا الخبر یدل علی انه لم

یہ حدیث اس پر شاہد ہے کہ مقربین

يبق في سمعهم نصيب لغير الله ولا في بصرهم ولا في سائر اعضاءهم اذلو بقى هناك نصيب لغير الله تعالى لما قال انا سمعه وبصره ______

ولهذا قال على بن ابيطالب كرم الله وجهه والله ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وذلك لان عليا كرم الله وجهه في ذلك الوقت انقطع نظره عن عالم الاجساد واشرقت الملائكة بانوار عالم الكبرياء فتقوى روحه وتشبه بجواهر الارواح الملئكة وتلألات فيه اضواء عالم القدس والعظمة فلا جرم حصل له من القدرة ما قدربها على مالم يقدر عليه غيره۔

بارگاہِ الٰہی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضاء میں اللہ کے سوا کسی غیر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غیر کے لئے کوئی حصہ باقی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں خود اس کی سمع و بصر بن جاتا ہوں۔

اسی بنا پر حضرت علی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت سے اکھاڑا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کی نظر اس وقت عالم اجسام سے منقطع ہو چکی تھی۔ اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار چمکنے لگے تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی

آگے فرماتے ہیں کہ یہ چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنے مولیٰ کی طاعت و بندگی پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کرتا ہے:

بلغ المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعًا و بصرًا فاذا صار نور جلال اللہ سمعًا لہ سمع القریب والبعید و اذا صار ذلک النور بصرًا لہ رای القریب و البعید و اذا صار ذلک النور یدًا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب۔

تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعًا و بصرًا فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان، دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر، ۵ : ۶۸۶-۶۸۸)

۲۔ علامہ محمود آلوسی نے بھی بڑے ہی کھلے الفاظ میں حدیث کا یہی معنی کیا ہے:

و ذکروا ان من القوم من یسمع فی اللہ و للہ و باللہ و من اللہ جل و علا ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ۔

(روح المعانی، ۱/۱۲ : ۱۰۲)

اہل معرفت نے بیان کیا ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں، جو اللہ میں، اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ، اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ میں وارد ہے۔

۴۔ امام شعرانی نے اس سے بھی بڑھ کر واضح انداز میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا ہے کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس کی سمع و بصر ہو جاتا ہے (یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے)

قد یجمع اللہ تعالی لمن شاء فی ھذا المقام الصفات کلھا و قد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئًا بعد شیء۔	اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں میں اپنی کل صفات (جن کا مظہر ہونا بندے کے حق میں شرعاً ممکن ہے) جمع فرما دیتا ہے اور کبھی بعض صفات اور درجہ بدرجہ صفات عطا فرماتا ہے

(الیواقیت والجواہر ۱: ۱۲۵)

الفاظِ حدیث کا مطلب صرف یہ بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے کے حواس کو اپنی پسندیدہ اشیاء کے لیئے وسیلہ بنا دیتا ہے اور وہ بندہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز چیز نہیں سنتا اور اپنی آنکھوں سے خلافِ حکم شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔ اس حدیث کے معنی و مفہوم میں تحریف کے مترادف ہے۔ غزالیٔ زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ اس معنی و مفہوم کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"الفاظ حدیث ان معنی کے متحمل نہیں کیونکہ ان معنی کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے کوئی گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان آنکھ وغیرہ سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں لیکن ان معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو کوئی لفظ ان کی تائید نہیں کرتا۔ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کا مرتبہ تو لسے محبوبیت

سے پہلے ہی حاصل ہوگیا ہے۔ اب اگر محبوبیت کے بعد بھی وہ اسی مقام پر ہے تو یہ اس کے حق میں بلندئ مراتب ہوگی یا ترقی معکوس۔ اگر معصیتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی خدا کی محبوبیت کا مقام حاصل ہوسکتا ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ نص قرآنی اس امر پر شاہد ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت کا حصول ناممکن ہے۔ کنت سمعہ و بصرہٗ کا مرتبہ فاذا احببتہ کے بعد جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بندے کی سمع اور بصر ہونا " اتقاء عن المعاصی " کے علاوہ اس سے بلند اور بالا مرتبہ ہے جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو پرہیزگاری کا نتیجہ اور قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔" (تسکین الخواطر، ۴۲)

اسی بات کی تائید مولانا محمد انور شاہ کشمیری بھی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ علماء شریعت نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضاء و جوارح رضائے الٰہی کے تابع ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب اس کے سمع و بصر اور تمام اعضاء و جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ اللہ کے لئے سنتا اور اس کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر ہوگیا۔

قلت و ھذا عدول عن حق	میرے نزدیک حدیث کا یہ معنی بیان
الالفاظ لان قولہ کنت سمعہ	کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کجروی
بصیغۃ المتکلم یدل علی انہ	ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ

لم یبق من المتقرب بالنوافل الاجسده وشبحه وصار المتصرف فیه الحضرة الالهیة فحسبه وهو الذی عناه الصوفیة بالفناء فی الله ای الانسلاخ عن دواعی نفسه حتی لا یکون التصرف فیه الا هو۔

(فیض الباری، ۴: ۴۲۸)

کا کنت سمعہ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ متصرف ہوگیا ہے اور فنا فی اللہ سے صوفیا کی مراد بھی یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والی (سننے، دیکھنے اور بولنے والی) باقی نہ رہے۔

اس کی عملی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اذا صح للشجرة ان ینادی فیها بانی انا الله فما بال المتقرب بالنوافل ان لا یکون الله سمعه و بصره کیف و ان ابن آدم الذی خلق علی صورة الرحمن لیس بادون من شجرة موسی علیه السلام

(فیض الباری، ۴: ۴۲۹)

جب درخت سے انی انا اللہ کی آواز آسکتی ہے تو متقرب بالنوافل کا کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے مقرب بندوں کی سمع و بصر ہو جانا ایسی صورت میں کیوں کر محال ہو سکتا ہے جب کہ وہ ابنِ آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا شرف و کمال میں شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے کسی طرح کم نہیں۔

کتاب و سنت کے مذکورہ مباحث و مفاہیم سے یہ ثابت ہوگئی کہ عبد متقرب صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا، نور بصر سے دیکھتا اور

اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی ۔

شمع بزم دنیٰ میں گم کُن اَنا

اگرچہ یہ مقام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کیونکہ آپ روز ازل سے مقام محبوبیت پر فائز ہیں جس کا تذکرہ ابتدائی شعر کے تحت گزر چکا ہے ۔ مگر کائنات کو عملاً معجزہ معراج کی صورت میں حضور کے اس مقام سے آگاہ کیا گیا۔ قرب و فنائیت اور مظہریت میں وہ کمال عطا فرمایا جو آپ کا ہی حصہ ہے ۔

محبوبِ خدا اور مقامِ فنائیت

آپ کے اسی قرب و فنائیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا :

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم)	پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا حتیٰ کہ دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے زیادہ قریب ہوا ۔

تمام فاصلے ختم ہو گئے اور حضور کی ذات گرامی تمام جہات سے آزاد ہو کر وحدت کلی میں اس طرح جذب ہو گئی جس طرح قطرہ سمندر میں جذب ہو جاتا ہے ۔ اہل معرفت کے ہاں فنا کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ بندہ وجود حق میں اس طرح کامل طور پر فنا ہو جائے کہ اپنے فنا کے مشاہدے سے بھی آگاہ نہ رہے ۔ امام قشیری فنا و بقا پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں پہلی فنا ذات اور صفات کی فنا ہے جن کی بقا صفات حق کے ساتھ ہے ۔ دوسرا مرتبہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفاتِ حق سے فنا کا ہے اس کے بعد

تیسرا مرتبہ آتا ہے ۔

فناءه من شهود فنائه باستهلاكه في وجود الحق ۔
(الرسالۃ القشیریہ، ۴۰)

وہ یہ کہ وجود حق میں کامل فنا ہوتے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدے سے بھی فنا حاصل کر لینا ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وجود حق میں کس طرح فنا تھے قرآن نے اسے "او ادنیٰ" سے بیان کر دیا کہ اتنا قرب تھا کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔ اہل معرفت نے اسے سمجھانے کے لئے اسے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ شارح بردہ شیخ زادہؒ مقام کلیم کے بعد مقام حبیب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ثم الحبيب لما دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى وتخلف عنه رفيقه عند سدرة المنتهى وقال لو دنوت انملة لاحترقت ثم انه عليه الصلوة والسلام اراد ان يخلع نعليه فسمع من انين العرش ان لا تخلع يا حبيب الله ولا تخيبني عن التشرف بغبار نعليك فان جميع ذلك من آثار الله حيث امحت هويتك في هويته و اضمحلت

جب حبیب مقام دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچے اور آپ کا رفیق جبریل سدرہ پر یہ کہتے ہوئے رک گیا کہ اگر میں ایک پورا آگے بڑھتا ہوں تو میں جل جاؤں گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو عرش نے روتے ہوئے عرض کیا اے اللہ کے حبیب مجھے اپنی نعلین کے شرف سے محروم نہ کیجئے کیونکہ آپ کی ہر شی اللہ تعالیٰ کے آثار میں سے ہے ۔ کیونکہ آپ کی ھویت اس کی ھویت اور آپ کی ذات اس

انا نیتك فی احدیتہ فانت	کی احدیت میں فنا ہو چکی ہے۔
من اللہ و الی اللہ و للہ	پس آپ اللہ سے اللہ کی طرف، اللہ
و باللہ ارادتك منہ و	کے لئے، اللہ کے ساتھ ہیں۔ آپ
رجوعك الیہ و سعیك	کا ارادہ اس طرف سے آپ کا رجوع
و قیامك بہ ۔	اس کی طرف اور آپ کی سعی و قیام اسی
(شرح شیخ زادہ مع الخرپوتی ۱۰۰)	کے ساتھ ہے۔

اعلیحضرت نے بھی آپ کے اس مقام عالی کو "شمع بزم دنی ھو میں گم کن انا" سے تعبیر کیا ہے۔ دوسری جگہ آپ کی عبدیت اور مقام فنائیت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں :

بندہ ملنے کو قریب حضرت دادر گیا ۔۔۔ لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

دنی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

اس کی تفصیل کے لیے اعلیحضرت کے قصیدہ معراجیہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یہاں اس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد! قریب آ سرور ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہدو کہ سر جھکائے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ کوئی منزل نہ مرحلے تھے

یہ ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنی تدلیٰ کے سلسلے تھے
ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ھو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کے فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے
اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

آپ کے مقام فنائیت پر قرآنی شہادتیں

یوں تو تمام انبیاء فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہیں مگر کامل فنائیت کے مقام پر فائز حضور ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پر کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ قرآن نے حضور کے قول و عمل کو اللہ تعالیٰ کا قول و عمل قرار دیا۔ بلکہ آپ کے اعضاء مبارکہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کے ہیں۔ چند آیاتِ قرآنی ملاحظہ کیجئے!

یہ اللہ کا ہاتھ ہے

بیعت رضوان کے موقعہ پر جب چودہ سو صحابہ نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنے دستِ اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی ہے

يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ (الفتح)
انہوں نے اللہ کی بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے ۔

یہ کنکریاں اللہ نے پھینکی ہیں

ایک غزوہ کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزے اپنے ہاتھ میں لے کر کافروں کی طرف پھینکے جس سے کافروں کے منہ اور آنکھیں بھر گئیں آپ کے اس عمل کے بارے میں فرمایا :

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔
نہیں پھینکے جب پھینکے آپ نے ، لیکن وہ اللہ نے پھینکے ۔

زبان و دل کی ضمانت

آپ کی زبان و دل کے بارےمیں فرمایا کہ ان کی ذاتی خواہش ہی نہیں بلکہ ان کی سوچ اور ان کا قول اللہ کی طرف سے ہے ۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۔ (النجم)
یہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں ان کا کلام سراپا وحی ہوتا ہے ۔

اسم "عبدہ" کی مقام فنائیت پر دلالت

جب کبھی کسی بھی عبد کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ وجودِ حق میں اس طرح فنا و مستغرق ہو جاتا ہے کہ اسے اپنا وجود تو کیا اپنی فنائیت کی بھی خبر نہیں رہتی تو اس عبد کامل کا کیا عالم ہوگا جسے عبدہ کا درجہ حاصل ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں آپ کو "عبدہ" کے

لقب سے نوازا ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ میں قرآن کی حقانیت کے بارے میں فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا	اور اگر تم شک میں ہو اس کلام کے
نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا	بارے میں جو ہم نے اپنے عبد پر
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔	نازل کیا ہے تو اس کی مثال ایک
(البقرہ)	سورت لاؤ۔

۲۔ آپ کے معراج پر لے جانے کے بارے میں فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ	پاک و بلند ہے وہ ذات جو رات کو سیر
لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	پر لے گئی اپنے برگزیدہ بندے کو
اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى (الاسراء)	مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

۳۔ سورۃ النجم میں معراج کے موقعہ پر محب و محبوب کے درمیان گفتگو کے بارے میں فرمایا:

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى	پس اس نے وحی کی اپنے بندے
(النجم)	کی طرف جو کرنا تھی۔

۴۔ سورۃ الفرقان میں آپ کی رسالت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بلند و بزرگ ہے وہ ذات جس نے
عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ	اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ
نَذِيْرًا۔ (الفرقان)	تمام جہانوں کو انجام سے باخبر کر دے

ان آیاتِ معراج سے استدلال کرتے ہوئے علی دقاق فرماتے ہیں۔

ليس شئ اشرف من العبودية	عبدیت سے بڑھ کر اعلیٰ مرتبہ کوئی
ولا اسم اتم للمومن الاسم	نہیں اس لئے کسی بھی مومن کے لئے

له بالعبودية ولذلك قال سبحانه في وصف النبي صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج وكان اشرف اوقاته في الدنيا سبحان الذي اسرى بعبده وقال تعالیٰ فاوحى الى عبده ما اوحى فلو كان اسم اجل من العبودية لسماه به۔	سب سے کامل نام یہی ہو سکتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور کو اسی وصف سے نوازا۔ حالانکہ دنیا میں آپ کے لئے یہ سب سے اعلیٰ موقعہ تھا۔ ارشاد فرمایا: "سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ"، "فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ" اگر اس سے بڑھ کر کوئی نام ہوتا تو اس سے نوازا جاتا۔
(الرسالۃ القشیریۃ، ۱۰۰)	

یہاں یہ بات بھی نہایت قابلِ توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض دیگر انبیاء کو بھی عبدہ فرمایا ہے لیکن اپنے حبیب اور ان میں یہ امتیاز رکھا کہ ان کو عبدہ کہہ کے متصلاً ان کا نام ذکر کر دیا مگر اپنے حبیب کا عبدہ کے بعد نام نہیں لیا۔ حضور کے بارے میں مذکورہ تمام آیات شاہد ہیں دیگر انبیاء کے بارے یہ آیات ملاحظہ ہوں۔

حضرتِ ذکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا۔	یہ ذکر ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے ذکریا پر کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ۔	ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ۔	ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا

مشہور مفسر قرآن شیخ زادہ اسی قرآنی امتیاز کی بنا پر لکھتے ہیں کہ حضور کی ذات تو وجود حق میں فنا تھی ہی مگر آپ کا نام بھی فنا ہو چکا ہے۔

هو المحر المحتقق عن عبودية الموجودات ورق وجوده فلهذا سماه الله تعالى بعبد عبرفيما اسمه ورسمه اسما ما يسمى به احدًا من خلقه الا واشعر ببقاء اسمه ورسمه كما قال عبده ذكريا۔	آپ عبودیت موجودات اور وجود کی قید سے کاملاً آزاد و بالاتر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر مخلوق کی عبدیت کے ساتھ اس کا نام ونشان ذکر کیا مگر آپ کی عبدیت کے بعد نام ونشان کا ذکر تک نہ فرمایا۔

(شرح قصیدہ بردہ ۱۷۰)

یعنی باقی انبیاء کے اسماء کا ذکر اور آپ کے اسم مبارک کا عدم ذکر بتا رہا ہے کہ حضور کی ہستی وجودِ حق میں اس طرح فنا ہو چکی ہے کہ نام بھی باقی نہ رہا۔

اس پر حدیثِ شفاعت کے حوالے سے تائید ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن ههنا يقول كل نبي يوم القيامة نفسي نفسي لبقاء وجودهم وهو صلى الله عليه وسلم يقول امتي	چونکہ انبیاء کا وجود باقی ہے اس لئے وہ روز قیامت نفسی نفسی (میری ذات میری ذات) کہیں گے اور حضور علیہ السلام کاملاً فنا ہو چکے

امتی لفناء وجودہ۔ ہیں اس لیے آپ امتی امتی (میری
(شرح قصیدہ بردہ، ۱۷۰) امت، میری امت) فرمائیں گے۔

شرحِ متنِ ہویت

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مقام دنیٰ پر فائز فرما کر اپنی ذات وصفات کی کامل معرفت عطا کر دی تاکہ آپ تمام مخلوق کو مشاہدہ کی بنا پر اس کی وحدانیت و یکتائی کا درس دے سکیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا مجھے مشاہدہ حاصل ہے۔ میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ "اللہ" ہے۔ وہی خالق و مالک ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسے قرآن نے یوں بیان کیا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى — جو انہوں نے دیکھا دل نے اسے
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى. — جھٹلایا نہیں (بلکہ تصدیق کی) کیا
(النجم، ۵۳: ۱۱، ۱۲) — تم ان سے اس چیز میں جھگڑا کرتے
ہو جسے انہوں نے دیکھا۔

یعنی میرا حبیب اگر کہہ رہا ہے کہ "اللہ" ہے تو وہ سن سنا کر نہیں کہہ رہا بلکہ اسے میری ذات کا مشاہدہ حاصل ہے تم تو اس کی دیکھی ہوئی ذات میں جھگڑا کر رہے ہو۔ جو کسی ذی شعور کے لئے مناسب نہیں۔ یہاں اعلیٰحضرت نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے "متن ہویت" اور حضور کے لئے "شرح" کے الفاظ استعمال کر کے تمام شریعت و معرفت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے واقعۃً اگر آپ انسانیت کو اسرار توحید سے آگاہ نہ کرتے تو وہ معرفت توحید سے بے بہرہ رہتی اور وہ اپنی منزل کھو بیٹھتی۔ اپنی ذات کی شرح اپنے حبیب کی زبان سے کرواتے ہوئے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (الاخلاص)

یہاں لفظ "قل" آپ کے شارح ذات وصفات ہونے پر واضح دلیل ہے۔ جن لوگوں پر یہ راز کھل گیا وہ پکار اٹھے :

قل کہکر اپنی بات بھی تیرے منہ سے سنی
اللہ کو ہے اتنی تیری گفتگو پسند

اللہ تعالیٰ کی ذات تو نہایت ہی بلند ہے۔ اگر حضور اس کے کلام کی شرح نہ فرماتے تو ہم اس کی منشا سے آگاہ ہی نہ ہو پاتے۔

انتہائے دوئی

اللہ تعالیٰ نے مقام دنیٰ پر فائز فرما کر اپنی ذات وصفات میں اس طرح فنائیت عطا فرمادی کہ خدا اور رسول کی ذوات دو ہونے کے باوجود دوئی نہ رہی۔ قرآن نے جس تمثیل کے ذریعے یہ قرب وفنائیت بیان کیا ہے اسے سمجھیے۔ ارشاد فرمایا :

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

پھر وہ قریب ہوا پھر وہ اور قریب ہوا حتیٰ کہ فاصلہ دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے بھی قریب تر ہوگیا۔

اہل عرب کا دستور تھا کہ جب وہ آپس میں ایک دوسرے کے حلیف بنتے اور معاہدہ دوستی کرتے تو ان کے سردار اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے علامت بطور یہ دو کمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تیر چلاتے تاکہ واضح

ہو جائے کہ آج کے بعد ہمارا دوست اور دشمن ایک ہوگا۔ ایک کا دوست دوسرے کا دوست اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن متصور ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں لوگ ایک دوسرے سے پگڑیاں بدل لیا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے پاک ہوتے کے باوجود دو کمانوں کے ساتھ ہی تمثیل بیان فرمائی تاکہ لوگ اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان موجود گہرے تعلق سے خوب آگاہ ہو سکیں گویا "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى" کے ذریعے اعلان فرما دیا کہ ہمارے درمیان کوئی دوئی نہیں۔ اس حبیب سے دوستی میری دوستی، اس سے دشمنی میرے ساتھ دشمنی ہوگی۔ میرے رسول کی اطاعت و اتباع میری اطاعت و اتباع ہوگی۔ ہم دونوں کے درمیان دوئی اور فرق کرنے والا میری توحید کا منکر سمجھا جائے گا۔ اس انتہائے دوئی پر چند آیات کی گواہی بھی سنیئے۔

اطاعت ایک ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء، ۴: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رضا ایک ہے

سورۂ توبہ میں فرمایا:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔

اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔

یہاں واحد کی ضمیر لاکر آشکار کر دیا کہ رضائے حبیب اور رضائے خدا میں

کوئی فرق نہیں ہے۔

اتباعِ حبیب سے محبوبِ خدا بننا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فیصلہ ارشاد فرما دیا ہے کہ میرا وہی ہے جو میرے حبیب کا ہے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (البقرہ)

اے حبیب آگاہ کر دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کا ارادہ رکھتے ہو تو آؤ میری اتباع کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے انہی آیات کے پیشِ نظر لکھا:

نقد اقامه الله مقام نفسه فی امرہ و نهیه و اخبارہ و بیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله و الرسول شی من هذہ الامور (الصارم المسلول ۴۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اوامر و نواہی اخبار و بیان میں حضور علیہ السلام کو اپنے ہی مقام پر فائز فرما دیا ہے لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں

او ادنیٰ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے مقام قرب بیان فرماتے ہوئے قاب قوسین کے ساتھ او ادنی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یعنی دو کمانوں کی مثال اس لئے دی تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔ مگر چونکہ اس سے قرب کی حد مقرر ہو جاتی تھی۔ حالانکہ قرب اتنا تھا کہ اس کی

حد نہیں۔ اس لئے "او ادنی" کا اضافہ فرماکر واضح کر دیا کہ محب اور محبوب کے درمیان فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم تھا۔ کتنا کم؟ اس کا علم محب اور محبوب کو ہی ہے تو "او ادنی" کا لفظ ہمیں آگاہ کر رہا ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان فقط ایک فرق عبد و معبود اور خالق و مخلوق قائم رہا باقی تمام فاصلے اور امتیازات ختم کر دیئے گئے۔

ابتدائے یکی

اسی فرق کی طرف متوجہ کرتے ہوئے قرآن نے متصلاً فرمایا:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (النجم) پس کلام فرمایا اپنے عبد کے ساتھ جو فرمانا تھا۔

یعنی باوجود اس انتہائی قرب کے وہ عبد اور میں معبود، وہ مخلوق اور میں خالق، وہ مملوک اور میں مالک رہا۔ میں نے ہی اسے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تاکہ وہ انہیں ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر رشد و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے جائے۔

اب دو باتوں پر ایمان ضروری ہوا۔ ایک یہ کہ اللہ و رسول کے درمیان قرب ہی قرب ہے۔ دوری نہیں۔ جو دوری اور دوئی کا تصور لائے گا وہ دونوں کا دشمن ہوگا۔ دوسرے یہ کہ او ادنی کے مقام پر بھی پہنچ کر عبد، عبد ہے اور معبود، معبود۔ عبد اور معبود کو ایک جاننا بھی کفر ہے۔ اعلیٰحضرت نے "انتہائے دوئی" سے پہلے اور "ابتدائے یکی" سے دوسرے عقیدے کی طرف اشارہ کیا ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ "انتہائے دوئی" سے مقام رسالت اور "ابتدائے یکی" سے مقام الوہیت کا بیان ہے۔

جمع تفریق و کثرت

تفریق و کثرت دونوں تصوف کی اصطلاحیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کا مظہر ہونا تفریق اور صفات ذاتیہ کا مظہر جمع کہلاتا ہے۔ شیخ محمد بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے نصر آبادی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو افعال اور ذات کی صفات میں متردد ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

فاذا هيمك فی مقام التفرقة قرنك بصفات فعله واذا بلغك مقام الجمع قرنك بصفات ذاته.	جب وہ تجھے مقام تفرقہ میں سرگرداں کر دے تو وہ تجھے فعل کی صفات کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ اور جب تجھے مقام جمع تک پہنچا دے تو تجھے اپنی ذات کی صفات سے ملا دیتا ہے۔
(الرسالۃ القشیریہ، ۲)	

بعض صوفیہ نے ان دونوں کی تعریف یوں کی ہے کہ اگر بندہ رب سے مناجات کر رہا ہو تو تفرقہ اور اگر وہ اپنے مولیٰ کی گفتگو سننے میں محو ہو تو جمع ہے۔

۲۵۔ کثرتِ بعدِ قلت پہ اکثر درود
عزّتِ بعدِ ذلّت پہ لاکھوں سلام

یہ آپ کے ابتدائی دور کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ نے اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کام شروع کیا تو بے سروسامانی کا عالم تھا۔ چند افراد کے علاوہ تمام اہل مکہ مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو وطن، رہائش اور جائیداد چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ مدینہ منورہ میں بھی بڑی استقامت کے ساتھ جدوجہد جاری رکھی۔ اہلِ کفر نے صاحب اسلام اور اسلام کو مٹانے کے لئے کوئی موقعہ

ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ غزوہ بدر واحد، حنین و خندق کی تفصیلات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

غزوۂ بدر اور مسلمانوں کی تعداد

مسلمانوں کی قلت کا یہ عالم تھا کہ غزوہ بدر کے موقعہ تک بھی سینکڑوں کی ہی تعداد میں تھے جو افرادِ اس میں شریک ہوئے۔ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے ہر مقام پر کامیابی عطا فرمائی۔ بدر کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔
(آل عمران، ۳: ۱۲۳)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی حالانکہ تم تھوڑے تھے پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

مسلمانوں کی کثرت اور غلبہ اسلام

جب صاحب اسلام اور آپ کے غلاموں نے اسلام کی خاطر اپنی ہر شے قربان کر دی اور ہر آزمائش و امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔

یہ اسی شہر کی فتح کی خوشخبری تھی جہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی تھی۔ اس خوشخبری کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کر لیا اور خطہ عرب کے گوشے گوشے میں اسلام کے جھنڈے لہرانے لگے۔ کچھ بڑے بڑے کافر جنگوں میں مارے گئے اور کچھ فتحِ مکہ کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے مگر رحمۃ للعالمین نے تمام کو

معاف کر دیا۔ جب اسلام کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں تو لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ سورۂ نصر میں فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ	جب اللہ کی طرف سے مدد اور
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ	فتح آ چکی تو آپ نے دیکھا لوگوں
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا۔	کو دین میں فوج در فوج داخل
	ہوتے ہوئے۔

یعنی پہلے قلت اور بے سرو سامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غلبہ کا دور دورہ ہوگیا۔

طلعت بعد ظلمت

سلام رضا کے بعض نسخوں میں "کثرت بعد قلت" کی جگہ "طلعت بعد ظلمت" کے الفاظ ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہر طرف کفر و شرک کی تاریکی تھی۔ آپ کی آمد سے ہر طرف توحید کی روشنی پھیل گئی۔ دوسرے مقام پر اسے یوں بیان کیا۔

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہوگیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

۲۶۔ ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ربِ اعلیٰ، اللہ تعالیٰ؛ نعمت۔ عطا، اعلیٰ۔ بلند و برتر، حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ،

منّت ۔ احسان

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو سب سے بڑا انعام واحسان فرمایا وہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ اقدس ہے ۔ اعلحضرت یہاں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جس میں اسی بات کا ذکر ہے ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا ۔ (آل عمران)

ربِ اعلیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت

یوں تو اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی بے حد وحساب نعمتیں اور کرم ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے :

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم شمار نہیں کر سکتے ۔

مگر سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کے حبیب کی ذات بابرکات ہے کیونکہ باقی تمام نعمتیں آپ کے وسیلہ وسبب سے مخلوق کو حاصل ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی شریعت مبارکہ کو سب سے کامل واکمل واتم قرار دیتے ہوئے فرمایا :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (المائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ۔ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ۔

" اتممت علیکم نعمتی " کے الفاظ نہایت ہی اہم اور پُر لطف ہیں ۔ اعلحضرت

نے "رب ملی کی نعمت" "نعمتی" ہی کا ترجمہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اللہ کا منتخب اور کامل دین بھی ہمیں حضور ہی کے وسیلہ جلیلہ سے نصیب ہوا ہے۔

حق تعالیٰ کی منت

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں دیں مگر کسی کے لئے لفظ "احسان" استعمال نہیں فرمایا۔ لفظ احسان کا استعمال فقط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے کیا۔ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ	فرمایا کہ ان میں ان میں سے ایک رسول
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	تلاوت کرتے ہیں۔ ان کو پاک کرتے
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ	ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔	تعلیم دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے
(آل عمران)	کھلی گمراہی میں تھے۔

اعلیٰحضرت نے اپنے ان الفاظ "حق تعالیٰ کی منت" میں اسی آیت کا ترجمہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس احسان کو کامل طور پر صحابہ نے پہچانا اور اس کا حق ادا کیا بلکہ وہ ہر شے کو اللہ اور اس کے رسول کا احسان تصور کرتے۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی چیز عنایت فرماتے تو وہ پکار اٹھتے،

اللہ ورسولہ امن	اللہ اور اس کا رسول احسان فرمانے
(البخاری، کتاب المغازی)	والے ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا: آج تمہارا بیٹھنا کس لئے ہے؟ عرض کیا:

جلسنا نذکر اللہ و نحمدہ	ہم اس رب کی حمد و ثنا کر رہے ہیں
علی ھدانا بدینہ و من بک	جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا اور اپنے دین کے خادم بننے کا شرف بخشا

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ۔	تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں فخر فرما رہا ہے۔

(المسلم، کتاب الذکر)

اس امت کا فرض اولین ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت حضور کی ذاتِ اقدس ہے جس شخص کا یہ عقیدہ نہیں وہ اللہ کی خصوصی رحمتوں کا ہرگز مستحق نہیں ہو اور اس نعمت کا شکریہ ہر لمحہ قولاً و عملاً ضروری ہے۔ لوگوں کو اس عظیم نعمت کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے آپ کے کمالات و فضائل پر مشتمل محافل کا انعقاد نہایت ہی مفید ہے۔ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو آپ کے ذکر و فکر کی مجالس کو بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو ان مبارک محافل کا ادب و احترام قائم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب کی محبت اور ادب و تعظیم کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۷۔ ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

آقا ۔ مالک ، ثروت ۔ مال و دولت

سابقہ شعر میں اس چیز کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر سب سے بڑی نعمت حضور اقدس ہیں ۔ یہاں اس عظیم نعمت پہ جذباتِ شکر اجاگر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے ہمیں اتنا عظیم آقا عطا فرمایا اور ہمیں آپ کے امتی ہونے کا شرف نصیب ہوا حالانکہ ہم ہر لحاظ سے تہی دامن ہیں ۔ ہمیں جتنی بھی نعمتیں حاصل ہیں وہ اس پیارے آقا ہی کے صدقہ میں ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ	تم سب سے بہتر امت ہو جو اس
لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	لئے پیدا کی گئی کہ تم نیکی کا حکم اور برائی
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔	سے منع کرو ۔ (آل عمران)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے مجھے وہ چیزیں عطا کی گئیں جو کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوئیں ۔ میری رعب سے مدد کی گئی ہے ۔ خزائن زمین کی چابیاں مجھے دے دی گئی ہیں ۔ میرا نام احمد رکھا گیا ہے ۔ میری خاطر مٹی پاک کر دی گئی ہے ۔

وجعلت امتی خیر الامم	میری امت کو سب سے بہتر امت
(شرف الامۃ ، ۱۸۱ بحوالہ مسند احمد)	بنایا گیا ہے ۔

امتِ محمدی کا مقام اتنا بلند ہے کہ جلیل القدر پیغمبر اس میں شمولیت کی دعا کرتے رہے ۔

حضرت موسیٰ اور امتی ہونے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا جو شخص میرے پاس اس حال میں آیا کہ احمد کا گستاخ و منکر تھا تو میں اسے دوزخ میں داخل کر دوں گا اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ احمد کون ہیں؟ فرمایا:

ماخلقت خلقاً اکرم علی منه	میں نے اس سے بڑھ کر مکرم و معزز
کتبت اسمه مع اسمی فی	کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ میں نے
العرش قبل ان اخلق السموات	عرش پر اپنے اسم گرامی کے ساتھ ان
والارض ان الجنة محرمة	کا نام آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے
علی جمیع خلقی حتی یدخلها	سے پہلے لکھا۔ وہ اور ان کی امت
هو وامته۔	جب تک جنت میں داخل نہیں ہوگی
	جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہوگی۔

عرض کیا باری تعالیٰ اس کی امت کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا سب سے زیادہ حمد کرنے والے اور ان کی دیگر صفات بیان فرمائیں۔ عرض کیا الٰہی مجھے اس امت کا نبی بنا دے فرمایا ان کا نبی انہیں میں سے بناؤں گا عرض کیا مولیٰ

اجعلنی من امة ذلك	مجھے اس برگزیدہ نبی کا امتی ہی
النبی۔	بنا دے۔

(تجلی الیقین، ۴۴ بحوالہ حلیہ ابو نعیم)

چوں نشانش نگاہ موسیٰ کرد
شدن از امتش تمنا کرد

حضرت عیسیٰ کی بحیثیت امتی تشریف آوری

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو میری شریعت کی اتباع بلکہ میری امت کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا:

کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم (تجلی الیقین، ۹۰)	اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے آئیں گے اور تمہارا امام تم ہی سے ہوگا۔

مسلم اور مسند احمد میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا جائے گا آپ جماعت کروائیں تو۔ فرمائیں گے نہیں تم میں سے کوئی جماعت کروائے میں اس کی اقتدا میں ادا کروں گا۔"

خلیل و مسیح روزِ قیامت امتی ہوں گے

اعلیٰ حضرت نے شفاء شریف کے حوالے سے یہ ارشادِ نبوی بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ابراہیم و عیسیٰ کلمۃ اللہ روزِ قیامت تم میں ہوں پھر فرمایا:

انهما فی امتی یوم القیامة (تجلی الیقین، ۹۰)	وہ دونوں روزِ قیامت میری امت میں ہوں گے۔

۲۸۔ فرحت جانِ مومن پہ بے حد درود
غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام

فرحت۔ خوشی، جان۔ روح، غیظ۔ غصہ و تکلیف، قلب۔ دل، ضلالت۔ گمراہی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومن کو کتنی محبت ہونی چاہیے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ	اے حبیب بتا دیجئے اگر تمہیں
اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ	اپنے آباء و اجداد، اولاد، بیویاں
عَشِيْرَتُكُمْ وَ	رشتہ دار، حاصل کردہ اموال اور
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ	تجارت جس کے نقصان کا کھٹکا لگا
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ	رہتا ہے اور پسندیدہ رہائشیں زیادہ محبوب ہیں
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ	اللہ، رسول اور اس کی راہ میں
اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ	جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى	کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ	فاسقین کو کامیاب نہیں کرتا۔
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ.	

(التوبہ، ۲۴)

حضور نے خود فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون	تم میں سے کوئی اس وقت تک
احب الیہ من والدہ و	مومن نہیں جب تک اسے میری

ولدہ والناس اجمعین۔	ذات سے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت ہو۔

ان ارشاداتِ الٰہیہ و نبویہ نے ایک کسوٹی عطا کر دی جن پر ہر انسان اپنے آپ کو پرکھ سکتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ اگر دل اللہ اور اس کے حبیب کی محبت سے لبریز، ثنائے حبیب پر خوش اور کردار سیرتِ محمدیہ کے تابع ہے تو مومن اور اگر دل محبت سے خالی اور ان کی تعریف پر ناخوش ہو تو اپنے حال پر نظرِ ثانی کی جائے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اعلیٰحضرت نے اسی بات کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ مومنوں کے دل کا سرور ہیں، ان کی جان اور ان کا ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے لئے سراپا غیظ ہیں۔

فرحتِ جانِ مومن

آئیے ہم ان خوش نصیبوں میں سے چند ایک کا تذکرہ کریں جنہوں نے اس کائنات میں عملاً ثابت کر دیا کہ ہمارے قلب و روح کا سرور حضور ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا:

کیف کان حبکم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	صحابہ کو آپ کی ذات سے کس قدر محبت تھی۔

آپ نے فرمایا:

کان رسول اللہ احب الینا من اموالنا و اولادنا و	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباء و اجداد و امہات

ابائنا و امھاتنا و احب الینا من الماء البارد علی الظماء۔
(الشفاء، ۲: ۵۶۸)

سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ کسی پیاسے کو شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنے آقا سے محبت تھی۔

یعنی لوگوں کی پیاس ٹھنڈے پانی سے بجھتی ہے مگر ہماری آنکھیں اور دل زیارت چہرۂ نبوی سے سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اپنے آقا کے حضور کہا کرتے یا رسول اللہ!

انی اذا رأیتک طابت نفسی و قرت عینی۔
(سیدنا محمد رسول اللہ، ۷۰: ۴)

جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی آپ کا چہرۂ اقدس دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا۔

انک احب والدی ومن عینی و منی و انی لاحبک بداخلی و خارجی و سری و علانیتی۔
(تاریخ ابن کثیر، ۲: ۱۴۹)

آپ مجھے میرے والدین، میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ آقا میرے ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں آپ ہی کی محبت کی حکمرانی ہے۔

لذتِ دیدار کی وجہ سے آنکھیں نہ جھپکنا

امام طبرانی نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک صحابی کے بارے میں روایت نقل کی جسے پڑھ کر انسان جھوم اٹھتا ہے کہ ایک

حضور کے صحابی تھے جو آپ کے پُر انوار چہرۂ اقدس کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے

فینظر الیہ لا یطرف — کہ وہ آنکھ جھپکتے ہی نہ تھے

ایک دن حضور نے ان سے پوچھا

ما بالک — اس طرح دیکھنے کی کیا وجہ ہے؟

دست بستہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان

انی اتمتع بک بالنظر الیک — میں آپ کی زیارت سے لذت حاصل کر کے لطف اندوز ہو رہا ہوں

(ترجمان السنۃ ۱: ۳۶۵ بحوالہ طبرانی)

اس روایت میں ینظر الیہ لا یطرف (اس طرح دیکھ رہا تھا کہ آنکھ بھی نہ جھپکتا) اور انی اتمتع بک بالنظر (آپ کی زیارت لذت حاصل کر رہا ہوں) کے دونوں جملے بار بار پڑھئے اور ان خوش بخت عشاق پر رشک کیجئے جن کی ہر ہر ادا نے انسانیت کو عشق و محبتِ رسول کا درس دیا۔

زیارت نہ کروں تو مر جاؤں

امام شعبی حضرت عبد اللہ بن زید انصاری کے بارے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم آپ مجھے اپنی جان، مال، اولاد اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں۔

ولو لا انی اٰتیک فاراک لرأیت ان اموت۔ — اگر مجھے آپ کا دیدار نصیب نہ ہو تو میری موت واقع ہو جائے۔

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی

اسی صحابی کے بارے میں ہی منقول ہے کہ جب انہیں انکے بیٹے نے حضور کے

وصال کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے ۔ وصال کا سن کر نہایت ہی غمزدہ ہو گئے اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی :

اللھم اذھب بصری حتی لا اری	اے اللہ میری آنکھیں واپس لے لے
بعد حبیبی محمد احدًا	تاکہ میں اب اپنے پیارے حبیب آقا
فکف بصرہ ۔	محمد کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی
(المواہب اللدنیہ، ۲ : ۹۴)	نہ سکوں ۔ پس انکی نظر اسی وقت ختم ہو گئی۔

اب آنکھیں کیا کرنی ہیں؟

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ ایک صحابی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے اور افسوس کا اظہار کرنے لگے ۔ انہوں نے جواب میں کہا :

کنت ارید ھما لا نظر الی النبی	مجھے ان آنکھوں سے فقط اس لئے
صلی اللہ علیہ وسلم فاما	محبت تھی کہ ان کے ذریعے مجھے
اذا قبض النبی صلی اللہ	اپنے پیارے آقا کا دیدار نصیب ہوتا
علیہ وسلم فواللہ مایسرنی	اب چونکہ آپ کا وصال ہو گیا اس لئے
ان بھما بظبی من ظباتبالۃ	اگر مجھے ہرن کی آنکھیں بھی مل جائیں
(الادب المفرد للبخاری ۰ ۱۴۱)	تو مجھے کیا خوشی ؟

غیظ قلب ضلالت

جس طرح آپ مومنوں کے دل کا سرور ہیں اسی طرح منکرین، ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے لئے غیظ و غضب ہیں۔ جسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضائل وکمالات نہ بجائیں اسے گمراہی و نفاق کی بیماری عارض ہو جاتی ہے۔ پھر وہ وقت آجاتا ہے جب دل اندھا، کان بہرے اور آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے۔ دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے ایک مقام پر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ
اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ
وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ
فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى
عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً
وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی
کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل تو
انہیں پائے گا رکوع کرتے سجدے
میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے
ان کی علامت ان کے چہروں سے عیاں
ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان
کی صفت تورات، یہ ان کی صفت
انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اس
نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت
دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر
سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی
لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل
جلیں۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان
میں جو ایمان اور اچھے اعمال والے
ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

(الفتح ۲۹)

یعنی حضور علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی شانیں اور عظمتیں دیکھ سن کر

مومن خوش ہوں گے مگر کافر غیظ و غضب کی آگ میں جل جائیں گے دوسرے مقام پر منکرین اور منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اے اہلِ ایمان جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان والے ہیں:

وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(آلِ عمران، ۱۱۹)

اور جب اکیلے ہوئے تو وہ تم پر غصے کی وجہ سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں تم فرماؤ اے منکرو تم مرجاؤ اپنی اسی گھٹن میں اللہ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔

اللہ، رسول اور اسلام کے بارے میں طبیعت میں ہرگز انقباض نہیں آنا چاہیئے۔ اُن کی ہر بات، شان اور عظمت کھلے ذہن سے قبول کی جائے۔ اگر طبیعت میں گھٹن ہے تو اس پہ توبہ کی جائے۔

ورنہ آپ نے اوپر پڑھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ توبہ نہ کرنے والا اسی گھٹن میں مرجائے گا۔

۲۹- سببِ ہر سبب منتہائے طلب
علّتِ جملہ علّت پہ لاکھوں سلام

سبب۔ وسیلہ، منتہا۔ منزلِ مقصود، طلب۔ تلاش، علّت۔ باعث، جملہ۔ تمام

جس طرح عالم اسباب و علل (دنیا) کے معرضِ وجود میں لانے کا سبب آپ کی ذات ہے اسی طرح اس کا مقصود و مطلوب بھی آپ ہی کی معرفت ہے جو سراسر

اللہ تعالیٰ ہی کی معرفت ہے ۔ آپ کو چھوڑ کر معرفتِ خداوندی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ
اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔
(آل عمران)

اے حبیب انہیں آگاہ کر دیجئے
کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرتے
ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں
اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے
گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ
معاف کر دینے والا اور رحم فرمانیوالا ہے

سببِ ہر سبب

جانِ رحمت کے تحت آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ کی ذات کائنات کی ہر شے کے لئے رحمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شے کا ظہور آپ کے نور کی برکت اور سبب سے ہو۔ مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ آپ کا ہر شے کے لئے رحمت ہونا ہی اس کے وجود کا سبب ہے یعنی اگر بلا واسطہ کوئی شے پیدا کی ہے تو وہ نور محمدی ہے باقی ہر شی آپ کے واسطہ وسبب سے ہے ۔

شیخ مہائمی " وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین " کے تحت لکھتے ہیں ۔

ایھا الفھیم ان اللّٰہ سبحانہ
اخبرنا ان نور محمد اول ما
خلقہ فی الاول من جمیع
خلقہ ثم خلق جمیع الخلائق
من العرش الی الثری من

اے صاحب فہم و دانش اللہ تعالیٰ
نے ہمیں آگاہ فرما دیا ہے کہ اس
نے اپنی کل مخلوقات میں جو چیز سب سے
پہلے پیدا کی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کا نور مبارک ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ

بمعنى نوره فارساله من
العدم الى مشاهدة القدم
رحمة لجميع الخلائق اذ
الجميع صدر منه فكونه
كون الخلق وكونه سبب
وجود الخلق وسبب رحمة
الله على جميع الخلائق
اذ هو سبب وجود الجميع
فهو رحمة كافية وافهم
ان جميع الخلائق صورة
مخلوقة مطروحة فى
فضاء القدرة بلا روح
حقيقة منتظرًا لقدوم
محمد صلى الله عليه
وسلم فاذا قدم فى العالم
صار العالم حيًا بوجوده
لانه روح جميع الخلائق
قال الله وما ارسلناك الا
رحمة للعالمين ۔

(عرائس البیان، ۲ : ۵۳)

نے اس نور کے ایک مصدر سے عرش
تا فرش تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا لہٰذا
عدم سے مشاہدۂ قدم کی طرف محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام مخلوقات کے لئے
رحمت ہے کیونکہ مصدرِ خلائق وہی ہے
سب کا صدور وظہور انہی کے نور سے
ہے لہٰذا ان کا ہونا مخلوق کا ہونا ہے
اور ان کا موجود ہونا وجود خلق کا سبب
ہے ۔ اور ان کا وجود مبارک جمیع خلائق
پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے اس لیے
کہ سب وجود کا سبب وہی ہے لہٰذا
وہ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لیے
کافی ہیں ۔ اور اسی آیت نے ہمیں یہ
بھی سمجھا دیا ہے کہ فضا قدرت میں
تمام مخلوقات صورت مخلوقہ کی طرح بیجان
اور بغیر روح حقیقی کے پڑی ہوئی حضور
کی ذات اقدس کا انتظار کر رہی تھی ۔
جب آپ عالم میں تشریف لائے
تو تمام عالم وجود محمدی سے زندہ ہوگیا
اس لئے کہ تمام مخلوقات کی روح حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد

گرامی ہے ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر
رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

حضرت ملا علی قاری یہ لکھ کر آپ کی رحمت ہر مخلوق کے لئے ہے فرماتے ہیں:

ثم من المعلوم انه لولا نور وجوده و ظهور کرمه وجوده لما خلق الافلاک ولا اوجد الاملاک فهو مظهر للرحمة الالهية التی وسعت کل شی من الخلائق الکونیة المحتاج الی نعمة الایجاد ثم الی منحة الامداد۔ (شرح الشفاء ۱: ۴۸)	اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ اگر آپ کا نور وجود اور آپ کے کرم وجود کا ظہور نہ ہوتا تو یہ افلاک و املاک کبھی نہ ہوتے پس آپ کی ذات اس رحمت الٰہیہ کا کامل مظہر ہے جو ہر اس شے کو محیط ہے جو اپنی ایجاد و تخلیق اور وجود و ظہور میں محتاج ہے۔

امام عبدالکریم الجیلی فرماتے ہیں۔ رحمت دو طرح کی ہے — رحمت خاصہ اور رحمت عامہ — رحمت خاصہ سے مراد وہ رحمت جو اللہ تعالیٰ اوقاتِ مخصوصہ میں اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور رحمت عامہ حقیقت محمدیہ ہے۔

وبها رحم الله حقائق الاشیاء کلها فظهر کل شی فی مرتبته من الوجود وبها استعدت قوابل الموجودات لقوابل الفیض فلذلک اول	اور اسی حقیقت محمدیہ کے سبب تمام حقائق اشیاء پر کرم ہوا تو وہ اپنے اپنے مرتبہ وجود میں ظاہر ہوئیں اور اسی کی برکت سے تمام موجودات فیض الٰہی کے قابل ہوئے اسی وجہ سے

ماخلق اللہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی حدیث جابر۔

روح محمد کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث جابر میں ہے۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۵)

امام غزالی حضور کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں کہ صلوۃ وسلام ہو اس ذات پہ جو صاحب معجزات ظاہرہ ہے۔

حصل من نورہ وجود الکائنات

(خطبہ مکاشفۃ القلوب)

اور جس کے نور سے تمام کائنات کو وجود ملا ہے۔

ایک جگہ اعلحضرت نے آپ کے اس مقام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود — تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات — اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہیں تو ہو

اعلحضرت نے اس شعر میں حضور علیہ السلام کے جس مقام کا ذکر کیا ہے وہ "منتہائے طلب" ہے کہ اس کائنات میں مقصود اعظم آپ کی ذات اقدس ہے۔

حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اللہ رب کا ارشاد گرامی ہے مجھے اپنی ذات کی قسم، میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔

لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا۔ (الخصائص ۲: ۱۹۳)

تاکہ انہیں آپ کی اس عظمت وکرامت اور منزلت ومرتبت سے آگاہ کروں جو میرے ہاں ہے اگر آپ موجود نہ

ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا

علامہ عمر بن احمد خرپوتی واقعہ معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب شب معراج سدرۃ المنتھی پر حضور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے حبیب!

انا وانت وما سوی ذلک خلقته لاجلک۔ — میں تیرا اور تو میرا مقصود ہے باقی سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔

اس پر امام المتوضعین صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے میرے خالق و مالک

انت وما سوی ذلک ترکته لاجلک۔ — میں تیرا ہوں تو میرا ہے باقی سب کچھ تیرے نام پر نثار کرتا ہوں۔

(عصیدۃ الشہدۃ ۱۰۷)

جب حضور اللہ کا مقصود و مطلوب ہیں تو مخلوق کا بطریق اولیٰ ہوں گے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے حبیب!

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک۔ — تمام مخلوق میری رضا چاہتی اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید نے رضائے محبوب کے بارے میں فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ (الضحیٰ) — میں آپ کو یقیناً اتنا عطا کروں گا تو تم خوش و راضی ہو جاؤ گے۔

مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل
مقصود نور تست دگر جملگی ظلام

(مقصود آپ کی ذات ہے، دیگر تمام طفیلی اور مقصود آپ کا نور ہے دیگر تمام تاریکیاں ہیں)

اعلیٰحضرت نے ایک مقام پر آپ کے سبب، علت اور غایت و مقصود کو یوں بیان کیا۔

غایت و علت، سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بنا، تم بنا، تم پہ کروڑوں درود

۳۰۔ مَصدرِ مَظہریت پہ اَظہر درود
مَظہرِ مَصدریت پہ لاکھوں سلام

مصدر۔ اصل و سرچشمہ، مظہریت۔ ظہور، اظہر۔ روشن، مظہر۔ جائے ظہور، مصدریت۔ صادر ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس کائناتِ ہست و بود میں سب سے پہلے جس ذات کے نور کو اپنی ذات اقدس کا کامل مظہر بنا کر تخلیق فرمایا وہ حضور علیہ السلام کا نور اقدس تھا۔ آپ کے نور کا ظہور اللہ کی ربوبیت کا ظہور قرار پایا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی بات کو یوں بیان کیا۔

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لِم ہے یہ، وہ اِن ہوا تم پہ کروڑوں درود

ظہورِ ربوبیت کا سبب

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ	اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو میں اپنے رب ہونے کا اظہار نہ کرتا۔

دوسری حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

(جواہر البحار' ۱: ۲۴۶)

میں کنز مخفی تھا مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانیں۔

یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ ایجاد کائنات کا سبب "محبت" ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مقتضائے حب کون ہے؟ قرآن وسنت نے تصریح کر دی کہ وہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔ کیونکہ مقام محبوبیت پر فائز صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ آپ کے مقتضائے حب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی واضح دلالت کر رہا ہے۔ " قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ " اس آیت کریمہ نے دوٹوک انداز میں بتا دیا کہ اللہ کا ہر محب' محبوب تب بنے گا جب اللہ کے محبوب کی اتباع کرے گا یعنی باقی سب محبوبیت میں تابع اور حقیقی محبوب نبی الانبیاء کی ذات اقدس ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ کرام مختلف انبیاء علیہم السلام کے کمالات مقامات کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت آدم صفی اللہ ہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ حق ہے مگر میرے بارے میں سنو!

الا و انا حبیب اللہ

میں اللہ کا محبوب ہوں۔

اکابر کی تصریحات

مذکورہ موضوع پر دو اکابر کی تصریحات ملاحظہ کیجیے!

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے اسم گرامی " حبیب اللہ " کی حکمت

بیان کرتے ہوئے اس حدیث قدسی کے تحت لکھتے ہیں :-

مراد توجہ حبی اول نشاء ایست کہ
صادر شدہ است از جناب الٰہی
در ایجاد مخلوقات و ہمہ فروع او بند
وجمیع حقائق ظاہر شدہ است مگر
بواسطہ حب واگر نمی بود حب پیدا کردہ
نشد خلق واگر پیدا کردہ نمی شد خلق
شناختہ نمی شد اسماء وصفات الٰہی
وخلق ظاہر شدہ مگر بواسطہ روح مطہر
محمدی چنانکہ معلوم شد پس اگر روح پاک
محمدی نمی بود نمی شناخت خدا را ہیچ احدی
زیرا کہ پیدا نہ بود ہیچ احدی پس حب واسطہ
اولی است مر وجود موجودات را و
بہ تحقیق وارد شدہ است کہ حق تعالےٰ
در شب معراج با حبیب ـ گفت
لولاک لما خلقت الافلاک
پس معلوم شد کہ حضرت محمد ست مقصود
از حب الٰہی وغیر وی ہمچو فرع است مراد
را پس ازیں جہت مخصوص گردانیدہ
است او را حق سبحانہ باسم حبیب نہ غیر او را

توجہ حُبی سے مراد امر تخلیق ہے جو
بارگاہِ الٰہی سے ایجادِ خلق کے لئے
صادر ہوا، تمام حقائق حُب کے
واسطہ سے ہی معرضِ وجود میں آئے
اگر حب نہ ہوتی تو مخلوق پیدا نہ کی جاتی
اور اگر مخلوق پیدا نہ کی جاتی تو اسماء صفات
الٰہی کی پہچان و معرفت نہ ہوتی لہٰذا
تمام مخلوق محمد عربی کے روحِ طیبہ کے صدقہ
میں پیدا ہوئی ہے۔ اگر روحِ محمدی نہ
ہوتی تو کسی کو بھی اللہ کی معرفت نصیب
نہ ہوتی کیونکہ کسی کا وجود ہی نہ ہوتا
اس سے واضح ہوگیا کہ پہلا واسطہ
موجودات کی تخلیق کا حب ہے اور
حدیث میں ہے کہ بوقت معراج اللہ
تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرمایا اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو
پیدا ہی نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے
کہ حب الٰہی سے مقصود ذات محمد ہے۔

اور دیگر فرع بھی وہ سبب ہے کہ اللہ تعالےٰ

نے آپ کا نام حبیب اللہ رکھا ہے۔ (مدارج النبوۃ، ۲ : ۷۱ (۶))

۲۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور کی ذات اقدس تمام حقائق کی حقیقت ہے۔

حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ حقیقۃ الحقائق است آنچہ در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال ایں فقیر منکشف گشتہ است و تعین و ظہور حبی است کہ مبدا ظہورات است و منشاء خلق مخلوقات است و در حدیث قدسی کہ مشہور است آمدہ است کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف اول چیزی کہ ازاں گنجینۂ مخفی بر منصۂ شہود آمد حب بودہ است کہ سبب خلق خلائق گشت اگر ایں حب نمی بود در ایجاد نمی کشود عالم در عدم راسخ و مستقر بود سر حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک، کہ در شان خاتم الرسل واقع است اینجا باید جست و حقیقت لولاک لما اظہرت الربوبیۃ را ازیں مقام باید طلبید۔

اس فقیر کو مراتب ظلال طے کرنے کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ حقیقت محمدیہ جو حقیقۃ الحقائق ہے وہ تعین اور ظہور حُب ہے جو مبدا ہے تمام ظہورات کا اور منشا ہے خلق و ایجاد مخلوقات و کائنات کا مشہور حدیث قدسی ہے کہ میں کنز مخفی تھا۔ پس مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانیں اور میری شان کو بقدر استعداد سمجھیں اس کنز مخفی سے پہلی پہلی شی جو منصۂ ظہور و شہود پر جلوہ فرما ہوئی وہ تھی حُب جو ایجاد مخلوقات کا سبب بنی اگر یہ حُب نہ ہوتی تو ایجاد کائنات کا دروازہ کبھی نہ کھلتا اور تمام عالم ہمیشہ کے لیے پردہ عدم میں مستتر رہتا۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک جو شان ختم المرسلین میں واقع ہے اس کا

(مکتوبات ، مکتوب ۱۲۲) اور اس کا اصل مقام ومحل یہی ہے۔
اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ
والی روایت کا مقصد ومعنی اسی
مقام پر طلب کرنا چاہیئے۔

حاصل کلام یہ بات از خود کھل کر سامنے آگئی کہ کائنات کے ایجاد کا سبب "محبت" ہے اور اس کا ظہور اول ذات حبیب ہے۔

۳۱۔ جس کے جلوے سے مُرجھائی کلیاں کِھلیں
اُس گُلِ پاک مَنْبَت پہ لاکھوں سلام

جلوے۔ دیدار ، مرجھائی۔ سوکھنا ، گل۔ پھول ، منبت۔ اگا یا ہوا

سابقہ تیس اشعار حضور علیہ السلام کے مختلف خصائص و امتیازات پر مشتمل تھے۔ شعر ۳۱ تا ۸۱ کا حصہ شاہکار ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا بیان ہے۔ امام اہل محبت ہر ہر عضو کے حسن وجمال کے تفصیلی بیان سے پہلے اس شعر میں آپ کے حسن وجمال کے مجموعی تاثر کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کِھلیں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اپنے حسن مطلق کا کامل مظہر بنایا۔ باطنی کمالات و درجات کے ساتھ ساتھ جو حسن ظاہری آپ کو ملا اس کی کوئی مثال نہیں، ہر حسین کا حسن وجمال آپ کے در کی خیرات ہے حتیٰ کہ حسنِ یوسفی بھی آپ کے حسن کا ایک جز ہے۔ عارف کامل میاں محمد بخشؒ نے کیا ہی خوب کہا:

تین مہینے رجی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جنہاں محمد عربیؐ ڈٹھا او رستے دونویں جہانی

حُسن وجمالِ مصطفویؐ کا دلیلِ نبوّت ہونا

قرآن نے آیتِ نور میں اس بات کو بڑے ہی حسین پیرائے میں بیان کیا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت نہ بھی کرتے تو آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والے لوگ آپ کے حسن وجمال اور محاسن وکمالات کو دیکھ کر از خود محسوس کر لیتے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآئُ۔

قریب ہے کہ وہ تیل از خود روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے مَس نہیں کیا۔ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شیخ نفطویہؒ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

ھذا مثل ضربہ اللہ تعالیٰ لنبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول یکاد منظرہ یدل علی نبوتہ وان لم یتل قرآنا۔

(اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن کی تلاوت نہ بھی کرتے پھر بھی آپ کا چہرۂ اقدس آپ کی نبوت پر دال تھا۔) (حجۃ اللہ علی العالمین، ۶۷۵)

۲۔ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں رقمطراز ہیں:

یکاد زیت صلوات اللہ وسلامہ علیہ لصفائہا و

اگر نورِ قرآن آپ کو مَس نہ بھی کرتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزگی اور

ذکائه ولو لم یمسه نور القرآن
روی البغوی تکاد المحاسن محمد
صلی الله علیه وسلم فظهر
للناس قبل ان یوحی الیه قال
ابن رواحة لو لم تبن فیه آیات
مبینة کانت منظره مبینک
عن خبره ۔
(روح المعانی ج ۱۷۱)

کمالِ حسن کی وجہ سے جگمگا اٹھتے۔ امام
بغوی رح نے محمد بن کعب القرظی رح کے حوالے
سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے محاسن و کمالات نزول وحی سے قبل بھی
لوگوں پر واضح و ظاہر تھے۔ ابن رواحہ
نے کہا " اگر آپ سے معجزات کا اظہار
نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کے نبی ہونے
پر آپ کا نظارۂ حسن ہی کافی تھا۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح لکھتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب الاحبار سے کہا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے فرمایا:

هذا مثل ضربه الله لنبیه
صلی الله علیه وسلم فالمشکوة
صدره والزجاجة قلبه
والمصباح فیها النبوة
یکاد نور محمد صلی الله علیه
وسلم وامره یتبین للناس
ولو لم یتکلم انه نبی کما کان
یکاد ذلک الزیت ۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی مثال بیان کی ہے مشکوٰۃ سے آپ کا
سینۂ اقدس، زجاجہ سے قلب انور اور
اس میں مصباح سے مراد نورِ نبوت ہے
یعنی اگر آپ اپنے منہ سے اعلانِ نبوت
نہ بھی کرتے تب بھی آپ کے انوار و کمالات
سے آپ کی نبوت واضح ہو جاتی ۔

قاضی صاحب ان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں :

ولنعم ما قال کعب (المظهری ج ۶: ۵۲۵) حضرت کعب نے بہت ہی خوبصورت بات کی ہے۔

قرآن نے یہ واضح کیا ہے کہ اس ہستی کے محاسن و اوصاف ہی نبوت پر کافی دلیل ہیں۔ اگر اس پر قرآن کا نزول نہ ہوتا اور اس سے معجزات کا ظہور نہ بھی ہوتا تو صاحبِ بصیرت پھر بھی اس ہستی کو اپنا رہنما مان کر اس کی سیرت کو اپنا لیتے۔

گنہ مغفور، دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا

گُلِ پاک منبت

حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اعجاز آفرینی کیوں نہ ہو؟ گلستانِ ہستی میں یہی تو وہ پھول ہے جس کے ظاہر و باطن پر حسنِ مطلق کا ملأ جلوہ گر ہے۔ یہی پھول ہے جس کو حسنِ ازل نے اپنے رنگ میں اس طرح رنگ دیا ہے کہ حسنِ تخلیق کو بھی اس پر رشک آ گیا۔

حور سے کیا کہیں، موسیٰ سے مگر عرض کریں
کہ ہے خود حسنِ ازل طالبِ جانانِ عرب

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل
پامال جلوۂ کفِ پا ہے جمالِ گل
جنت ہے انکے جلوہ سے جویائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوالِ گل [۱]

---

[۱] شعر ۱۳۱ تا ۱۸۱ کی مزید شرح اور تفصیلی حوالہ جات کے لیے ہماری کتاب "شاہکارِ ربوبیت" (جسم و اعضائے نبوی کا حسن و جمال صحابہ کی نظر میں) کا مطالعہ نہایت ہی مفید رہے گا

۳۲- قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت
ظلِّ ممدودِ رأفت پہ لاکھوں سلام

قد - قامت ، مرحمت - کرم وعنایت ، ظل - سایہ ، ممدود ، دائمی سایہ ، رافت - کرم ومہربانی

پچھلے شعر میں آپ کے حسن وجمال کا اجمالی تذکرہ تھا۔ اب یہاں سے سراپا پر تفصیلی گفتگو آپ کے قد انور اور قامت زیبا سے شروع کرتے ہوئے اس کی ایک خصوصیت ذکر کی کہ وہ بے سایہ تھا۔ کیونکہ آپ کی ذات تمام مخلوقِ خدا پہ اللہ تعالیٰ کا سایہ رحمت ہے اور سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

اسی بات کی ترجمانی احمد ندیم قاسمی نے یوں کی۔

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

قدِ بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کو کائنات کی ہر شے سے زیادہ لطیف و نظیف بنایا اور اسے مادی وعنصری کثافت سے مبرا رکھا۔ اس لیے قرآن نے آپ کو سراپا نور قرار دیا۔

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد آپ کی ذاتِ اقدس ہے۔ قرآن نے آپ کی

ذات اقدس کو فقط نور ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے سراجِ منیر بھی فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ	اے محبوب! ہم نے آپ کو شاہد،
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا	مُبَشِّر، نذیر، اللہ کے حکم پر اس کی طرف
وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا	بلانے والا اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا ہے
مُّنِیْرًا۔ (الاحزاب)	

جب قرآن حکیم نے آپ کے جسم اطہر کو سراپا سراجِ منیر قرار دیا ہے تو اس کے بعد اس میں مادی کثافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی بیان کردہ اس مقدس نورانیت کو ائمہ اسلام نے آپ کے جسم اطہر کے سایہ نہ ہونے پر دلیل بنایا ہے۔

۱۔ امام ابن سبع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه كان نورًا فكان اذا مشى	آپ کی ذات اقدس کے سراپا نور ہونے
فى الشمس او القمر لا ينظر	کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی
له ظل قال بعضهم ويشهد	میں آپ کا سایہ دکھائی نہ دیتا تھا۔
له حديث قوله صلى الله	بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ آپ
عليه وسلم فى دعائه و	کا سایہ نہ ہونے کی شہادت حضور علیہ
اجعلنى نورًا۔	السلام کی یہ حدیث بھی فراہم کرتی ہے
(الخصائص الکبریٰ، ۱: ۶۸)	جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی ہے اے اللہ مجھے سراپا نور بنادے!

۲۔ امام المحدثین قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

لا ظل لشخصه فى شمس ولا	آپ کے جسم اقدس کا سایہ اس لیے
قمر لانه كان نورًا۔	نہیں تھا کہ آپ سراپا نور تھے۔

۳۔ عظیم محدث امام رزینؒ رقمطراز ہیں:

لم یکن له صلی اللہ علیه وسلم ظل فی شمس ولا فی قمر لغلبة انواره۔ (الشفاء، ۱: ۵۲۲)

غلبۂ انوار کی وجہ سے آپؐ کے جسم اطہر کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔

۴۔ صاحب مجمع بحار الانوار اس بات کی تصریح یوں کرتے ہیں:

من اسمائه صلی اللہ علیه وسلم النور قیل من خصائصه صلی اللہ علیه وآله وسلم انه اذا مشی فی الارض فی الشمس والقمر لا یظهر له ظل۔ (مجمع بحار الانوار، ۳: ۲۰۲)

آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نور بھی ہے (اسی لیے) آپ کے خصائص میں سے بیان کیا گیا ہے کہ دھوپ اور چاندنی میں آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔

۵۔ امام خفاجیؒ شرح شفاء میں محدث ابن سبعؒ کے قول لاظل لشخصه فی شمس ولا قمر لانه کان نورًا کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(لاظل لشخصه) ای جسده الشریف ولا قمر مما تری فیه الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین ونحوهما و علل ذلک ابن سبع (لانه کان نورا) والانوار شفافة لطیفة لا تحجب غیرها لانوار لاظل لها کما هو شاهد

آپ کے جسم مقدس اور لطیف جسم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نہیں ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ سایہ اس وجہ سے دکھائی دیتا ہے کہ اجسام کثیفہ چاند اور سورج کی روشنی کے لیے حاجب ور کاوٹ ہوتے ہیں (آپ کا جسم اطہر کثیف نہیں بلکہ لطیف ہے۔ امام ابن سبع نے عدم سایہ پر آپؐ کے سراپا نور ہونے کو دلیل بنایا ہے اور

فی الانوار الحقیقۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین وکونہ بشرًا لاینافیہ کما توھم فان فھمت فھو نور علی نور فان النور ظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ۔

واقعہ یہ ہے کہ انوار لطیف اور شفاف ہونے کی وجہ سے دوسرے کیلئے رکاوٹ اور حاجب نہیں ہوتے۔ اس لیے انوار کا سایہ نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ انوار حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اور قرآن آپ کے نور مبین ہونے پر ناطق ہے اور آپ کا بشر ہونا آپ کے نور ہونے کے ہرگز منافی نہیں۔ پس اگر تجھے فہم نصیب ہو جائے تو یقین کر لے کہ آپ ایسے نور ہیں جو دوسروں پر غالب ہے کیونکہ نور کہتے ہی اسے ہیں جو خود ظاہر ہو اور غیر کو ظاہر کرنیوالا ہو

(نسیم الریاض، ۳: ۲۸۲)

تفسیرِ ظلِّ ممدود

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اہل جنت پر اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ

اور دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے۔ بے کانٹے بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں اور ہمیشہ کے سایے میں۔

(الواقعہ، ۲۷-۳۰)

ظل ممدود سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں یہ روایات ہماری رہنمائی کرتی ہیں بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظل ممدود کی تفسیر میں فرمایا:

ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام لا یقطعہا۔	جنت میں ایک درخت ہے اگر سو سال تک سوار اس کے سایہ میں سفر کرے تو وہ ختم نہ ہوگا۔

اس جنتی درخت کی صحابہ و تابعین سے مختلف صفات بھی مروی ہیں:

۱۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان اللہ غرسہا بیدہ	اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو خود اپنے دست قدرت سے لگایا ہے۔
۲۔ ان افنانہا من وراء سور الجنۃ۔	اس کی ٹہنیاں جنت کے احاطے کے باہر تک چھائی ہوئی تھیں۔
۳۔ ما فی الجنۃ نہرًا الا وہو یخرج من اصل تلک الشجرۃ۔	جنت میں جو بھی نہر ہے وہ اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔
۴۔ لو ان رجلًا راکبا علی حقۃ ثم ادار باصل تلک الشجرۃ ما بلغہ حتی یسقط مصرعًا۔	اگر کوئی شخص پنجسالہ اونٹ پر بیٹھ کر اس درخت کے گرد چکر لگائے تو اس کا چکر پورا نہ ہوگا اور وہ گر جائے گا۔

۵۔ بخاری و مسلم سے منقولہ روایت میں امام احمدؒ نے یہ الفاظ اضافی نقل کئے ہیں:

وان ورقہا لیخمر الجنۃ (المظہری، تفسیر سورۃ الواقعہ)	اس کے پتوں سے جنت کو ڈھانک دیا جاتا ہے۔

یہ ظلِ ممدود کی منقولہ تفسیر تھی جو نہایت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہاں اس کا لغوی معنی بھی سامنے رہنا چاہیئے۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے:

"ظلِ ممدود سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ سایہ جو دراز اور ہر طرف پھیلا ہوا ہو جیسے طلوع و غروب کے وقت ہر طرف پھیلا ہوا ہلکا، دراز اور خوشگوار سایہ ہوتا ہے اور ایسا سایہ جو نہ سمٹے اور نہ سکڑے اور اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا سایہ جو دائم و باقی رہے، جو کبھی زائل نہ ہو بلکہ اسے سورج بھی ختم نہ کر سکے۔" (نیشاپوری، تفسیر سورۃ الواقعہ)

چونکہ ظلِ ممدود کی جتنی صفات بیان ہوئی ہیں وہ کامل طور پر حضور کی ذاتِ اقدس میں موجود ہیں مثلاً

۱۔ اس شجرِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا کیا حضور سے بڑھ کر بھی کوئی دستِ قدرت کی تخلیق ہے؟ ہرگز نہیں۔

۲۔ اس شجرِ مبارک کا سایہ کوئی سوار طے نہیں کر سکتا۔ محبوب کا سایہ طے کرنا تو کجا کوئی اس کی ابتدا ہی نہیں بیان کر سکا کہ محبوب کو کب سایہ رحمت بنایا گیا۔

۳۔ جنتی ہر نہر اس درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔ سوچو تو ہی وہ خود کس سے فیض پا رہا ہے۔

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

اعلیحضرت نے حضور کی ذاتِ اقدس کو ظلِ ممدود سے تعبیر فرما کر واضح فرمایا ہے کہ حضور ہی کی ذات ہے جو تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا دائمی سایہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ دنیا و آخرت میں یہی وہ سایہ ہے جس کی چھاؤں میں ہر قسم کی پریشانی کا ازالہ ہوتا ہے۔ غور کیجئے اس [illegible] رسول کے ذہن کی کہاں

تک رسائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی روزِ قیامت اس سایۂ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین!

۳۲۔ طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
اُس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قدس۔ فرشتے، قمریاں۔ فاختہ کی طرح خوش الحان پرندے، سہی۔ سیدھا سرو۔ وہ مشہور خوبصورت درخت جو سیدھا مخروطی شکل میں ہوتا ہے، قامت۔ قد۔
سابقہ شعر میں قدِ انور کا بے سایہ ہونا بیان ہوا۔ اب قدِ رعنا کی جمال آفرینی، موزونیت اور معجزاتی کیفیت کا ذکر ہے۔

خالقِ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قد و قامت کو اس حسنِ تناسب سے نوازا تھا کہ دیکھنے والا جس زاویے اور جس پہلو سے بھی دیکھتا اسے کوئی عیب یا سقم دکھائی نہ دیتا۔ آپ تنہا کھڑے ہوتے تو میانہ قد دکھائی دیتے جبکہ صحابہ کے جھرمٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدِ اقدس سب سے بلند نظر آتا۔ اس لیے کہ ربِ کائنات کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ کوئی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پست قامت کہہ سکے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

(آپ سر تا قدم حسنِ مجسّم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری محاسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

قدِ انور کی جمال آفرینی

۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ آپ کی قامتِ زیبا کے حسن و جمال کے بارے

یں کہتے ہیں :

ما رأیت احسن بشرًا فی ثوبین احمرین من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	میں نے سرخ لباس میں رحمتِ دوجہاںؐ سے بڑھ کر کسی کے قامتِ زیبا کو حسین نہیں دیکھا۔

(ابن سعد، ۱: ۳۲۲)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپؐ کے قدِ زیبا کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس قوامًا و احسن الناس وجھًا۔	محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قامتِ زیبا اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن عساکر، ۱: ۳۲۰)

۳۔ وصافِ نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ قدِ انور کے اعتدال کو یوں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم معتدل الخلق بادن متماسك اطول من المربوع واقصر من المشذب۔	آپ کا تمام جسم نہایت ہی معتدل تھا۔ تمام اعضاء کامل تھے۔ گوشت سے پر ہونے کے باوجود ان میں ڈھیلا پن نہ تھا۔ قدِ انور اعتدال کے ساتھ دراز تھا۔ نہ ہی پست تھا اور نہ ہی زیادہ دبلا پتلا۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

ہے گلِ باغِ قدس رخسارِ زیبائے حضورؐ
سروِ گلزارِ قدم قامت رسول اللہ کی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپائے اقدس تناسب اعضاء کا بہترین شاہکار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنی وظاہری پہلو حد درجہ دلکش اور جاذب نظر تھا۔ آپ ہر

مجلس میں مرکزِ نگاہ ہوتے تھے اور دیکھنے والی ہر آنکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا انور کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں کھوئی رہتی۔

قدِ رعنا کی موزونیت

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ شاہکارِ ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدِ رعنا کی موزونیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس بالقصیر ولا بالطویل (الوفا، ۲: ۴۰۳)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدِ رعنا انتہائی دراز تھا اور نہ ہی کوتاہ (یعنی انتہائی موزون و مناسب تھا)

۲۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

انہ سمع انس بن مالکؓ ینعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان ربعۃً من القوم لیس بالطویل البائن ولا القصیر (ایضاً)	میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ان الفاظ میں کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دراز اور کوتاہ قد نہ تھے۔

۳۔ حضرت ابراہیم بن محمدؓ اپنے جدِ امجد حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے قامتِ زیبا کے بارے میں فرمایا:

لم یکن بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد وکان ربعۃً من القوم (مشکوٰۃ، ۵۱۷)	آپ نہ انتہائی بلند قامت تھے اور نہ ہی بالکل کوتاہ۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدِ انور مناسب تھا۔

۴۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آپ کے جسم اطہر کے اعتدال خلقت کے بارے میں کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقصدًا۔ (سبل الہدیٰ، ۲: ۱۱۳) — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد انور معتدل تھا۔

لغت میں مقصد کا معنی یوں بیان ہوا۔

لیس بطویل ولا قصیر ولا جسیم۔ — ایسے جسم کو مقصد کہتے ہیں جو قد میں نہ لمبا ہو نہ پست اور نہ ہی اس میں موٹاپا ہو۔

گلبنِ رحمت کی ڈالی

۵۔ سفرِ ہجرت میں آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والی خاتون اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے آپ کے قد انور کا حسن بیان کیا اور ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر اور عامر بن فہیرہ سے تقابل بھی کیا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربعة لا تشنؤہ من طول ولا تقتحمه عین من قصر غصن بین غصنین فهو انضر الثلاثة منظرًا و احسنهم قدًا۔ (شمائل رسول، ۴۶) — آپ کا مبارک قد نہایت خوبصورت میانہ تھا نہ ایسی طوالت کہ دیکھنے والا ناپسند کرے اور نہ ایسا پست کہ حقیر نظر آئے بلکہ وہ دو شاخوں کے درمیان تر و تازہ شاخ کی مانند تھا اور ان تینوں میں زیادہ حسین نظر آ رہا تھا۔

ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

چلتے وقت بلند نظر آتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدِ زیبا کی جمال آفرینی کے بارے میں فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہی زیادہ دراز قد تھے اور نہ ہی کوتاہ قد۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ تھا جب کسی طویل القامت کے ساتھ مل کر چلتے تو اس سے بلند نظر آتے۔

ولم یکن یماشیه احد من	اور بسا اوقات دو بلند قامت آدمیوں
الناس ینسب الی الطول الاطاله	کے درمیان چلتے تو ان سے بلند تر نظر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آتے۔ لیکن دیکھنے والا حیران رہ جاتا)
لربما اکتنفه الرجلان	کہ جب وہ جدا ہوتے تو وہ دراز قد
الطویلان فیطولهما رسول اللہ	اور آپ کا قدِ انور میانہ دکھائی دیتا۔
صلی اللہ علیہ وسلم فاذا	یعنی دوسروں کے مقابلے میں بلند
فارقاه نسب رسول اللہ	دکھائی دیتے مگر تنہا معتدل اور میانہ
صلی اللہ علیہ وسلم الی الربعة	قد تھے۔

(الخصائص الکبریٰ ۱: ۱۶۹)

۷۔ سیدنا ابوہریرۃ نے اس خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے۔

ماشی رسول اللہ صلی اللہ	آپ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت
علیه وسلم احد الاطاله (تہذیب ابن عساکر ۱: ۳۱۹)	دکھائی دیتے تھے۔

۳۴۔ وصف جس کا ہے آئینہ حق نُما
اُس خُدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

وصف۔ خوبی، حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ، نما۔ دکھانے والا، ساز۔ بنانے والا،

طلعت ۔ چہرہ ۔ صورت

اس شعر میں چہرۂ مصطفوی کا حسن اور اس کا آئینۂ جمالِ الٰہی ہونے کا بیان ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ اس آئینۂ جمالِ الٰہی کو تکتے ہی مسلمان ہو گئے ۔

چہرۂ مصطفوی جمالِ الٰہی کا آئینہ ہے

یوں تو کائنات کی ہر شے حسنِ باری تعالیٰ کی نشاندہی کرتی ہے ۔ یہ چاند، سورج، ستارے سبھی کے سبھی اس حسنِ مطلق کی تخلیق کے شاہکار ہیں ۔ مگر ان سب سے بڑھ کر جمالِ الٰہی کا مظہر چہرۂ ذاتِ مصطفوی ہے کیونکہ یہی وہ چہرۂ اقدس ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور توجہ کا مرکز ہے جسے قرآن فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں) کے الفاظ میں بیان کرتا ہے ۔

چونکہ آپ کا چہرۂ اقدس جمالِ الٰہی کا مظہرِ اتم ہے ۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا :

من رآنی فقد رأی الحق ۔ (شمائل ترمذی)

جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا ۔

امام نبہانی امام احمد بن ادریس کے حوالے سے مذکورہ حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

من رآنی فقد رأی الحق تعالیٰ (جواہر البحار، ۳ : ۴۸)

جس نے مجھے دیکھا گویا اس نے اللہ کو دیکھا ۔

حضرت ملا علی قاری رقمطراز ہیں :

نعم یصح ان یراد بہ الحق سبحانہ علی تقدیر مضاف ای

یہاں الحق سے اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ بھی مراد لینا درست ہے ۔ البتہ مضاف

رأى مظهر الحق او مظهره ومن رأنى فيرى الله سبحانه لان من رأى النبي صلى الله عليه وسلم فى المنام فيراه يقظة فى دارالسلام فيلزم منه انه يرى الله فى ذلك المقام ولا يبعد ان يكون المعنى من رأنى فى المنام فيرى الله فى المنام فان رؤيتى له مقدمة او مبشرة لذلك المرام ۔

(جمع الوسائل، ۲: ۲۳۷)

مقدر ہوگا ۔ یعنی اس نے ذات الٰہی کا مظہر دیکھا اور وہ شخص جس نے مجھے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف بھی پائے گا ۔ کیونکہ جس نے حضور کی خواب میں زیارت کی وہ بیداری میں بھی جنت میں زیارت کرے گا ۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اس مقام پہ دیدارِ الٰہی سے بھی مشرف ہوگا اور یہ معنی بھی بعید نہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگا ۔ کیونکہ آپ کی زیارت اس بات کی بشارت ہے اور پیش خیمہ ہے کہ وہ شخص اپنے ربِ کریم کی زیارت سے مشرف ہوگا ۔

برصغیر کے مسلم اور عظیم بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حدیث کے اقسام کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں :

حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من رأنی فقد رأی الحق کے دو معنی ہیں :

اول یہ کہ ، من رأنی فقد رأنی الحق یقیناً فان الشیطان لا یتمثل بی ۔

دوم یہ کہ ، من رأنی فقد رأی اللہ تعالیٰ ۔ (شمائم امدادیہ ، ۹۲ ، مطبوعہ لکھنؤ)

یعنی اس فرمانِ نبوی کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرا معنی یہ ہوگا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی چہرۂ اقدس کو جمالِ الٰہی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اما وجہ شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم مرأت جمال الٰہی و مظہر انوار نامتناہی وے بود (مدارج النبوۃ، ۱: ۲)	آپ کا چہرۂ اقدس اللہ تعالیٰ کے جمال کے لیے آئینہ ہے اور اس قدر انوار الٰہی کا مظہر کہ اس کی حد نہیں۔

خدا ساز طلعت

۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس وجھاً و احسنھم خلقاً۔ (المسلم، کتاب الفضائل)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ اقدس کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین ہیں اور اخلاق میں بھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان نبیکم صبیح الوجہ کریم الحسب حسن الصوت۔	آپ کا چہرہ خوش منظر اور آپ کا نسب مبارک اعلیٰ اور آواز حسین تھی۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس وجھاً و انورھم لوناً۔ (الوفا، ۲: ۴۰۶)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا حسن و جمال سب سے بڑھ کر اور رنگ (سب سے) روشن تھا۔

۴۔ حضرت ام معبدؓ چہرۂ انور کی زیارت کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی

ہیں :

رأيت رجلاً ظاهر الوضاءة متبلج الوجه ۔

(سبل الهدیٰ ، ۲ : ۵۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ اقدس میں سورج کی سی تابانی اور درخشندگی تھی ۔

۵ ۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں :

ما رأيت شيئاً احسن من رسول الله كان الشمس تجري في وجهه ۔

(الترمذی ، ۲ : ۲۰۶)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں پایا (آپ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا، گویا آپ کے چہرۂ انور میں آفتاب محوِ خرام ہے

۶ ۔ ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابو عبیدہؓ نے حضرت ربیع بنت معوذ جو صحابیہ تھیں ، سے عرض کیا :

صفي لي رسول الله صلى الله عليه وسلم

مجھے آپؐ کے حسن وجمال کے بارے میں کچھ بتائیں ۔

انہوں نے کہا :

يا بني لو رأيته لقلت الشمس طالعة ۔

(الدارمی ، ۱ : ۲۴)

اے بیٹا اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ لیتا تو اسے یوں پاتا جیسے سورج چمک رہا ہو ۔

۳۵ ۔ جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

سروراں ۔ تاجور ، خم ۔ جھکنا ، رفعت ۔ بلندی و برتری

سرِ تاجِ رفعت

سرِ اقدس پر سلام عرض کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہی وہ ذات ہے جن کے سرِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے رفعت و برتری کا ایسا تاج سجایا کہ تمام بلندیاں اور رفعتیں وہاں سے خیرات پا رہی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اے حبیب ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

اگر ظاہری رفعت کو دیکھا جائے تو معراج کی رات مخلوق میں سے ہر شئے نیچے تھی اور حضور کو وہ رفعت نصیب ہوئی جس کے بیان کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ آپ ہی کی وہ ذات ہے جس کے سر پر اللہ نے سید الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا تاج سجایا۔ قدِ انور کے تحت ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ ہر مقام پر دوسروں سے بلند دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں ہم صرف سرِ اقدس کے حسن و وقار پر گفتگو کریں گے۔

سرِ اقدس کا حسن و وقار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ اقدس نہ چھوٹا تھا نہ زیادہ بڑا بلکہ اعتدال کیساتھ بڑا اور حسن مناسبت، وقار اور موزونیت کا آئینہ دار تھا اس میں ایک تمکنت کی شان ہویدا تھی۔ سر کا حد سے چھوٹا ہونا اور اسی طرح اس کا زیادہ بڑا ہونا انسانی شخصیت کے حسن کو مجروح کرتا ہے لیکن اعتدال کے ساتھ وقار، تمکنت اور موزونیت کا حامل بڑا سر جیسا کہ حضور علیہ السلام کا تھا کمالِ فہم و دانش اور بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کی زیارت کرنیوالا ہر شخص بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اللہ اللہ یہ کسی بڑے صاحبِ عقل و خرد، حاملِ فہم و دانش اور سردار کا سر ہے جو بلا کے حسنِ اعتدال

اور وقار و رعنائی کا مظہر ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سر اقدس کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الھامۃ۔
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

آپ کا سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا اور حسنِ مناسبت سے وقار اور موزونیت کا آئینہ دار تھا۔

اس کی شرح میں امام عبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سر کا بڑا ہونا اس بات کی علامت تصور کیا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے ادراک اور فہم و فراست میں دوسروں سے ممتاز ہے۔

وعظم الرأس ممدوح لانہ اعون علی الادراکات والکمالات
(حاشیہ للمناوی ۱: ۳۵)

سر کا موزونیت کے ساتھ بڑا ہونا قابلِ ستائش و تعریف ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز اس شخص کے ادراکات اور کمالات کے لیے معاون ہوتی ہے۔

شیخ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

عظم الرأس دلیل علی کمال القوی الدماغیہ وھو آیۃ النجابۃ۔ (المواہب اللدنیہ، ۱۳)

سر کا بڑا ہونا دماغی قوی کے کامل ہونے کی دلیل کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم کی علامت بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے سر انور کے بارے میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضخم الرأس۔
(مسند احمد ۱: ۸۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ انور چھوٹا نہیں تھا بلکہ موزونیت کے ساتھ بڑا تھا

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سرِ انور کی توصیف کرتے ہوئے فرماتی ہیں

لا تزدریہ صعلۃ۔ (مجمع الزوائد ۶: ۵۷) آپ کا سرِ اقدس چھوٹا نہیں تھا کہ عیب کا سبب ہو۔

۳۶۔ وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مُشک سا
لکّۂ ابرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۳۷۔ لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق!
مانگ کی اِستقامت پہ لاکھوں سلام

۳۸۔ لَخْت لَخْتِ دلِ ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

کرم۔ رحمت، گیسو۔ بال، مشک۔ کستوری، سا۔ مثل، لکہ۔ ٹکڑا، ابر۔ بادل، لیلۃ القدر۔ شب قدر، مطلع الفجر۔ صبح صادق، مانگ۔ کنگھی کرتے وقت بالوں کے درمیان پیدا ہونے والا خط، استقامت۔ سیدھا ہونا، لخت۔ ٹکڑا، چاک۔ پھٹا ہوا، شانہ۔ کنگھی۔

سرِ اقدس کے بعد اب حضور کی مبارک زلفوں کی سیاہی، خوشبو، ان کو کنگھی کرنا اور ان کی برکات کا تذکرہ ہے۔ مبارک زلفوں کی سیاہی کو "لیلۃ القدر" اور ان میں پُرنور مانگ کو "مطلع الفجر" کہنا اعلیٰحضرت ہی کا حصہ ہے

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے اور کھڑے تھے اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ہلکے سے خمدار اور معمولی سے پیچ کھائے ہوئے تھے۔ انہیں زلفِ خمیدہ کا نام ہی دیا جا سکتا ہے۔ یہ کنڈل والی زلفیں اس طرح سیاہ اور انفرادی حسن کی حامل تھیں کہ صحابہ کرام سے مرویات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ گیسوئے مصطفیٰ کے اسیر صحابہ نے آپ کی حسین معنبر و معطر زلفوں کو کس طرح اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔ جب بھی کسی محفل میں آپ کے حسنِ سراپا کا تذکرہ چھڑتا، وہاں آپ کے چہرے اور سیاہ زلفوں کا ذکر ضرور ہوتا۔ ہم بھی ایمانی ذوق کے لیے چند مرویات کا ذکر کرتے ہیں:

حسین زلفیں

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک بالوں کا حسن ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الشعر۔	آپ کے مبارک بال نہایت ہی حسین اور خوبصورت تھے۔

(ابن عساکر، ۱: ۲۱۷)۔

سیاہ زلفیں

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک زلفوں کی سیاہی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ	آپ کے بال گہرے سیاہ تھے۔

علیہ وسلم شدید السواد الشعر۔ (تہذیب ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)

نوری مکھڑا نالے زلفاں کالیاں

صدقے واری جاون ویکھن والیاں

زلفوں کی سیاہی آج بھی نگاہوں میں ہے

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ اعلان فرمایا کرتے کہ لوگو حضور علیہ السلام کے بارے میں کسی نے کچھ پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھ لے۔ کیونکہ آج روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے حضورؐ کو دیکھا ہو۔ جب کوئی بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کرتا تو آپ تفصیلاً انہیں حلیہ بیان کرتے اور آخر میں فرماتے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر آپ کی جو زیارت کی تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔

فما انسی شدۃ بیاض	آپ کے چہرہ اقدس کی خوبصورت
وجهه و شدۃ سواد شعرہ	سفیدی اور زلفوں کی گہری سیاہی آج
(ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)	بھی میری نگاہوں میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریک رات سے بڑھ کر زلفوں کی سیاہی کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی
علیه وسلم شدید سواد	مبارک کے بال نہایت ہی سیاہ تھے۔
الرأس واللحیه (سبل الھدیٰ، ۲: ۲۵)	

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی زلفوں کی سیاہی سے رات کو تیرگی کی خیرات ملی۔

الصبح بدا من طلعتہ　　والليل دجیٰ من وفرتہ

(آپ کے پُرنور چہرے سے صبح کو روشنی ملی۔ اور آپ کی سیاہ زلفوں سے رات کو تیرگی نصیب ہوئی)

خمیدہ زُلفیں

آپ کے مبارک بال نہ بالکل سیدھے اور کھڑے تھے اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے بلکہ ان دونوں کے بین بین تھا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ کے مبارک بالوں کے اس حسنِ اعتدال اور کمال موزونیت کو یوں بیان فرمایا:

كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم شعرا بين شعرين لا رجل سبط ولا جعد قطط۔ (البخاری۔ کتاب اللباس)	آپ کے مبارک بال نہ بالکل پیچ دار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے اکڑے ہوئے بلکہ بین بین تھے۔

آپ ہی سے مروی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وكان شعر النبی صلى الله عليه وسلم رجلا لا جعدًا ولا سبطاً۔ (دلائل للبیہقی، ۱: ۲۴۲)	آپ کے بال قدرے گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل پیچدار۔

۲۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا:

كيف كان شعر رسول الله؟	میرے پیارے آقا کی زلفیں کیسی تھیں؟

تو آپ نے فرمایا:

لم یکن بالجعد ولا بالسبط کان رجلاً۔ (شمائل ترمذی)
نہ تو پیچدار تھیں اور نہ ہی سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ کنڈل والی تھیں۔

۳۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زلفوں کے خمیدہ ہونے کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ رجل الشعر ان انفرقت عقیقتہ فرقھا والا فلا۔ (شمائل ترمذی)
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال درمیانے گھنگریالے تھے۔ جب ان میں کنگھی کی جاتی تو ان کے کنڈل کھل جاتے یعنی الگ الگ ہو جاتے اور اگر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے حلقہ دار رہتے۔

۴۔ حضرت علی بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لم یکن شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجعد القطط ولا بالسبط کان جعداً رجلاً۔ (المسلم، کتاب الفضائل)
حضورؐ کے مبارک بال نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچیدہ بلکہ کچھ گھنگریالے تھے۔

دراز زلفیں

سرِ اقدس کے بال کتنے لمبے اور دراز تھے؟ اس بارے میں صحابہ سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ ہم پہلے ان اقوال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے درمیان تطبیق بیان کریں گے۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ آپ کے بال مبارک خم دار تھے۔ ان میں اگر خود مانگ نکل آتی تو

اسے رہنے دیتے ورنہ خود مانگ کے لیے تکلف نہ فرماتے۔

یجاوز شعرہ شحمۃ اذنیہ اذا هو وفرۃ۔	آپ کے مبارک بال جب لمبے ہوتے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہو جاتے تھے۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کا مبارک قد میانہ تھا اور

یبلغ شعرہ شحمۃ اذنیہ علیہ	آپ کے مبارک بال کانوں کی لو تک تھے۔
حلۃ حمراء ما رأیت احسن منہ	میں نے سرخ جبہ میں آپ سے بڑھ کر حسین کوئی نہیں دیکھا۔
(البخاری، کتاب المناقب)	

۳۔ آپ ہی سے شیخ ابو اسحاقؒ کے حوالے سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

ما رأیت احدا من خلق اللہ تعالیٰ فی حلۃ حمرا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جمتہ تضرب من منکبیہ۔	میں نے مخلوقِ خدا میں سرخ حلے میں آپ سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک اور زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔

(المسلم، کتاب الفضائل)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی یہ بات بیان کرتے،

ماحدث بہ قط الا ضحک	تو بیان کرنے کے بعد ہمیشہ مسکرا دیتے

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱: ۲۲۳)

۴۔ آپ سے مروی تیسری روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

ما رأیت من ذی لمة احسن	میں نے سرخ جبہ پہنے کانوں کی لو سے
فی حلة حمرا من رسول اللہ	نیچے زلفوں والا آپ سے بڑھ کر حسین
صلی اللہ علیہ وسلم له شعرة	نہیں دیکھا۔ آپ کی مبارک زلفیں کاندھوں
یضرب منکبیه۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۱: ۲۲۴)	کو چوم رہی ہوتیں۔

۵۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے مقدس بالوں کے بارے میں فرماتی ہیں:

کان شعر النبی صلی اللہ علیه	آپ کے بال مبارک کانوں اور دونوں
وسلم فوق الوفرة ودون الجمة	شانوں کے درمیان تھے۔

(ابوداؤد، کتاب الترجل)

۶۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه	آپ کے مبارک بال کانوں کی لو تک
وسلم ذا وفرة۔ (ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)	تھے۔

آپ کے مبارک بالوں کے بارے میں احادیث میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

وفرة ، لمة ، جمة

جمة : ایسے بال جو کاندھوں کو چھو رہے ہوں۔

لمة : ایسے بال جو کانوں سے نیچے ہوں مگر کاندھوں کو نہ چھوئیں۔

وفرة : ایسے بال جو کانوں کی لو تک ہوں۔

مرویات میں تطبیق

ان مرویات میں بظاہر تعارض ہے یعنی بعض صحابہ بیان کرتے ہیں کہ آپ

کے بال کانوں تک تھے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ نہیں بلکہ کاندھوں تک تھے۔

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لیے کہ یہ مختلف اوقات کے احوال ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے ہی مختلف احوال بیان کئے۔ حضرت قاضی عیاض ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان ذلک لاختلاف الاوقات	یہ مختلف احوال کا بیان مختلف اوقات کی
فکان اذا ترک تقصیرها بلغت	وجہ سے ہے۔ عدم حجامت کی صورت
المناکب واذا قصرها کانت	میں کاندھوں تک پہنچ جاتے اور
الی الاذن او شحمتها او نصفها	حجامت کے بعد کانوں کی لو یا اس
فکانت تطول و تقصر بحسب	کے نیچے تک ہوتے۔ اسی اعتبار سے
ذلک ۔ (جمع الوسائل، ۱:۸۱)	کبھی بڑے اور کبھی چھوٹے ہوتے۔

علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے مروی روایت کے تحت مرویات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "گویا تازہ کنگھی کرتے تو بال دوشِ اقدس تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سکڑ کر کانوں تک پہنچ جاتے"۔

(حاشیہ الوفا، ۲۹۹)

۳۹۔ دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

کان لعل۔ جواہرات کی کان ، کرامت۔ اعلیٰ دانو کھی

آپ کے گوش مبارک کے حسن وجمال اور ان کی خداداد قوتِ سماعت پر سلام ہے۔

گوشِ مبارک کا حسنِ موزونیت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ مبارک دونوں کامل و تام تھے۔ اپنے حسن موزونیت میں یکتا تھے۔ قوتِ بصر کی طرح آپ کو قوتِ سماعت بھی بے مثال عطا ہوئی تھی۔ آپ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ آپؐ کا مبارک علیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رجل الرأس اھدب العینین حسن الفم حسن اللحیۃ تام الاذنین (شمائل الرسول، ۲۲)	آپ کے سر کے بال ہلکے خم دار، دراز پلکوں والی آنکھیں، حسین و پاکیزہ چہرہ، خوبصورت ریش مبارک اور آپ کے دونوں کان کامل تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے وہاں جاکر لوگوں کو خطبہ دیا۔ مجلس میں علماءِ یہود میں سے ایک عالم بھی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس نے مجھے کہا اے علی مجھے اپنے آقا علیہ السلام کا حلیہ بتائیے۔ مجھے جو مستحضر تھا میں نے بیان کر دیا۔ وہ عالم کہنے لگا کہ ابھی باقی ہے، آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ میں نے کہا اس وقت مجھے یہی یاد ہے۔ وہ عالم کہنے لگا پھر آپ مجھے اجازت دیں کچھ میں بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے ان الفاظ میں آپ کے اوصاف بیان کرنا شروع کئے۔

فی عینیہ حمرۃ حسن اللحیۃ حسن الفم تام الاذنین۔ (شمائل الرسول، ۱۶)	ان کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے ہیں۔ ریش مبارک نہایت حسین، دہن مبارک خوبصورت اور دونوں کان مبارک تام ہیں۔

پُرنُور ستارے

آپ کی مبارک و خوبصورت زلفیں جب آپؐ کے مبارک کانوں کا اپنے کنڈلوں کے ساتھ احاطہ کرتیں تو چونکہ زلفیں نہایت ہی سیاہ تھیں اور کان مبارک نہایت ہی سفید اس لیے ایک عجیب سماں ہوتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس خوبصورت منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

وتخرج الاذن بیاضها من تحت تلك الغدائر كانها توقد الكواكب الدرية بين ذلك السواد (ابن عساکر، ۱: ۳۳۵)

آپ کی مبارک زلفوں کے درمیان دونوں سفید کان یوں محسوس ہوتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے طلوع ہوں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دیر تک چہرۂ اقدس تکتا رہا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاعم هل لك حاجة؟ اے چچا جان! کیا معاملہ ہے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اگرچہ اب مسلمان ہوا ہوں مگر آپ کی ذاتِ گرامی سے میں بچپن سے متاثر ہوں۔ کیونکہ جب آپ جھولے میں تھے تو میں نے دیکھا،

تناغى القمر وتشير اليه باصبعك فحيث اشرت اليه مال۔ (الخصائص الکبریٰ، ۱: ۵۳)

آپ چاند سے گفتگو کرتے ہیں اور وہ آپ کی انگلی کے اشارے پر رقصاں ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان یہ بعد کی باتیں ہیں۔ آپ کو اس وقت کے بارے میں بتاتا ہوں جب میں شکمِ مادر میں تھا۔

والذی نفسی بیدہ لقد کنت اسمع صریر القلم علی اللوح المحفوظ وانا فی ظلمۃ الاحشاء وکنت اسمع سجود القمر امام العرش وانا فی ظلمۃ الاحشاء۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں شکم مادر میں لوحِ محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سنتا تھا اور اسی طرح شکم مادر میں میں چاند کے عرش اعظم کے سامنے سربسجود ہونے کی آواز کو بھی سنتا تھا۔

(مجموعۃ الفتاوی لمولانا عبد الحئی لکھنوی)

میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے

اللہ تعالےٰ نے آپ کو اتنی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ ایسی باتیں بھی سن لیتے جو دوسرے حاضرین سلامتی حواس کے باوجود نہ سن پاتے تھے۔

حضرت ابوذر اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں تو اس وقت کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ آپؐ نے فرمایا:

انی لاری مالا ترون واسمع مالا تسمعون انی اسمع اطیط السماء وما

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں وہ سنتا جو تم نہیں سنتے اور میں اس وقت آسمان کی چرچراہٹ

تلاوم ان تنط دما فيها موضع شبر الا وعليه ملك ساجد.
(مسند احمد، ۵ : ۱۷۳)

سن رہا ہوں اور آسمان کے اس طرح کرنے میں کوئی برائی نہیں کیونکہ اس پہ ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتہ اللہ کے حضور سجدہ ریز نہ ہو۔

۴۰۔ چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال
اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

مہر۔ سورج، چشمہ مہر سے مراد آپ کا چہرۂ اقدس ہے، موج۔ لہر، جلال۔ ناراضگی
رگ۔ نس، ہاشمیت۔ ہاشمی ہونا۔

گوش مبارک کے بعد اب آپ کے چہرۂ انور کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ابروؤں کے درمیان نہایت ہی خوبصورت رگ تھی جو ناراضگی وجلال کے وقت ابھر آتی۔ امام اہلِ محبت نے مذکورہ شعر میں اسی مقدس رگ پر سلام عرض کرتے ہوئے آپ کے چہرہ انور کو چشمۂ مہر اور اس مقدس رگ کو "موجِ نورِ جلال" کہا۔ آئیے یہی بات صحابہ کی زبان سے سنتے ہیں۔

چشمۂ مہر

صحابہ کرام آپ کے چہرہ اقدس کے انوار وتجلیات کے بیان کے لیے مختلف الفاظ ذکر کیا کرتے تھے۔ اکثر چاند کے ساتھ تشبیہ دیتے۔ بعض اوقات سورج کا بھی ذکر کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے حسن وجمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ کان الشمس تجری فی وجهه (الترمذی ۲: ۲۰۶)	میں نے حضور سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں دیکھا یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کے چہرہ انور پر سورج تیر رہا ہے

ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابوعبیدہ نے حضور کی صحابیہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔

صفی لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مجھے حضور کی کوئی نعت سناؤ۔

تو انہوں نے فرمایا:

یا بنی لو رأیته لقلت الشمس طالعة۔ (سبل الہدیٰ ۲: ۵۸)	اے بیٹے اگر آپ کی زیارت کا شرف پاتا تو پکار اٹھتا سورج طلوع ہو گیا ہے

موجِ نورِ جلال

حضور کے مشہور نعت گو حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ چشمہ مہر میں موجِ نورِ جلال کے وقت ابھرنے والی مبارک رگ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ازج الحواجب سوابغ من غیر قرن بینهما عرق یدرہ الغضب۔ (الوفا ۲: ۳۸۸)	حضور کے ابرو خمیدہ اور لمبے تھے آپس میں پیوست نہ تھے ان کے درمیان ایک رگ تھی جو ناراضگی و جلال کے وقت ابھر آتی۔

اب پڑھیے اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام۔

تصور کیجیے اس عاشقِ رسول کا اپنے کریم آقا کی ذات کے بارے میں کتنا گہرا مطالعہ تھا کہ ہر ہر لفظ کے انتخاب کے وقت آیت یا حدیث سامنے ہوتی۔

۴۱۔ جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

ماتھا ۔ پیشانی ، شفاعت ۔ سفارش ، سہرا ۔ شادی کے موقعہ پہ دولہا کے چہرے پر سجایا جاتا ہے ، جبین ۔ پیشانی ، سعادت ۔ خوش بختی ۔

اس شعر میں حضور علیہ السلام کی مقدس پیشانی پر سلام عرض کرتے ہوئے واضح کیا کہ آپ کی وہ ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعتِ کبریٰ کا سہرا اور تاج عطا کیا ہے

آپ کے مقامِ شفاعت پر " نوبہار شفاعت " کے تحت گفتگو ہو چکی ہے س لئے یہاں فقط جبینِ مقدس کے سراپا پر کچھ عرض کیا جاتا ہے ۔

جبینِ سعادت

پ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ ، فراخ ، روشن اور چمکدار تھی جس پر کبھی بھی کسی شخص نے حزن اور بیزاری کے آثار نہیں دیکھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ اقدس سے ہمہ وقت مسرت و شادمانی اور اطمینان و سرور کی کیفیت جھلکتی تھی ۔ جس کی زیارت سے دیکھنے والے کے دل میں فرحت و انبساط اور راحت و طمانیت کا احساس امڈ آتا تھا ۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ نے آپ کی مقدس پیشانی کی کشادگی یوں بیان کی ہے :

۱۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسع الجبین ۔ (شمائل ترمذی) — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ اقدس کشادہ تھی

۲۔ سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاض الجبين۔ (دلائل النبوة ١: ٢١٢)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس واسع تھی۔

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كان جبين رسول الله صلى الله عليه وسلم صلتاً۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی واسع اور شفاف تھی۔

امام محمد یوسف الشافعیؒ لفظ "صلت" کے معنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

الصلت الجبين اى واسعة وقيل الصلت الاملس۔ (سبل الهدى، ٢: ٣٢)

صلت کا معنی واسع ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کا معنی چمکدار کیا ہے۔

حافظ ابن خیثمہؒ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجلى الجبين اذا اطلع جبينه من بين شعره كانما اطلع فى فلق الصبح او عند الليل او طلع بوجهه على الناس ترأوا جبينه كانه ضوء سراج قد تلألأ وكانوا يقولون هو رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ايضاً)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس روشن تھی۔ جب اس سے مبارک زلفیں اٹھتیں تو یوں محسوس ہوتا کہ صبح طلوع ہو گئی ہے۔ یا جب رات کے وقت آپ اپنے غلاموں کی طرف تشریف لیجاتے تو آپ کی جبینِ اقدس یوں دکھائی دیتی تھی جیسے روشن چراغ سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگ پکار اٹھتے کہ وہ رسول خدا تشریف لے آئے۔

۵۔ شاعرِ بارگاہِ رسالت مآب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے:

متی یبد فی اللیل البہیم جبینہ

یلح مثل مصباح الدجی المستوقد

(جب رات کی تاریکی میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو اس طرح چمکتی دکھائی دیتی جس طرح روشن چراغ چمکتا ہے۔)

۶۔ ابن عساکر نے حضرت مقاتل بن حیانؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا:

جد فی امری ولا تھزل و — میرے معاملے میں کوشش کر اور

صدقوا النبی العربی الصلت الجبین — اس عربی نبی کی تصدیق کر جو چمکدار پیشانی کا مالک ہے۔

(ابن عساکر ۱: ۳۴۵)

۴۲۔ جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

اُن بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

کعبہ۔ بیت اللہ، بھنوؤں۔ ابرو، لطافت۔ نزاکت و حسن اور باریک

آپ کے مبارک ابروؤں کے حسن و جمال کا بیان ہے کہ ابروؤں کے محرابی حسن کو سجدہ کرنے کعبہ کی محراب جھک گئی۔ یہاں ابرو اور محرابِ کعبہ کے تقابل میں کتنا حسن ہے کیونکہ خوبصورت ابرو محرابی صورت میں ہوتے ہیں۔

سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جن عجائبات کا ظہور ہوا ان میں سے ایک یہ ہے کہ کعبہ مولد النبی (نبی اکرم کی جائے ولادت) کی سمت سجدہ ریز ہوگیا

تھا۔ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں۔ میں حرم کعبہ میں تھا۔ سحری کے وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی گھڑی آئی تو وہاں نصب کردہ تمام بت اوندھے گر پڑے اور

کعبہ نے مقام ابراہیم کی جانب سجدہ کیا

میں حیران ہوا یہ کیا معاملہ ہے، تو دیوار کعبہ سے آواز آئی آج مصطفٰے مختار کی ولادت ہو گئی ہے جس کے ہاتھوں کفر مٹ جائے گا اور مجھے ان ناپاک بتوں سے نجات دلائے گا۔ صرف اور صرف معبودِ حقیقی کی عبادت کا حکم دے گا۔ (حاشیہ سیرۃ الحلبیہ ۱، ۷۲)

ـنی ۔ روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی"۔

بھنوؤں کی لطافت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ابرو نہایت باریک، محرابی، گہرے سیاہ اور گنجان تھے۔ دونوں باہم پیوست یعنی ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے۔

ابرو نہایت باریک تھے

ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دقیق الحاجبین — آپ کے ابرو نہایت ہی لطیف و باریک تھے۔

بعض روایات میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ آپ کے مبارک ابرو آپس میں ملے ہوئے تھے جیسا کہ ابو الحسن بن قانع حضرت سوید بن غفلہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا:

ماصح الجبین اھدب مقرون — پیشانی کشادہ اور ابرو آپس میں

الحاجبین	متصل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی منقول ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرون الحاجبین۔ (سبل الہدیٰ، ۲: ۳۱)	آپ کے ابرو باہم پیوست تھے۔

روایات میں تطبیق

سابقہ روایات جن میں یہ تذکرہ تھا کہ ابرو ملے ہوئے نہ تھے اور ان روایات میں بظاہر تعارض ہے مگر محدثین نے اس ظاہری تعارض کو بڑے احسن طریقے سے رفع فرمایا ہے:

صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں:

ان الفرجۃ التی کانت بین حاجبیہ یسیرۃ لا تبین الا من دق النظر۔ (انسان العیون ۲: ۳۳۶)	دونوں ابروؤں کے درمیان اتنی قلیل کشادگی تھی کہ اسی شخص پر واضح ہوتی جو غور سے دیکھتا۔

۴۳۔ ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۴۴۔ اشکباریٔ مژگاں پہ برسے درود
سلکِ دُرِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

سایہ افگن۔ سایہ کرنے والا، مژہ۔ پلک، ظلہ۔ چھتری و آلۂ سایہ، قصر۔ محل

اشکباری ۔ آنسو برسانا ، مژگاں ۔ پلکیں ، سلک ۔ لڑی ، در ۔ موتی ۔

ان اشعار میں اعلحضرت نے سلام عرض کرتے ہوئے آپ کی مقدس پلکوں اور ان کا یادِ محبوب اور غم امت میں آنسو برسانا ، کا بیان کیا ہے ۔

مقدس پلکیں

آنکھوں پر حسین پلکیں ان کے حسن کو دوبالا کر رہی تھیں ۔

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب بھی اپنے پیارے آقا کے حسن وجمال اور آپ کی آنکھوں کا ذکر کرتے تو اس میں یہ الفاظ ضرور ذکر کرتے ۔

کان فی الوجہ تدویر ابیض مشرب ادعج العینین اھدب الاشفار ۔ (دلائل النبوۃ ، ۱ : ۲۱۳)	آپ کے چہرۂ اقدس میں کتابی گولائی تھی ۔ رنگ مبارک میں سفیدی اور سرخی کا امتزاج تھا ۔ پلکیں خوبصورت اور لمبی تھیں ۔

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ آپ کی پلکوں کے حسن کو یوں بیان کرتے ہیں :

کان اھدب اشفار العینین (دلائل النبوۃ بیہقی ، ۱ : ۲۱۳)	آپ کی مبارک آنکھوں کی پلکیں نہایت لمبی تھیں ۔

عارفِ کامل پیر مہر علیؒ کہتے ہیں :

دو ابرو قوس مثال دسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن

آپ کی مبارک آنکھوں کے لیے لفظ اشکل بھی استعمال ہوا ہے ۔ جوہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ سماکؒ سے اس کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا :

ما اشکل العینین قال طویل شعرھا۔ (ابن عساکر، ۱: ۲۲۲)

اشکل العینین سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جن آنکھوں کی پلکیں لمبی ہوں انہیں اشکل کہا جاتا ہے۔

ابن سعد اور طبرانی نے حضرت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ شریف میں مسلسل کئی سال قحط آ گیا۔ میں نے خواب میں ایک ہاتفِ غیبی کو سنا جو قریش کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ تمہارے اندر ایک اللہ کا نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ اس کی خدمتِ اقدس میں جاؤ۔ اس کی برکت سے قحط ختم ہو جائے گا۔

آپ کا تعارف کرواتے ہوئے وہ ہاتفِ غیبی کہتا ہے:

الا فانظروا رجلاً منکم مسطاً جسیماً ابیض بضا اوطف الاھداب سھل الخدین اشم العرنین۔ (اعلام النبوۃ للماوردی، ۱۴۹)

اس کا جسم اطہر انتہائی متناسب، اس کے جوڑ عظیم، رنگ سفید، پلکیں لمبی، رخسار ہموار اور ناک مبارک بلند ہے۔

حضرت ام معبد سے مروی ہے:

فی اشفارہ عطف۔ (سبل الھدیٰ، ۲: ۳۲)

آپ کی مقدس پلکیں خوبصورت اور طویل تھیں۔

رب کی یاد میں آنسو بہانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی یاد میں اس طرح آنسو بہاتے کہ آنکھیں سمندر کی طرح بہہ پڑتیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو العینین۔ (ایضاً)

آپ کی آنکھیں سمندر کی طرح یادِ رب میں بہتی تھیں۔

۴۵ معنیٔ قد رأی مقصدِ مَاطغیٰ
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

قد رأی ۔ اس نے ضرور دیکھا ، ماطغیٰ ۔ حد سے آگے نہ بڑھنا ، نرگس ۔ پھول ، باغ قدرت ۔ خدائی چمن ،

پچھلے اشعار میں حسین پلکوں کا ذکر تھا اب چشمانِ مقدس کے حسن وجمال اور قوتِ بصارت کا تذکرہ ہے ۔

نرگس باغ قدرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مقدس انتہائی خوبصورت ، سیاہ اور پُرکشش تھیں جن میں ہمہ وقت سرور آفریں جاذبیت اور رعنائی ہویدا رہتی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکیں بھی سیاہ اور دراز تھیں جن پر گھنے بال آنکھوں کی فراخی اور حسن میں اضافہ کئے ہوئے تھے ۔

آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کے بارے میں فرماتے ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ادعج العينين (دلائل النبوة ۱: ۲۱۳)

آپ کی آنکھیں کشادہ اور خوب سیاہ تھیں

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آنکھوں کے حسن اور کشادگی کو یوں بیان کیا ہے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابرج العينين (ایضاً)

آپ کی آنکھیں نہایت ہی کشادہ اور خوبصورت تھیں ۔

آنکھیں موزونیت کے ساتھ بڑی تھیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم العینین (سبل الھدیٰ، ۲: ۳۴) — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں فراخ تھیں۔

آنکھوں کی پتلی نہایت سیاہ تھی

خوبصورت اور دراز آنکھوں کے اندر پتلی گہرے سیاہ رنگ کی تھی۔ پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود الحدقۃ۔ (دلائل النبوۃ ۱: ۲۱۳) — آپ کی آنکھوں کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ سے درخواست کی:

انعت لنا رسول اللہ۔ — ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتائیں

تو آپ نے فرمایا:

کان ابیض مشربا بیاضہ حمرۃ وکان اسود الحدقۃ (شمائل الرسول لابن کثیر ۱۹۰) — آپ کے جسم اطہر کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا اور آپ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت ہی سیاہ تھیں

سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے

پتلی کے علاوہ سفید حصے میں سرخی کی آمیزش تھی جہاں پلکیں باہم ملتی ہیں وہاں

سرخ دو رے دکھائی دیتے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشکل العین۔ (الترمذی ۲: ۲۰۶)
آپ کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے۔

آنکھوں کا قدرتی سرمگیں ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرمہ لگانے کی محتاج نہ تھیں بلکہ وہ قدرتی طور پر ایسے محسوس ہوتی تھیں جیسے ان کو سرمہ لگایا گیا ہے۔

ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختونا مکحولا۔ (مولد الدیبعی ۴۸)
آپ کی آنکھوں میں ولادت کے وقت ہی سرمہ لگا ہوا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اس کیفیت کو یوں نقل کرتے ہیں:

کنت اذا نظرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت اکحل ولیس باکحل۔ (شمائل الرسول ۱۹)
جب بھی میں آپ کی چشمانِ مقدس کو دیکھتا تو گمان کرتا کہ آپ نے ابھی ابھی سرمہ لگایا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

سرمگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ علیہ وسلم اکحل العینین۔ (سبل الھدیٰ ۲: ۴۴)
آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرمگیں رہتی تھیں۔

مازاغ البصر و ماطغیٰ آنکھیں

معنی قدر اس مقصد ماطغیٰ سے سورۂ نجم کی ان آیات کی طرف اشارہ ہے۔

جن میں معراج کے موقعہ پر ہادیٔ کونین کے دیدارِ الٰہی کا تذکرہ ہے ارشاد فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى	جو کچھ اس نے دیکھا وہ محض خیال آرائی
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى	نہیں کیا تم اس کے ساتھ اس چیز میں
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى	جھگڑا کرتے ہو جس کا اس نے مشاہدہ
(النجم، ۵۳: ۱۱-۱۳)	کیا ہے اور اس نے اسے دوسری دفعہ اترتے ہوئے دیکھا۔

یعنی جو مشاہدات شبِ معراج ہوئے وہ تمام حقیقت تھے محض وہم یا خیال آرائی نہ تھی۔ اگر محبوب کہہ رہا ہے کہ رب ہے تو مان لو کیونکہ وہ مشاہدہ کے ساتھ کہہ رہا ہے۔ تم اس کے مشاہدہ کے بعد بھی اس سے جھگڑ رہے ہو یہ تمہاری بدبختی ہے۔ اس نے تو اپنے رب کا دیدار واپس آتے ہوئے دوبارہ کیا۔ دیدار کے موقعہ پر آپ کی چشمانِ مقدس کی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى	نہ نگاہ کج ہوئی اور نہ بے قابو

"زیغ" کا معنی کج ہونے کے ہیں۔ یعنی حضور کی نگاہ جلوے کے مشاہدے میں اس کے صحیح زاویے سے کج نہیں ہوئی بلکہ آپ نے مشاہدہ اس کے بالکل صحیح زاویے سے کیا۔ "طغی" کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں یعنی اگرچہ انوار و تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ الفاظ اس کی تعبیر و تصویر سے قاصر ہیں لیکن آپ کی نگاہ ذرا بھی بے قابو نہیں ہوئی بلکہ پورے سکون اور پوری دل جمعی کے ساتھ مشاہدہ کیا۔

اعلیٰحضرت نے نشاندہی کی کہ "لقد راٰہ نزلۃ اخری" کا معنی اور ما زاغ البصر وما طغی سے مقصود دیدارِ الٰہی کا بیان ہے۔

۴۶۔ جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آگیا

اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

چشمانِ مقدس کے برکاتی پہلو کی طرف اشارہ ہے کہ جس پہ بھی آپ کی نظرِ کرم پڑ گئی اس کے بخت جاگ اٹھے، مردہ دل زندگی پا گئے۔ دل و نگاہ اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے۔

پڑ گئی ہے تجھ پر مصطفیٰ کی نظر

دنیا و آخرت میں ہر جگہ ہر کسی کی بگڑی آپ کی نظرِ شفقت سے ہی بن رہی ہے۔ ہم یہاں صرف بات ذہن نشین کرنے کے لئے چند واقعات ذکر کر رہے ہیں۔ ابوجہل کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے وہ حبیب خدا اور آپ کے مشن کا کتنا مخالف و دشمن تھا مگر اس کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضور کا غلام اور صحابی تھا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد مجھے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا "اتنا خوبصورت چہرہ جہنم میں جائے مجھے یہ پسند نہیں"

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر عکرمہ کے ہاتھوں ایک مسلمان شہید ہوئے جب اس کی اطلاع حضور کو پہنچی تو آپ مسکرائے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا عالم غیب میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ قاتل اور مقتول دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر جنت میں داخل ہوں گے۔ عکرمہ کے لئے اسلام قبول کرنا سخت دشوار تھا۔ اس لئے وہ مکہ سے بھاگ کر دریا کی طرف چلا گیا جب کشتی میں بیٹھ کر یمن کی طرف روانہ ہوا تو پانی کی موجوں نے آلیا۔ تمام کشتی والے

اللہ سے سنو۔ فریاد کرنے لگے اور عکرمہ سے کہا تو بھی خدا کو یاد کر۔ کہنے لگا تم اس خدا کی بات کرتے ہو جس کی طرف محمد دعوت دے رہا ہے۔ میں تو اس سے بھاگ کر آیا ہوں۔ اس کے بعد جب اس کی نظر کشتی پر پڑی تو اس پر یہ قرآنی الفاظ نقش تھے۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ۔ تیری قوم نے اس کی تکذیب کر دی حالانکہ حق یہی ہے۔

اس نقش قرآنی کو کھرچنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اسی وقت اس کے باطن میں تبدیلی ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ ادھر اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث نے جو مسلمان ہو چکی تھیں عکرمہ کے لئے اماں مانگی۔ آپ نے اسے اماں دینے کا اعلان فرما دیا۔ جب اس کی اطلاع عکرمہ کو پہنچی تو حیران رہ گیا کہ میری اور میرے خاندان کی اتنی اذیتوں کے باوجود بھی اس کریم ذات نے مجھے اماں دے دی ہے۔ عکرمہ اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے یمن سے واپس پلٹا۔ جب مکہ کے قریب پہنچا تو حضور نے صحابہ سے فرما دیا کہ عکرمہ مومن و مہاجر ہو کر آ رہا ہے اسے اور اس کے باپ کو کچھ نہ کہنا تا کہ اسے اذیت نہ ہو۔

آپ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ ام حکیم حاضر ہوئیں اور عرض کیا آقا عکرمہ حاضر ہے۔ آپ اس حال میں اٹھے کہ چادر انور کاندھے سے نیچے گر گئی ——— عکرمہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک نگاہ کرم اس پہ ڈالی اور فرمایا! مرحبا۔ عرض کیا آقا سنا ہے آپ نے مجھ جیسے سیہ کار کو اماں دی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس پہ کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے اور عرض کیا آقا مجھ سے بڑھ کر ناہنجار کوئی نہیں اور آپ سے بڑھ کر کریم کوئی نہیں فرمایا:

عکرمہ مانگ جو کچھ چاہتا ہے۔ عرض کیا آقا بس اتنا چاہتا ہوں کہ سابقہ گناہ معاف ہو جائیں اور آئندہ آپ اور آپ کے مشن کی خدمت نصیب رہے۔

(مدارج النبوۃ ۲، ۲۹۸)

بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد میں جدھر جاتا حضور کا چہرہ سامنے رہتا۔ جس بت کے قریب ہوتا وہ حضور کے سچا ہونے کی گواہی دیتا۔ چونکہ اسلام قبول کرنا میرے لیئے سب سے ناگوار معاملہ تھا۔ اس لیئے میں نے تنگ آکر فیصلہ کر لیا کہ اپنے آپ کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دوں مگر میں جب پانی میں چھلانگ لگانے لگتا تو مجھے کوئی پکڑ لیتا اور کہتا عکرمہ اب تو مشرف بہ اسلام ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ تجھ پر محبوب خدا کی نظر کرم پڑ چکی ہے۔

(صحیفہ ازل ۱۵)

جب اٹھی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ میرے والد اور چچا کو حضرت علی اور حضرت حمزہ نے قتل کر دیا تھا۔ میں کیوں نہ آج بدلہ لیتے ہوئے ان کے نبی محمد کو شہید کر دوں۔ اس ارادے سے میں حضور کے قریب ہوا۔ ابھی میں حملہ کرنے والا ہی تھا کہ آگ کا ایک عظیم شعلہ بجلی کی طرح میری طرف بڑھا۔ میں الٹے پاؤں پیچھے بھاگا

فالتفت الی النبی صلی اللہ	اتنے میں اللہ کے رسول کی نظر کرم
علیہ وسلم فقال یا شیبۃ	مجھ پر پڑ گئی تو فرمایا اے شیبہ

بس میرے دل کی کیفیت بدل گئی۔ اب میں نے حضور کے چہرہ اقدس

کی طرف نظر اٹھائی تو

وھو احب الیّ من سمعی وبصری

وہ مجھے اب میری سمع و بصر سے بھی زیادہ محبوب لگنے لگا۔

(دلائل لابی نعیم ، ۱ : ۱۹۵)

امام اہل محبت انہی کیفیات کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں :

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں

جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا

تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

سلام کے مذکورہ شعر پہ تضمین لکھنے والوں نے بھی کیا خوب لکھا !

علامہ اختر الحامدیؒ لکھتے ہیں

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا
دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جناب بشیر حسین ناظم آپ کے کرم و رحمت کی جامعیت اور عمومیت کو یوں واضح کرتے ہیں :

محترم آ گیا ، محتشم آ گیا
دہر میں وہ سراپا کرم آ گیا
لے کے پیغام رب حرم آ گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

۴۷۔ نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

بینی ۔ناک ، رفعت ۔بلندی
چشمانِ مقدس کی شرم وحیا کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کی بینی مبارک پہ سلام ہے۔

کمال درجہ شرم وحیا کی آئینہ دار آنکھیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ومقدس آنکھیں کمال درجہ شرم وحیا کی آئینہ دار تھیں۔ ہمیشہ نیچی جھکی رہتیں۔ آپ کا معمول آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا نہیں تھا، بلکہ جب کسی کو دیکھنا ہوتا تو گوشہ چشم کی دید پر ہی اکتفا فرماتے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آپ کے مبارک حیا کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذرائی خدرھا وکان اذا کرہ شیئًا عرفناہ فی وجھہ۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا کے مالک تھے۔ ہم چہرۂ اقدس کے آثار سے ہی آپ کی ناپسندیدگی محسوس کر لیا کرتے تھے۔

(البخاری ، باب صفۃ النبی)

آپ کا دیکھنا کمال حیاء اور شانِ محبوبیت کا آئینہ دار ہوتا۔ آپ کی چشمانِ اطہر میں شفقت ومحبت اور شرم وحیا کی ملی جلی کیفیت ہمہ وقت موجود رہتی۔

یہی وجہ ہے کہ حلیہ مبارک بیان کرنے والوں نے آپؐ کی یہ ادا بھی ذکر کی ہے۔

خافض الطرف نظرہ الی الارض اطول من نظرہ الی السماء۔ (طبقات ابن سعد ۱: ۴۲۲)	آپؐ کی نظر مبارک بجائے اوپر اٹھنے کے اکثر زمین کی طرف جھکی رہتی۔

آپ پیکرِ شرم وحیا ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے بلکہ بڑی ہی پیاری پیاری ادا کی صورت آنکھوں کے ایک گوشے سے ملاحظہ فرما لیتے۔ اسی لیے آپ کے اوصاف بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ کے دیکھنے کا طریقہ یہ تھا۔

جل نظرہ الملاحظۃ۔	آنکھ کے ایک گوشے سے دیکھا کرتے۔

اپنی ایک میٹھی نظر کے شہد سے
چارۂ زہر مصیبت کیجئے!

اونچی بینی کی رفعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک مائل بہ رفعت، باریک اور اعتدال کے ساتھ طویل تھی۔ جسے باری تعالیٰ نے ایسی آب و تاب اور چمک دمک سے نوازا تھا کہ ہر وقت اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔

وصافِ نبی حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقنی العرنین له نور یعلوہ یحسبه من لم یتامله اشم وئیس باشم (الترمذی ۲: ۲)	آپ کی بینی مبارک لمبی، باریک اور درمیان سے قدرے بلند تھی۔ اس پر ہر وقت نور کی برسات رہتی (اس نور کے پیش نظر) بنظر غائر نہ دیکھنے والے کو ناک

مبارک بلند دکھائی دیتی حالانکہ فی الواقع

بلند نہ تھی۔

قنی کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے شیخ محمد یوسف صالحی رقمطراز ہیں :

القنى فى الانف طوله ودقة	اقنیٰ اس ناک کو کہا جاتا ہے جو لمبی اور
ارنبته مع ارتفاع فى وسطه	نرم ہو اور اس کا درمیانی حصہ بلند ہو۔

(سبل الھدیٰ، ۲ : ۴۲)

یعنی ناک مبارک کمال موزونیت اور حسنِ اعتدال کی آئینہ دار اور اعلیٰ درجہ کے حسنِ تناسب کا شاہکار تھی محض جلوۂ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلند محسوس ہوتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ناک مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه	آپ کی ناک مبارک حسن تناسب کے
وسلم دقيق العرنين (سبل الھدیٰ، ۲: ۴۲)	ساتھ باریک تھی۔

اس وصف کو ایک صحابیٔ رسول نے ان الفاظ میں بیان کیا :

كان رسول الله صلى الله	آپ کی بینی مبارک باریک اور حسنِ اعتدال
عليه وسلم دقيق الانف۔	کا آئینہ دار تھی۔

۴۸۔ جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

۴۹۔ اُن کے خد کی سہولت پہ بے حد درود
اُن کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

قمر۔ چاند ، جھلملانا۔ دھندلا ہونا ، عذار۔ رخسار ، طلعت۔ حسن و روشنی ،

خد۔ رخسار ، سہولت۔ ہموار و ملائم زیادہ رہے آپ کے مبارک رخساروں کے لیے احادیث میں لفظ "سہل" آیا ہے۔ اعلیٰحضرت نے اردو کا لفظ "سہولت" یہاں اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ رشاقت۔ عمدگی۔

قدِ انور کا تذکرہ پیچھے گذر چکا ہے یہاں آپ کے حسنِ رخسار کی بات کی جائے گی۔

سہولتِ خد

آپ کے مبارک رخسار نہایت ہی خوبصورت تھے۔ رنگت میں سفید سرخی مائل تھے۔ نرم اور دلکش تھے۔ ان میں ابھار نہیں تھا اور نہ ہی دبے ہوئے تھے بلکہ اعتدال پر تھے۔

سفیدی رخسار

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے مقدس رخساروں کا بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابیض الخدین۔ (سبل الھدیٰ، ۲: ۴۲)

آپ کے رخسار سفید تھے۔

رخسار چمکدار تھے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضح الخدین۔ (سبل الھدیٰ، ۲: ۴۲)

آپ کے رخسار نہایت ہی چمکدار تھے۔

سیدنا علی اور سیدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ آپ کے رخساروں میں ابھار نہیں تھا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سھل الخدین۔ (تہذیب ابن عساکر، ۱: ۳۱۶)	آپ کے دونوں رخسار ہموار تھے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ میں سھل کی جگہ اسیل کا لفظ ہے۔

ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ رقمطراز ہیں:

سھل الخدین ای لیس فی خدیہ نتوء وارتفاع و اسیل الخدین ای قلیلا اللحم رقیق الجلد۔ (سبل الہدی، ۲: ۴۲)	سھل الخدین وہ رخسار ہوتے ہیں جن میں غیر موزوں ارتفاع نہ ہو اور اسیل الخدین وہ رخسار جن کا گوشت کم اور جلد نہایت ہی نرم ہو۔

۵۰۔ جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

جگمگانا۔ روشن ہونا، چمک والی۔ نورانی۔

اس شعر میں آپ کے جسم اطہر کی رنگت پر سلام عرض کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ آپ کے حسن و روپ کے جلوؤں کی برکت سے کتنے تاریک دل نور سے معمور ہو گئے۔ یہاں ہم صرف آپ کے جسم اطہر کی رنگت پر گفتگو کریں گے

جسمِ اطہر کی رنگت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر رنگت میں نہ تو چونے کی طرح بالکل سفید تھا اور

نہ ہی خاکستری مائل بلکہ ملاحت آمیز سفیدی کے ساتھ سرخی مائل تھا۔ حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس کو بیان کرنے والے راویوں میں سے بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد مبارک کی رنگت کو چاندی جیسی سفیدی اور گلاب جیسی سرخی کا امتزاج قرار دیا۔ کسی نے اسے سفید مائل بہ سرخی کہا جبکہ کسی نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انورھم لوناً۔ (الوفا ۲: ۴۰۴)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنگ کے لحاظ سے سب سے زیادہ روشن تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سراپائے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگتِ زیبا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس لوناً۔ (الوفا ۲: ۴۰۵)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین اور جاذب نظر تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ازھر اللون بالآدم۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا رنگ نہایت ہی خوش نما تھا۔

وصافِ نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المتجرد (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (جسم اطہر) سراپا روشنی اور حسن کا پیکر تھا۔

اسی روشن رنگت کو حضرت ام معبدؓ نے ظاہر الوضاءۃ (سراپا جمال) سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابيض كانما صيغ من فضة
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید تھا۔ یوں لگتا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر چاندی میں ڈھالا گیا ہے۔

حضرت سعید الجریریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیلؓ کو جب یہ کہتے سنا

رأيت النبي وما بقي على وجه الارض احد رآه غيري۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱: ۲۰۴)

کہ میں نے آقائے دوجہاںؐ کی زیارت کی ہے اور آج میرے سوا روئے کائنات میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو۔

تو میں نے ان سے عرض کیا۔

مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصف بیان کریں،

تو انہوں نے فرمایا:

كان ابيض مليحا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید، ملیح اور جاذب نظر تھا۔

ان کے حسنِ باملاحت پر نثار
شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے!

۵۱۔ چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
ملح آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

تاباں۔ چمکدار درخشاں۔ روشن ملح آگیں۔ نمکین

گورا پن ۔ حسن و جمال ۔

یہ اشعار چہرۂ اقدس کے چاند سے بڑھ کر روشن و تاباں ہونے، اس کے نورٌ علی نور ہونے اور ملاحتِ حسن کے بیان پر مشتمل ہیں :

چہرۂ اقدس کا سراپا

بخاری شریف میں ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ سے ایک شخص نے سوال کیا،

اکان وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل السیف؟ — کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی مانند تھا؟

آپ نے فرمایا :

لا بل مثل القمر (البخاری ۲: ۵۰۲) — تلوار کی مانند نہیں تھا بلکہ چاند کی طرح تھا۔

شیخ ابراہیم بیجوریؒ حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سائل کا سوال دونوں چیزوں کے بارے میں تھا کہ کیا آپؐ کا چہرۂ اقدس لمبائی اور چمک میں تلوار کی مانند تھا۔؟ آپ نے دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نہیں۔ روشنی و لمبائی میں چہرہ تلوار کی طرح نہ تھا بلکہ چاند کی طرح گول اور نورانی تھا۔"

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہؓ کے سامنے جب ایک شخص نے کہا کہ آپؐ کا چہرۂ انور تلوار کی مانند تھا۔ تو آپ نے بھی فرمایا :

لا بل کان مثل الشمس والقمر وکان مستدیراً — ہرگز نہیں بلکہ آپ کا چہرۂ انور شمس و قمر کی طرح تھا اور گولائی میں تھا۔

(المسلم ۲: ۲۵۹)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

كان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم كدارة القمر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چاند کے ہالے کی طرح تھا (سبل الھدیٰ، ۲: ۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے خدوخال کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں :

كان فى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم تدوير۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور گول تھا جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے)

(الترمذی، ۲: ۲۰۵)

چہرۂ مصطفوی کا چاند سے موازنہ

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے چاند سے موازنہ کرتے ہوئے آپ کے حسنِ زیبا کو اس سے دوبالا قرار دیا۔

چودھویں رات کا چاند جب اپنے پورے شباب پر ہوتا تو حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرنے والے جنہیں شب و روز خوش قسمتی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت نصیب تھی کبھی آپ کے سراپا حسن کو دیکھتے اور کبھی چاند کو کشتگانِ حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حسن کی تابندگی کا چاند سے موازنہ کرتے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند سے بدرجہا حسین تر دکھائی دیتا۔ حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں :

چاندنی رات تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چادر اوڑھے محو استراحت تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو۔ بالآخر میرا دل بے اختیار پکار اٹھا :

فاذا هو احسن عندى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے بھی

من القمر۔ زیادہ خوبصورت ہیں

گویا آفتاب رسالت کے لمعات سے چاند کی آب و تاب مدھم پڑ جاتی تھی اور دیکھنے والی آنکھ یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہتی تھی کہ چاند کا حسن، حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ماند ہے۔

حضرت ملا علی قاری حسن مصطفوی کے مقابلے میں چاند کے ماند ہونے کی وجہ تحریر کرتے ہیں:

نور وجهه صلی الله علیه وسلم ذاتی لا ینفک عنه ساعة فی اللیالی والایام و نور القمر مکتسب مستعار ینقص تارة و یخسف تارة۔ (جمع الوسائل علی الشمائل ۱:۴۷)	آپ کے چہرۂ اقدس کا نور شب و روز میں کبھی جدا نہ ہوتا کیونکہ یہ آپ کا ذاتی وصف ہے بخلاف چاند کے۔ اس کا نور سورج سے مستعار ہے۔ اس لیے کبھی اس میں کمی آجاتی ہے بلکہ کبھی بے نور ہو جاتا ہے۔

مولانا محمد زکریا سہارن پوری حضرت براء سے مروی روایت کے تحت لکھتے ہیں "تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اس لیے حضرت براء نے تلوار سے انکار کر کے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہات سب تقریبی (سمجھانے کے لیے) ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہو سکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دے دے۔ اس کے عیب لگانے کے لیے یہ ہی کافی ہے۔

بعض صحابہ نے آپ کے چہرۂ اقدس کی چمک دمک کو سونے کے دینار کے ساتھ

تشبیہ دی ہے۔

چہرۂ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیا پاشیاں

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ شاہکارِ ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات آفریں چہرۂ اقدس کی ضیا پاشیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یتلالؤ وجھہ تلالؤ القمر لیلۃ البدر۔ (شمائل ترمذی، ۳۰)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

روایت مذکور میں "یتلالؤ" کے الفاظ دوام، ہمیشگی اور استمرار پہ دلالت کرتے ہیں یعنی چہرۂ انور کی درخشانی و تابندگی عارضی نہ تھی بلکہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رم جھم جاری رہتی تھی۔ یہاں یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ تاباں کا تذکرہ کرتے ہوئے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو سورج سے تشبیہ نہیں دی بلکہ چاند سے تشبیہ دی۔

جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا و انورھم لونا۔ لم یصفہ واصف قط الا شبہ وجھہ بالقمر لیلۃ البدر وکان عرقہ فی وجھہ مثل اللؤلؤ۔	آپ سب سے بڑھ کر حسین اور خوش منظر تھے۔ جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کی، چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر پسینہ یوں محسوس ہوتا جیسے موتی۔

(زرقانی علی المواہب، ۴: ۲۲۵)

۵۲۔ شبنم باغ حق یعنی رُخ کا عَرق
اُس کی سچی بَراقت پہ لاکھوں سلام

رخ۔ چہرہ، عرق۔ پسینہ، براقت۔ چمک دمک

آپ کے چہرۂ اقدس پر رونما ہونے والے حسین و جمیل پسینے اور اس کی چمک دمک کا تذکرہ ہے۔

عَرقِ رُخ اور اُس کی چمک دمک

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر جب پسینہ قطروں کی صورت میں آتا تو وہ نور کے موتیوں کی طرح محسوس ہوتا، دیکھنے والا مبہوت ہو کر رہ جاتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رُخِ انور کے پسینہ اور اس کی چمک کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان عرق رسول الله صلى الله عليه وسلم فى وجهه اللؤلؤ — آپ کے چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح دکھائی دیتا۔

(ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا سے بھی یہی الفاظ مروی ہیں:

كان عرقه فى وجهه مثل اللؤلؤ — چہرے کا پسینہ موتیوں کی طرح ہوتا۔

(الوفا، ۲: ۴۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے مقدس پسینے کے بارے میں مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ اللؤلؤ (المسلم کتاب الفضائل)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس رنگ چمکدار تھا اور اس پر پسینہ موتی کی طرح دکھائی دیتا۔

۵۳۔ خط کی گردِ دہن وہ دِل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۵۴۔ رِیش خوش معتدِل مرہمِ رِیشِ دِل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

خط۔ داڑھی، دہن۔ منہ۔ چہرہ، دل آرا۔ دل کو لبھانے والا، نہر رحمت۔ رحمت کا دریا۔ ریش۔ داڑھی، معتدل۔ موزون و خوبصورت، ریش۔ زخم، ہالہ۔ دائرہ، ماہ۔ چاند، ندرت۔ عجیب سماں۔

امام اہل محبت نے اپنے پیارے آقا کی مبارک داڑھی کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے بارے میں منقول تمام روایات کا خلاصہ ان دو اشعار میں بیان کیا ہے۔ یہاں ریش (داڑھی) اور ریش (زخم) کا تقابل کتنا حسین ہے۔ "سبزۂ نہر قدرت" اور "ہالۂ ماہِ ندرت" کی تراکیب آپ کے مطالعہ شمائلِ نبوی کی گہرائی پہ واضح دلیل ہے۔ آپ کا مبارک دہن چونکہ علم و حکمت کا دریا و چشمہ ہے اس لیے داڑھی مبارک کو سبزۂ نہر کہا۔ اسی طرح آپ کا مقدس چہرہ چاند کی طرح گولائی میں تھا اس لیے داڑھی مبارک کو اس کے گرد ہالہ کہا۔

ریش مبارک

حضور علیہ السلام کی ریش مبارک گھنی، گنجان اور خوش منظر تھی۔ داڑھی مبارک کے بال بالکل سیاہ تھے۔ جن کا سر اقدس کی زلفوں اور سنہری چہرے سے انتہائی تناسب تھا۔ گردن مبارک سے قدرے نیچے سینۂ اقدس کو مزیّن کئے ہوئے تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، ۲: ۴۸)	آپ کی ریش مبارک گنجان تھی۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہؓ سے آپ کی ریش مبارک کا تذکرہ ان الفاظ میں سنا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود اللحیۃ حسن الثغر۔	آپ کی داڑھی مبارک خوب سیاہ تھی۔ اور دانتوں کا جڑاؤ نہایت ہی حسین تھا

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱: ۲۱۷)

ریش خوش معتدل

ابن عساکر میں روایت کے یہ الفاظ ہیں:

اسود اللحیۃ حسن الشعر مفاض اللحیین (ابن عساکر، ۱: ۳۲۰)	داڑھی مبارک کے بال نہایت سیاہ اور خوبصورت تھے اور وہ دونوں اطراف سے برابر تھی)

حضرت نافع بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ سیدنا علیؓ نے آپؐ کی نعت کہتے ہوئے فرمایا:

ضخم الهامة عظیم اللحیة — آپ کی ریش مبارک اعتدال کے ساتھ لمبی تھی اور سراقدس بڑا تھا۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی ۱، ۲۱۷)

سینۂ اقدس کو ریش مبارک نے جو زینت بخشی تھی، صحابہ کرام اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کث اللحیة تملأ صدرہ۔ (الشفاء ۱: ۸۳) — رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی گھنی اور سینے کو پُر کئے ہوئے تھے۔

حضرت ام معبدؓ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیف اللحیة (الوفاء، ۲: ۳۹۲) — آپ کی داڑھی مبارک کے بال اُگے ہوئے تھے۔

ہالۂ ماہِ ندرت

حضرت انس بن مالکؓ آپ کے چہرۂ اقدس پر ریش مبارک کے خوبصورت احاطہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

کانت لحیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ملأت من ههنا الی ههنا دامر یدیه علی خدیه (ابن عساکر ۱: ۳۲۱) — دونوں ہاتھوں سے آپ نے رخساروں کو احاطہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی ریش مبارک یہاں سے یہاں تک تھی۔

دل آرائے پیچین

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ان کے خادم زیاد نے آپؐ کی ریش مبارک کو

خضاب لگانے کے بارے میں پوچھا۔

كانت لحيته حسنة شديد سواد اللحية۔ (طبقات ابن سعد، ۱: ۴۱۸) — آپ کی ریش مبارک نہایت خوبصورت اور خوب سیاہ تھی۔

حضرت جھضم بن الضحاکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مقام رجیع پر ٹھہرا تھا۔ تو کسی نے بتایا کہ یہاں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

فاتيته فقلت ارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال نعم رأيته رجلاً مربوعاً حسن البلة (دلائل النبوة للبيهقي، ۱: ۲۱۸) — میں اسی وقت اس شخص کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے محبوب خدا کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ آپؐ کا قد مبارک نہایت خوبصورت تھا نہ زیادہ طویل نہ ہی پست اور آپؐ کی داڑھی نہایت خوش منظر تھی۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ياخذ من لحيته من طولها وعرضها بالسوية — آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کو برابر طور پر کاٹ دیتے تھے۔

(الترمذی، کتاب الآداب)

آپؐ کے اس عمل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ داڑھی میں زینت و حسن کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا یہ طریقہ کہ داڑھی کو طول و عرض سے نہیں کاٹتے درست نہیں۔

۵۵۔ پتلی پتلی گُلِ قدس کی پتیاں!
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

قدس۔ باغ فردوس ، لب۔ ہونٹ ، نزاکت۔ نازک ہونا

اس شعر میں حضور علیہ السلام کے مبارک ہونٹوں کے حسن وجمال اور ان کی پھول کی پتیوں سے بڑھ کر نزاکت کا بیان ہے۔

قدس کی پتیاں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب نہایت ہی خوبصورت اور سُرخی مائل تھے۔ نزاکت ولطافت میں اپنی مثال آپ تھے۔

لباں سرخ آکھاں کہ لعلِ یمن

امام طبرانی آپ کے مبارک ہونٹوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

کان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن عباد الله شفتين۔ (الانوار المحمدیہ ؛ ۲۰۰)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک اللہ کے تمام بندوں سے خوبصورت تھے۔

آپ کے مقدس منہ کے بارے میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ "ضلیع الفم" ہے۔ اس کا معنی اکثر علماء نے منہ کا فراخ ہونا بیان کیا ہے مگر بعض علماء نے اس کا معنی یہ بیان کیا:

ذبول شفتيه ودقتهما وحسنهما۔ (الزرقانی ، ۴: ۸۸)

کہ اس سے آپ کے مبارک ہونٹوں کا نرم و نازک، پتلا اور حسین ہونا مراد ہے۔

لب ہائے نرم و نازک

طبرانی میں ہی ہے کہ آپ کے مبارک ہونٹ نہایت ہی نرم و نازک اور لطیف تھے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم الطف عباد الله شفتين	آپ کے مبارک ہونٹ تمام اللہ کے بندوں سے نرم و نازک تھے۔

(الانوار المحمدیہ، ۲۰۰)

سکوت کی صورت میں مبارک ہونٹوں پہ جو حسن کی فراوانی ہوتی اسے صحابہ نے یوں بیان کیا ہے:

كان الطفهم ضم فم۔ (الانوار المحمدیہ، ۲۰۰)	سکوت کے وقت آپ کے ہونٹ نہایت ہی لطیف و شگفتہ محسوس ہوتے۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک اُن کے کہ جھڑتے رہتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

۵۶۔ وہ دَہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا!
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

۵۷۔ جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اُس دَہن کی طَراوت پہ لاکھوں سلام

۵۸۔ جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے،
اُس زُلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

دہن ۔منہ، وحی خدا ۔اللہ تعالٰی کا پیغام، شاداب ۔سیراب، جاں ۔روح، جناں ۔جنت، طراوت ۔تری، شیرۂ جاں ۔روح افزا، زلال ۔ٹھنڈا و شفاف، حلاوت ۔میٹھا۔

مبارک ہونٹوں کے ذکر کے بعد ان تین اشعار میں آپ کے دہن مبارک، لعاب دہن اور اس کی برکات و تاثیرات کا تذکرہ ہے۔

دہن مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن اقدس نہ صرف مصدرِ وحی الٰہی اور مخزنِ علم و حکمت تھا بلکہ اپنی ساخت کے اعتبار سے اعتدال اور موزونیت کا آئینہ دار تھا۔ دہن مبارک تنگ نہ تھا بلکہ فراخ تھا جس کا حسنِ مناسبت اور کمالِ موزونیت کی بنا پر آپ کے چہرۂ اقدس کا حسن دوبالا ہوگیا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضلیع الفم۔ (المسلم، کتاب الفضائل)	آپ کا دہن مبارک فراخ تھا۔

امام ابن اثیر النہایہ میں "الضلیع" کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الضلیع ای عظیم الفم وقیل واسعة والعرب تمدح عظم	ضلیع کا معنی منہ کا باعظمت ہونا ہے۔ بعض علماء نے اس کا معنی فراخ بھی

الفم وتذم صغرہ ۔
(النھایہ، سبل الھدیٰ، ۲: ۷۴)

کیا ہے (لیکن یہ واضح رہے) کہ عرب تنگ منہ کو برا محسوس کرتے اور فراخ منہ کو پسند کرتے تھے ۔

ہر بات وحیٔ خدا

تمام مخلوقِ خدا میں صرف آپ ہی کی ذات وہ ہے جس کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کے بارے میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ اس میں نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اوّل تا آخر باری تعالیٰ کی وحی اور رہنمائی میں ہوتی ہے ۔ کملی والے محبوب کے نطق کو اپنا نطق قرار دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا :

وما ینطق عن الھویٰ — یہ رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا
ان ھو الا وحی یوحیٰ — اس کا کلام سراپا وحی الٰہی ہوتا ہے ۔

(النجم، ۳-۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کون و مکان جو ارشاد فرماتے میں اسے نوٹ کر لیا کرتا تھا تاکہ اسے یاد کر سکوں ۔ ایک موقع پر قریش کے بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا عمل صحیح نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے مختلف اوقات میں مختلف احوال ہوتے ہیں ۔ کبھی خوش، کبھی غصہ میں اور جو بات انسان غصہ میں کہہ دیتا ہے دوسری حالت میں نہیں کہتا ۔ اس لیے تمہارا آپؐ کی تمام گفتگو احاطۂ تحریر میں لانا درست نہیں ہے ۔ ان کی بات نے مجھے متاثر کر لیا ۔

فامسکت عن الکتاب — میں نے ہر گفتگو تحریر کرنا ترک کر دی اور
فذکرت ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ — یہ معاملہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک منہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الاحق۔ — تم میری ہر بات بلاجھجک لکھا کرو۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں

(ابو داؤد، باب العلم)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آقائے دوجہاں نے صحابہ سے فرمایا جو خبر بھی میں تمہیں دیتا ہوں وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوتا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا:

انک تداعبنا یا رسول اللہ — یا رسول اللہ آپ ہم سے کبھی کبھی خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یقیناً میں تم سے خوش طبعی کرتا ہوں مگر

انی لا اقول الاحقا (در منثور ۱۲۳۰۲) — میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں

آپ کا لعاب دہن خوشبودار اور نہایت ہی مہک دار تھا۔ اسے اگر مریض استعمال کرتا تو شفا پاتا اور اگر غمگین شخص اس سے برکت حاصل کرتا تو غم خوشی سے بدل جاتا۔ زخم پہ لگانے سے زخم مندمل ہو جاتا۔ جس کے منہ میں وہ آجاتا اس سے خوشبو آتی۔

مبارک لعاب سے شفا پانا

بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں یہ اسلام کا جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس کے ہاتھوں خیبر فتح فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ ساری رات تمام صحابہ آرزوئیں اور دعائیں کرتے

رہے کہ صبح یہ جھنڈا ہمیں نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا علی بن ابیطالب کہاں ہے۔؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لیے وہ اس جنگ میں شریک نہیں۔ آپ نے حضرت سلمہؓ سے فرمایا کہ جاؤ علی کو بلا کر لاؤ۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے،

فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فبرء کانہ لم یکن بہ وجع (متفق علیہ)

تو آپؐ نے ان کی آنکھوں پہ لعاب دہن لگایا تو وہ اس طرح تندرست ہو گئے کہ کبھی تکلیف ہوئی نہ تھی۔

حیادار ہونا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی جس کا وطیرہ یہ تھا کہ جو منہ میں آتا کہہ دیتی — حیا اس میں ذرہ بھر نہ تھی۔ لوگ اس سے تنگ تھے۔

ایک دن وہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ اس وقت خشک کیا ہوا گوشت تناول فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ آپؐ اس میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اسے کچھ دیا مگر اس نے یہ کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فقالت لا الا الذی فی فیک۔

کہ وہ لوں گی جو آپ کے منہ مبارک میں ہے۔

آپؐ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اپنے مبارک منہ سے کچھ حصہ نکال کر اسے دیا جو اس نے کھا لیا۔ اس کے شکم میں لعاب مبارک جانے کی دیر تھی اس کی کیفیت ہی بدل گئی۔

فلم یعلم منہا بعد ذلك الامر الذی کانت علیہ من البذاء والذرابۃ (مجمع الزوائد ۸: ۲۶۲)

اب اس خاتون میں فحش گوئی اور بیحیائی کا کوئی نام و نشان تک نہ رہا۔

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے

جس پانی کو اس سے برکت حاصل ہو جاتی وہ اگر کھاری ہوتا تو میٹھا ہو جاتا اور اس میں خوشبو و مہک پیدا ہو جاتی۔ آپ کے لعاب دہن کی برکات کے واقعات بلامبالغہ سینکڑوں ہیں مگر ان میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ اس مبارک لعاب کے تذکرے سے ہمارے ایمان و روح میں بھی خوشبو اور تازگی پیدا ہو۔

مدینہ میں سب سے میٹھا کنواں

آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک کنواں تھا جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن ڈالا تھا۔ اب اس کی کیفیت یہ تھی۔

فلم یکن بالمدینۃ بیر اعذب منہا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ: ۲۹۶)

مدینہ میں اس سے بڑھ کر کسی کنویں کا پانی میٹھا نہ تھا۔

خوشبودار کنواں

سنن ابن ماجہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ڈول پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پانی پیا اور کلی کر کے ایک کنویں میں ڈال دیا۔

نفاح منها مثل رائحة المسك (ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ)

پس آپ کے مبارک لعاب کی برکت سے اس کنویں سے کستوری جیسی خوشبو آنے لگی۔

یمن میں سب سے میٹھا کنواں

محدث ابن السکن حضرت ھمام بن نفیل السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں یمن سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پانی کے لیے ایک کنواں کھودا ہے مگر اس کا پانی نہایت ہی کھارا اور نمکین ہے جو پینے کے قابل نہیں ہے۔

فرفع الی اداوۃ فیها ماء فقال صبه فیها فصبه فیها فعذبت فهی اعذب ماء بالیمن۔ (سیدنا محمد رسول اللہ ۳۹۶)

مجھے آپ نے برتن دیا جس میں پانی تھا اور حکم دیا اسے کنویں میں ڈال دینا۔ جب وہ پانی ہم نے کنویں میں ڈالا تو وہ اتنا شیریں ہو گیا کہ یمن کے تمام کنوؤں سے اس کا پانی مٹھاس میں بڑھ گیا۔

۵۹۔ وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کُن ۔ ہوجا ، کنجی ۔ چابی ، نافذ ۔ جاری وساری

اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ تکوینیہ میں جو اختیارات و تصرفات عطا کئے ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی قدرت کے مختلف مظاہر پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً انبیاء، ملائکہ، اولیاء۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کردہ ذمہ داریوں کو احسن انداز میں نبھاتے ہیں۔ ہر ایک کے حسب حال انہیں اللہ تعالیٰ نے قدرت و اختیار بھی دیا ہوتا ہے۔ جتنا کسی کا بڑا رتبہ و درجہ ہے اس کے مطابق اس کے اختیارات ہیں چونکہ خدا کے بعد سید الانبیاء کا مقام ہی ہے۔ لہٰذا اللہ کے بعد جس ہستی کے پاس اختیارات ہیں وہ حضور کی ذات ہے۔

سب کُن کی کُنجی

ان اختیارات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے امور تکوینیہ کے مالک ہیں۔ آپ کی زبان پاک سے جو نکلتا اللہ تعالیٰ اسی طرح فرما دیتے۔ چند مظاہر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام حاکم، بیہقی اور طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دشمن رسول حکم بن ابی العاص حضور کے پاس بیٹھتا جب آپ کلام فرماتے تو وہ چہرہ بگاڑتا۔ ایک دن آپ نے فرمایا:

کن کذالک فلم یزل یختلج حتی مات (الخصائص الکبریٰ ۲: ۷۹)

ایسا ہی ہو جا تو اس کا چہرہ بگڑا ہی رہا حتیٰ کہ مر گیا۔

۲۔ ابن سعد نے حضرت عمرو بن میمون سے نقل کیا کہ مشرکین نے جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈالا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں گذر ہوا۔ آپ نے عمار کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

یا نار کونی بردا وسلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔

(مقام رسول، ۲۲۱)

اے آگ میرے عمار پر اسی طرح ٹھنڈی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہوئی تھی۔

۳۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ لشکر اسلام میں شرکت نہ کر سکے۔ جب وہاں حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں پوچھا تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا وہ کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل نے فی الفور اسے ٹوکا اور عرض کیا آقا ہم ان کے بارے میں بہتر گمان رکھتے ہیں ممکن ہے کوئی مجبوری پیش آگئی ہو۔ حضور علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی تو دور سے سفید لباس پہنے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

کن ابا خیثمہ فاذا ھو ابوخیثمۃ الانصاری (المسلم، باب توبۃ کعب)	تو ابوخیثمہ ہو جا تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہی تھے۔

امام نووی شارحین حدیث کے حوالے سے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اللھم اجعل ابا خیثمہ	اے اللہ اسے ابوخیثمہ بنا دے۔

اس کی نافذ حکومت

جیسا کہ شعر کے تحت گزرا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام زمین و آسمان کی سلطنت عطا فرمائی ہے۔ ہر کسی کو جو کچھ مل رہا ہے وہ آپ ہی کی خیرات ہے۔ آپ نے اپنی سلطنت و حکومت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ہر نبی کے چار وزیر ـــ دو آسمان پر اور دو زمین پر ہوتے ہیں:

فاما وزیرای من اھل السماء جبریل و میکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر	میرے آسمانی وزیر جبریل و میکائیل اور زمینی وزیر ابوبکر و عمر ہیں

(الترمذی، باب المناقب)

اس فرمان کے ذریعے آگاہ کر دیا گیا کہ میری حکومت کا دائرہ دنیوی حکمرانوں کی طرح صرف زمین

پر ہی نہیں بلکہ تمام آسمان بھی میری حکومت کا حصہ ہیں۔

عرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

۶۰۔ اُس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درود
اُس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

فصاحت۔ خوش بیانی۔ دل کش۔ دل موہ لینے والی۔ بلاغت۔ بر موقعہ اور موثر گفتگو۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں نہ کسی سے پڑھا اور نہ سیکھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم میں اس طرح کامل بنایا کہ اولین و آخرین کا علم آپ کے سمندر سے ایک قطرہ ہے۔ بظاہر اُمّی ہونے کے باوجود آپ نے اس کائنات کو وہ تعلیمات عطا کیں جس کی مثال ممکن ہی نہیں۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو عرب کے تمام فصحاء و بلغاء دنگ رہ جاتے۔ حالانکہ وہ اپنے مقابل تمام لوگوں کو عجمی (گونگے) تصوّر کرتے تھے۔

میری تربیت میرے رب نے فرمائی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب آپ کی فصاحت و بلاغت دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم ایک ہی خاندان میں پیدا ہوئے ہیں لیکن آپ ہر زبان کے لوگوں سے ان کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں حالانکہ ہم ان کی بات تک نہیں سمجھ پاتے۔ آپ نے فرمایا: اے علی!

ادبنی ربی فاحسن تادیبی — میری تربیت میرے رب نے کی ہے اور بہت ہی خوب کی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۲۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:
یا رسول اللہ!

لقد طفت فی العرب وسمعت	میں نے سارا عرب پھرا ہے ان کے فصحاء
فصاحتھم فما سمعت افصح منک	کو سنا ہے مگر آپ سے بڑھ کر کسی کو
(الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۵۸)	فصیح نہیں پایا۔

آپ نے فرمایا: میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور میں قبیلہ بنی سعد میں پلا ہوں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

شیخ ابوالحسن احمد بن عبداللہ محمد البکریؒ نے اپنی کتاب "انس الوحش ورتی العاطش" میں حضرت برۃ بنت عامر ثقفیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ کہا ہاں ہم سب حج کے موقعہ پر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان کی گفتگو سنی تھی؟ ہاں ہم نے سنی، ان کی فصاحت و بلاغت کیسی تھی۔ انہوں نے کہا:

فما ولدت العرب فیما مضی	آپ سے بڑھ کر فصیح عربوں میں پہلے
ولا تلد فیما بقی افصح منہ و	پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔
لا اذرب منہ اذا تکلم یعجز	جب آپ گفتگو کرتے تو بڑے بڑے
اللبیب کلامہ ویخرس	عقلاء و دانشور حیرت میں ڈوب جاتے
الخطیب خطابہ	اور آپ کے خطاب کے سامنے تمام
(سبل الہدیٰ، ۲: ۱۳۰)	خطباء گونگے نظر آتے۔

مصنف نے دوسرے مقام پر اسی کا ترجمہ یوں کیا ہے ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

مجھے اللہ نے اصل زبان سکھائی ہے

عربی زبان کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی۔ دیگر زبانوں کی طرح اس میں بھی ہر دور میں کچھ نہ کچھ اختلاط ہوگیا۔ خالص عربی مٹ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس خالص زبان کی تعلیم دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آقا آپ ہمارے درمیان ہی رہے لیکن آپ کی زبان سب سے فصیح و بلیغ ہے۔ آپ نے فرمایا:

کانت لغة اسماعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفظتها (الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۵۷)	اسماعیل کی زبان مٹ چکی تھی۔ جبریل میرے پاس وہ لے کر آئے، میں نے اسے محفوظ کرلیا۔

جامع کلمات کا عطیہ

جامع گفتگو اس کلام کو کہتے ہیں جس میں الفاظ کم از کم مگر ان کے تحت معانی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں۔ سب سے جامع کلام، اللہ کا کلام قرآن مجید ہے اس کے بعد شان جامعیت میں جس کلام کا درجہ ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ آپ نے منبر پہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انی قد اعطيت جوامع الكلم	مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے

اسی وجہ سے آپ کا ایک ایک ارشاد گرامی اپنے اندر کائنات معانی لیے ہوئے ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے حسب حال ان سے فیض پا رہا ہے۔

تمام زبانوں سے آگاہی

جیسا کہ شعر ۹۹ کے تحت بیان ہوا کہ آپ کائنات کی ہر شے کے نبی ہیں۔ اور یہ سنت الٰہیہ ہے کہ وہ جب بھی کسی رسول کو کسی قوم کی طرف بھیجتا ہے تو اس کی زبان کی تعلیم اس پیغمبر کو عطا کی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے اس ضابطہ کو ان کلماتِ مبارکہ میں بیان کیا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجا تاکہ وہ انہیں خوب سمجھا سکے۔

(ابراہیم، ۴)

جب آپ ہر مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغام بر ہیں تو یقیناً آپ کا ان تمام زبانوں سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے جب کسی بھی زبان کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسی کی زبان میں اسے جواب عنایت فرماتے۔ حضرت کعب بن عاصم اشعری سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اہل یمن کا ایک ایسا وفد آیا جو "لام" کی جگہ "میم" استعمال کرتے تھے۔ آپ نے جب گفتگو فرمائی تو "لام" کی جگہ ہر مقام پر "میم" استعمال فرمایا۔ اس مبارک گفتگو میں سے ایک یہ جملہ بھی احادیث میں محفوظ ہے۔

لیس من امبر امصیام فی امسفر — دورانِ سفر (تکلیف کی صورت میں) روزہ جائز نہیں۔

یہاں "البر" کی جگہ "امبر" "الصیام" کی جگہ "امصیام" اور "السفر" کی جگہ "امسفر" آپ نے استعمال فرمایا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کسی دوسری زبان میں گفتگو کرتے تو صحابہ سمجھ نہ پاتے:

کان رسول اللہ افصح الناس — حضور سب سے فصیح تھے (بعض

وکان یتکلم بالکلام لا یدرون ماھو حتی یخبرھم (الوفا، ۵۶۲) اوقات) ایسی گفتگو فرماتے کہ اہل مجلس آپ کے بتائے بغیر اسے نہ سمجھ پاتے

وہاں انسان تو کہاں، اونٹ، چرند پرند، ہرن، درخت بلکہ کائنات کی ہر شے اپنی زبان میں بارگاہِ نبوی میں پیش کرتی، آپ انہیں حل فرماتے۔

۶۱۔ اُس کی باتوں کی لذّت پہ لاکھوں درود
اُس کے خُطبے کی ہَیبت پہ لاکھوں سلام

لذت۔ مٹھاس، خطبہ۔ خطاب، ہیبت۔ رعب و دبدبہ

سابقہ اشعار میں زبان مبارک کی فصاحت و بلاغت کا بیان تھا اب خطاب و گفتگو کی لذت و حلاوت اور ان کے دلپذیر اثرات کا ذکر ہے۔ ہم یہاں صرف آپ کے خطبہ کے بارے میں روایات لا رہے ہیں، باتوں کی لذت اور حلاوت پر گفتگو شعر ۹۲ کے تحت آئے گی۔

خطبہ مبارک

اکثر طور پر جمعہ و عیدین کے موقعہ پر آپ خطبہ ارشاد فرماتے۔ ہاں کبھی حسب ضرورت ان کے علاوہ بھی خطبہ کا معمول تھا۔ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو صحابہ کو مسجد نبوی میں اکٹھا کر کے خطبہ ارشاد فرماتے اور نہایت ہی احسن انداز میں غلاموں کو ہدایات جاری فرما دیتے۔

جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ خوف سے دل دہل جاتے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ دل خشیت

الٰہی سے کانپ اٹھتے ۔ ہر شخص اپنے آپ کو بھول کر بیان کردہ شی کا مشاہدہ کر رہا ہوتا تھا ۔ اپنا اپنے منہ چادر میں چھپا کر اپنے مولا کے حضور معافی کے خواستگار ہو جاتے ۔ آپ کے مبارک خطاب کا اثر یہ ہوتا کہ پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جاتے ۔ آئیے ان میں سے بعض کا تذکرہ کریں ۔

جنت و دوزخ کا مشاہدہ

جب آپ دورانِ خطبہ جنت یا دوزخ کا ذکر کرتے تو اس کا نقشہ یوں کھینچتے کہ صحابہ محسوس کرتے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ۔ آپ نے مجھ سے میرا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا تو مسلمان ہے ، یہ کیا کہہ رہا ہے ۔ میں نے عرض کیا :

تکون عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالنار والجنۃ کانا رای عین فاذا خرجنا من عندہ عافسنا الازواج والاولاد والضیعات نسینا کثیرا ۔	جب ہم اپنے آقا کے پاس ہوتے ہیں اور وہ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ جب ہم یہاں سے جا کر اولاد ، بیوی اور دیگر کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو کیفیت ہی بدل جاتی ہے ۔

(سیدنا محمد رسول اللہ ، ۴۴)

آنسوؤں کی جھڑیاں

جب آپ میٹھی میٹھی زبان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و غضب کی باتیں مجلس میں

بیان فرماتے تو مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ دل اللہ کی محبت و خوف سے تڑپ اٹھتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا امڈ آتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

وعظ رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون۔	رسالت مآب نے ہمیں ایسی نصیحت و وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑے۔

(الترمذی، سیدنا محمد رسول اللہ، ۴۴)

مجلس میں چیخ و پکار

اگرچہ صحابہ ہر مجلس میں ادب بارگاہِ مصطفوی اور آدابِ مجلس کا خیال رکھتے تھے مگر آپ کی گفتگو کے اثرات کے بعد بے بس ہو جاتے تو رونے پہ قابو نہ رہتا۔ پھر آہ و بکا اور چیخ و پکار شروع ہو جاتی۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسالت مآب نے مجلس کے دوران کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ دورانِ خطبہ آپ نے احوال کا تذکرہ کیا جو کسی مرنے والے کو قبر میں پیش آئیں گے۔

فلما ذكر ذلك صاح المسلمون صيحة۔ (البرہان ۱۹۸۰)	پس آپ نے جب یہ ذکر کیا تو تمام اہل مجلس میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔

منہ چھپا کر رونا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس طرح کا خطبہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اس میں

جب آپ نے یہ کلمات فرمائے :

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرًا۔	اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو ہنسا چھوڑ دو اور روتے ہی رہو۔

بس یہ الفاظ آپ کی زبان پاک سے نکلے ہی تھے :

نغطی اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجوھھم لھم حنین۔ (البخاری تفسیر سورۃ مائدہ)	کہ صحابہ نے اپنی اپنی چادروں میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

روتے روتے بیہوش ہو جانا

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ نے تین دفعہ یہ کلمات دہرائے "والذی نفسی بیدہٖ" (مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اس کے بعد آپؐ نے چہرۂ اقدس نیچے جھکا لیا۔ پھر یہ کیفیت تھی۔

فاکب کل رجل منا یبکی لاندری علی ماذا حلف۔ (النسائی، کتاب الزکوٰۃ)	ہم میں سے ہر آدمی زمین پر روتے ہوئے گر پڑا اور اتنا ہوش ہی نہ رہا کہ آپ نے یہ قسم کس چیز پر اٹھائی ہے۔

کافی دیر بعد آپ نے سر اقدس اٹھایا تو آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار تھے۔ اس وقت کی زیارت پر دنیا و مافیہا قربان ہو۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ دے، کبائر سے بچے اس

کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔

تین اوقات میں جنتی

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو تین اوقات میں جنتی سمجھتا ہوں۔ آپ سے سوال کیا گیا وہ کون سے اوقات ہیں؟

آپ نے فرمایا:

حین اقرأ القرآن واسمعہٗ	جب میں قرآن پڑھتا اور سنتا ہوں اور
واذا سمعت خطبۃ رسول	جس وقت میں اپنے آقا علیہ السلام کا خطاب
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا	سنتا ہوں اور جب میں کسی جنازے میں حاضر
شھدت الجنازۃ (سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۹۹)	ہوتا ہوں۔

منبر جھوم اٹھا

انسان تو انسان آپ کے خطبہ کا اثر جمادات پر بھی ہوتا۔ مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ	انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی
والارض جمیعًا قبضتہ یوم	اور قیامت کے دن تمام زمین اس کے
القیامۃ۔	قبضہ میں ہوگی۔

اور اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان فرمائی۔

فرجف برسول اللہ صلی	تو آپ کا منبر جھوم اٹھا۔ حتیٰ کہ

اللہ علیہ وسلم المنبر حتی قلنا لیخرن به اساقط هو برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم)

ہم محسوس کرنے لگے کہ کہیں یہ حضور علیہ السلام کو نیچے نہ گرادے۔

۶۲۔ وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

جوبن۔ شباب، بہارِ قبول۔ شرف قبولیت، نسیم۔ صبح کی خوشبودار ہوا، اجابت۔ قبولیت۔

پچھلے اشعار میں زبان کی فصاحت و بلاغت خطبہ اور کلام کا بیان تھا۔ یہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے نکلی ہوئی دعا کا مقام اور بارگاہِ خداوندی میں شرف قبولیت کا تذکرہ ہے۔ دعا کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

(البقرہ، ۱۸۶)

اے حبیب جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو یقیناً میں قریب ہوں میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہئے کہ میرے ارشادات پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

اس آیت نے واضح فرما دیا کہ اللہ کا بندہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ عطا

فرماتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کے احکام ماننے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام لانے ماننے اور انہیں جاری و ساری کرنے میں جو مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے وہ کسی کا نہیں جو تعلق انہیں اللہ تعالیٰ سے نصیب ہے دوسرا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی ہر دعا قبول فرماتا ہے رد نہیں کرتا۔

محبوبِ خدا کی دعا

خصوصاً سید الانبیا کی دعا اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ اسی لیے قرآن مجید نے ہمیں تعلیم دی کہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ	میرے رسول کی دعا کو تم اپنی دعا کی
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا	طرح نہ سمجھا کرو۔

(النور، ۶۳)

اگرچہ اس آیت کریمہ کے اور بھی معانی کئے گئے ہیں مگر اکثر مفسرین اسی معنی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی ان الفاظ میں مروی ہیں:

احذروا دعاء الرسول عليكم	حضور علیہ السلام کی دعا مقبول ہے۔
اذا اسخطتموه فان دعاءه موجب	تم احتیاط کرو کہیں تمہارے خلاف دعا
لنزول البلاء بكم ليس كدعاء	نہ ہو اگر مخالف دعا ہوگی تو تم پر مصیبت
غيره۔	نازل ہوگی۔ آپ کی دعا دوسروں کی طرح
(تفسیر ابن جریر، ۱۸: ۱۳۴۰)	نہیں ہے۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى	اور یقیناً آپ کا رب آپ کو اتنا نوازے گا

کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب صبح و شام آپ کی زبان سے نکلی ہوئی التجائیں قبول ہوتی دیکھیں تو عرض کیا:

ما اری ربک الا یسارع	میں نے آپ کے رب کو آپ کی
ھواک۔	تمنائیں پوری کرنے میں بہت ہی جلدی
(البخاری، کتاب التفسیر)	فرمانے والا پایا ہے۔

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول

آپ کی مبارک دعا کی قبولیت کے ہزار ہا واقعات میں سے ایک سیدنا ابوہریرہ کی والدہ کے ایمان لانے کا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں اپنی والدہ کو روزانہ اسلام کی دعوت دیتا مگر وہ نہ مانتیں۔ ایک دن میں نے حسب معمول دعوت دی۔ تو انہوں نے میرے آقا کے بارے ایسے کلمات کہے جو میں سن ہی نہیں سکتا تھا مجھے سخت صدمہ ہوا۔ روتے روتے اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں حاضر ہوا واقعہ بیان کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری والدہ کو دولت اسلام سے نوازے۔ اس پر حضور نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔

اللھم اھد ام ابی ھریرۃ۔	اے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔

چونکہ ابوہریرہ کو آپ کی مقبولیت دعا پہ کامل یقین تھا، جلدی سے گھر پلٹے تاکہ والدہ کو اطلاع کریں۔ دروازے سے باہر ہی تھے تو یہ آواز سنی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ (البدایہ، ۸ : ۱۰۴)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا! — دلہن بن کے نکلی جب دعائے محمد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی ظاہری حیات میں ایک دفعہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ لوگ سخت پریشان تھے۔ جمعہ کے روز منبر پہ حضور ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

هلك المال وجاع العيال	مال تباہ ہو گیا، لوگ بھوک سے مر
فادع الله لنا۔	رہے ہیں اللہ کی بارگاہ میں ہمارے لئے دعا کیجئے۔

آپ نے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس وقت آسمان پہ بادل کا نشان تک نہ تھا۔

فوالذي نفسي بيده ما وضعها	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ
حتى ثار السحاب امثال الجبال	قدرت میں میری جان ہے آپ
ثم لم ينزل عن منبره حتى	دعا ختم ہونے سے پہلے پہاڑوں کی
رأيت القطر يتحادر على لحيته۔	طرح بادل چھا گئے اور ابھی آپ منبر

سے نیچے اترے نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی حتیٰ کہ میں نے آپ کی داڑھی مبارک کو بارش سے تر پایا۔

اس دن سے بارش شروع ہوئی۔ دوسرے روز، تیسرے روز، حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا۔ آپ نے خطبہ دینا شروع فرمایا تو وہ اعرابی اٹھا اور عرض کیا

تهدم البناء وغرق المال	مکانات گر گئے، مال ڈوب گیا،
فادع الله لنا۔	ہمارے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کیجئے۔

آپ نے دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا۔

اللھم حوالینا ولا علینا — اے اللہ ہمارے ارد گرد یا دل برسے اب ہمیں ضرورت نہیں۔

آپ کا اشارہ پاتے ہی شہر مدینہ سے بادل چھٹ گیا اور ارد گرد برستا رہا۔

(فتح الباری، ۳: ۶۴)

غور کیجئے بادل فی الفور آگیا اور اس وقت برسنا بند ہوا جب حضور نے کہا اب ضرورت نہیں یعنی اللہ کے حبیب کی اجازت کے بغیر وہ واپس ہی نہ گیا۔

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضور کی دعا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اور تو کجا اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کی دعا کے خواہشمند ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابراھیم لیرغب فی دعائی ذالک الیوم۔ (دلائل النبوۃ: ۷) — روز قیامت ابراہیم بھی میری دعا کے خواہش مند ہوں گے۔

اعلیٰحضرت نے اسی ارشاد نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے کہا:

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا — ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اہم نکتہ

اگر کسی مقام پر عدم قبولیت کا معاملہ ہو تو باری تعالیٰ خود وہاں اس کی حکمت سے نبی کو آگاہ فرما کر مطمئن فرما دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی اے اللہ تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے اہل (خاندان) کو عذاب سے بچا لوں گا (میرا بیٹا ڈوب رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نوح!

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (هود : ۴۶)
یہ تیرے اہل میں شامل نہیں کیونکہ اس کے اعمال صالحہ نہیں۔

یعنی ہمارا وعدہ تیرے اہل کے لیے تھا اور یہ تیرے اہل میں شامل ہی نہیں۔ اس سے تاقیامت لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ فقط خاندانی تعلق ہی کافی نہیں بلکہ عقائد و اعمال کی اصلاح ضروری ہے۔ بدعقیدگی اور بداعمالی کی وجہ سے جب ایک نبی کا بیٹا عذاب سے نہیں بچ سکا تو اور کون بچ سکتا ہے؟

منافقین کو معافی نہ ملنا

قرآن مجید نے یہ ضابطہ فراہم کر دیا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے وہ حضور کو وسیلہ بنا کر سفارش کی درخواست کرے، حضور اس کی سفارش کر دیں تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو معاف فرما دیتا ہے۔ منافقین کے بارے میں یہ تصریح ہے جب انہیں کہا جاتا ہے

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (المنافقون : ۵)
آؤ اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی سفارش کرے تو سروں کو جھٹک دیتے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہوئے نہیں آتے۔

یعنی وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں ہمیں ان کے پاس جانے اور انہیں وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت، ہم نے معافی مانگنی ہے تو براہِ راست اللہ سے مانگ لیں گے۔

دوسرے مقام پر ہے جب انہیں کہا جاتا ہے۔

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (النساء : ۶۱)
آؤ کلام الٰہی اور رسول کی طرف تو منافقین آپ کی طرف ہرگز نہیں آتے۔

اس آیت نے واضح کیا کہ منافقین کلام الٰہی کی طرف آنے کو تیار ہوتے مگر آپ کی خدمتِ اقدس میں آنا پسند نہ کرتے کیونکہ قرآن نے "عنک" (تجھ سے منہ موڑتے ہیں) فرمایا۔ ان دونوں آیات نے آشکار کر دیا کہ منافقین ذاتِ حبیب کو درمیان میں لائے بغیر معافی کی قبولیت کے قائل تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تاقیامت یہ اعلان کر دیا کہ ایسے بدعقیدہ اور بدبخت لوگ جو میرے حبیب کی طرف پشت کر کے مجھے منانا چاہتے ہیں وہ سن لیں انہیں ہرگز معافی نہیں مل سکتی حتّٰی کہ اگر سراپا رحمت میرا حبیب بھی ان کے بارے میں ستر دفعہ کہے تو میں معافی نہیں دوں گا۔ کیونکہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ معافی مانگنے والے کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ محمد کے بغیر معافی نہیں مل سکتی۔ اور ان کا یہ عقیدہ نہیں۔ غیر جانبدار ہو کر غور کیجئے کیا اس میں حضور کی دعا کا رد ہے یا آپ کے مقامِ عالی کا بیان ہے؟ ہر ایمان دار شخص پکار اٹھے گا کہ حضور کے مقام کا بیان ہے۔ اگر انہیں معاف کر دیا جائے تو ابوبکر و عمر اور منافقین میں کیا فرق رہا؟ منافقین کہہ سکتے ہیں کہ محمد کو مانے بغیر جنت میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اسے کیسے قبول کر سکتی ہے؟ الغرض اگر ان کو معافی نہیں ملی تو اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ وسیلۂ محمدی کے قائل ہی نہیں تھے۔ باقی رہا حضور کا دعا کرنا یہ آپ کے اخلاق کریمہ کا تقاضا تھا جو آپ نے ہر موقعہ پہ ادا کیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا اس کے بعد آپ نے ان کے حق میں کبھی دعا نہیں کی۔

۶۳۔ جن کے گُچھے سے لچھے جھڑیں نُور کے
اُن ستاروں کی نُزہت پہ لاکھوں سلام

گچھے۔ پھلوں کا مجموعہ، لچھے۔ پیچیدہ تار، نزہت۔ پاکیزگی دمک

ان اشعار میں مبارک دانتوں اور ران کی چمک دمک کی حسین کیفیات کا تذکرہ ہے۔

دندان مبارک

حضور علیہ السلام کے دہن مبارک میں دندانِ مقدس موتیوں کی لڑیوں کی طرح پروئے ہوئے تھے۔ دانت مبارک، باریک، آبدار اور ایک دوسرے سے جدا جدا تھے مبارک دانتوں کے درمیان باریک ریخیں تھیں۔ دوران گفتگو اور تبسم کے موقع پر ان ریخوں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔

چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

وصافِ نبی حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اشنب مفلج الاسنان یفتر عن مثل حب الغمام۔ (الوفا، ۲: ۲۹۱)

آپ کے مبارک دانت نہایت سفید چمکدار اور کشادہ تھے۔ تبسم کے وقت اولوں کی طرح دکھائی دیتے۔

نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے یاقوتی دندانِ مبارک اور ران کی آب و تاب اور چمک دمک کے بارے میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براق الثنایا۔ (الانوار المحمدیہ: ۱۹۹)

آپ کے مبارک دانت نہایت ہی چمکدار تھے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سامنے کے دانتوں کی کشادگی اور حسن بیان کرتے ہیں:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ

حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

علیہ وسلم افلج الثنیتین۔ سامنے کے دانت باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ انمیں مناسب فاصلہ اور کشادگی تھی۔
(سبل الھدیٰ والرشاد، ۲ : ۴۲)

دانتوں میں کمال حسنِ ترتیب

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر خوبصورت جڑاؤ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الثغر۔ آپ کے سارے دانتوں کا جڑاؤ کمال درجہ حسین ہونے کی بناء پر حسنِ ترتیب کا حامل تھا۔
(الخصائص الکبریٰ، ۱ : ۷۳)

لچھے جھڑیں نور کے

جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے نور کے موتیوں کی جھڑی لگ گئی ہے۔ منطقہ

کان خرزات نظم یتحدرن۔ آپ کی گفتگو کے وقت یوں محسوس ہوتا جیسے موتیوں کا ایک ہار ہے جو نیچے ڈھلک رہا ہے۔
(شمائل الرسول، ۱ : ۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما آپ کی گفتگو کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

اذا تکلم رُئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے مبارک دانتوں کے درمیان سے نور کی برسات لگ جاتی۔
(سنن دارمی، ۱ : ۴۳)

۶۴۔ جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

تسکین ۔ سکون پانا ، تبسم ۔ مسکرانا ۔

تبسم اور تسکین کا تذکرہ ہے جو دنیا و آخرت میں ہر جگہ شکستہ و ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے ۔

آپ کی بارگاہِ اقدس میں جو بھی غمزدہ ، پریشان حال آیا اس کے غم غلط ہو گئے اور وہ ایسا خوشحال ہو گیا کہ اس کی خوشحالی پر ہر شے رشک کرنے لگی ۔ اس سے بڑھ کر کیا خوش حالی ہو سکتی ہے کہ آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہونے والے شخص کا رحمتِ خداوندی استقبال کرتی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اگر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ	لوگ آپ کی بارگاہِ اقدس میں آجائیں
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا	ان کی سفارش کرے تو اللہ کو اس
	حال میں پائیں گے کہ وہ توبہ قبول کرنیوالا
	اور رحم فرمانیوالا ہے ۔

اس آیت نے تو یہ نشاندہی فرمائی کہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا اپنے " اللہ " کو پا لیتا ہے ۔ بتائیے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے !

صحابہ کا مشترکہ غم

صحابہ کرام کو حضور کی ذاتِ مقدس ہر شے سے حتیٰ کہ اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر

عزیز تھی۔ جب انہیں آپ کا دیدار نصیب نہ ہوتا تو تڑپ اٹھتے۔ فی الفور زیارت کر کے اپنے دلوں کو راحت و سکون پہنچاتے۔ علامہ اقبال بلال سے مخاطب ہو کر ہو کر کہتے ہیں ؎ ۱

اداء دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

مگر انہیں ایک مشترکہ غم کھائے جا رہا تھا کہ آج دنیا میں جب بھی پیاس لگتی ہے تو آپ کی زیارت سے سیراب ہو جاتے ہیں مگر ہمارے مرنے یا آپ کے وصال کے بعد کیا ہوگا؟ اگر ہم جنت میں چلے بھی گئے، حضور تو سب سے بلند مقام پر ہوں گے، ممکن ہے زیارت سے محروم ہو جائیں گے؟ ہم اس عظیم غم کی روداد بعض صحابہ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ ضبط محبت پر اتنے قادر نہ تھے۔ ایک دن آپ کی بارگاہِ اقدس میں آئے تو رنگ متغیر تھا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا ' اے ثوبان!

ما غیر لونك ؟ — کیا وجہ تمہارا رنگ بدلا ہوا ہے؟

عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مرض ہے نہ کوئی تکلیف بلکہ آپ کی زیارت نہ کرنے کی وجہ سے مجھے شدید پریشانی لاحق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ پھر میں نے آخرت کے بارے میں سوچا تو ڈر گیا

ان لا اراك بعدك ترفع	اس دن میں آپ کی زیارت سے محروم
النبیین وانی ان دخلت الجنة	رہوں گا کیونکہ آپ انبیاء کے ساتھ بلند
فانا ادنی منزلة من منزلتك	درجہ پر ہوں گے میں اگر جنت میں چلا
وان لم ادخل الجنة لا	بھی گیا تو کسی نچلے درجہ میں رہوں گا
اراك ابداً فالامر اهم واعظم	اور جنت میں داخل نہ ہو سکا تو زیارت سے

بالکل محروم ہو جاؤں گا۔ معاملہ نہایت
اہم اور پریشان کن ہے۔

ا طرح حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی غمگین حالت میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

مالی اراك محزونا فقال یا رسول الله شیئ فکرت فیه فقال ما هو؟ قال نحن نغدو علیك ونروح فننظر الی وجهك ونجالسك وغدًا ترفع مع النبیین فلا نصل الیك۔ (ابن کثیر، ۱: ۵۲۳)	کیا وجہ تو پریشان ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میں نے ایک معاملہ میں غور و فکر کیا ہے۔ فرمایا وہ کون سا معاملہ ہے؟ عرض کیا آقا آج ہم صبح و شام جس وقت طبیعت اداس ہوتی ہے۔ آپ کے دیدار سے اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں۔ کل بعد از وصال آپ انبیاء کے ساتھ ہوں گے ہماری آپ تک رسائی نہ ہو گی لہٰذا زیارت سے محروم ہو جائیں گے۔

صحابہ کا جب یہ مشترکہ غم اور پریشانی بڑھ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ معاملہ پیش کیا تو جبریل امین یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔	جن لوگوں نے اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی انہیں ہم قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ کھڑا کریں گے اور یہ کیا ہی پیاری سنگت ہو گی۔

حضور علیہ السلام نے اس آیت کے ذریعے تمام مسلمانوں کو تسلی دی کہ گھبراؤ مت اگر تم میرے ساتھ واقعۃً محبت رکھتے ہو تو تمہیں میرا ساتھ ہر جگہ نصیب رہے گا. بلکہ ضابطہ دے دیا۔

انت مع من احببت

تم میں سے ہر کوئی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت ہوگی۔

تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

صحابہ نے جب یہ آیت مبارکہ اور مذکورہ فرمان نبوی سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس خوشی و مسرت کا بیان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سنئے کہ جب ہمیں آقا نے یہ تسلی دی تو

فما فرحنا بشئی فرحنا بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت مع من احببت

(البخاری، ۲: ۵۲۱)

ہم کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج اپنے آقا کا یہ فرمان سن کر ہوئے ہیں کہ ہر محب روز قیامت اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت انس وجد میں آگئے اور کہنے لگے:

انا احب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر وارجو ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۰۰م)

اگرچہ ان پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل تو نہیں کر سکا مگر میں حضور علیہ السلام، ابوبکر اور عمر کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ امید ہے اس محبت کی بنا پر ان کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔

استنِ حنانہ اور آپؐ کی تسکین

یہ تو صحابہ کی بات تھی اب آئیے اس کھجور کے تنے کی بات کرتے ہیں جو حضورؐ کے فراق میں بچے کی طرح بلک بلک کر رو دیا۔ آپ نے دست شفقت رکھ کر تسلی دی تو وہ خاموش ہوگیا۔ ابتدائی دور میں حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی دیر کھڑا ہونا پڑتا۔ صحابہ پر یہ بات شاق گذری انہوں نے عرض کیا آقا کیوں نہ ہم آپ کے لئے منبر بنوالیں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں بعض روایات کے مطابق یہ درخواست گزار ایک خاتون تھی۔ جس نے کہا میرا بیٹا بڑھئی ہے اگر اجازت ہو تو میں منبر بنوا کر پیش کر دوں۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرمادی۔ منبر بن کر مسجد نبوی میں آگیا۔ جب آئندہ جمعہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذر کر منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس تنے نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ صحابہ اس کے رونے کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔

ئان انین الصبی	وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رو دیا۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

فسمعنا لذلک الجذع صوتا کصوت العشار۔	ہم نے اسے اس طرح روتا ہوا سنا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔

تیسری روایت میں ہے:

فخار الجذع کما تخور البقرۃ جزعا۔	جس طرح بچھڑا اپنی والدہ کے فراق میں آواز نکالتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

خار حتی تصدع وانشق — اتنے دردناک انداز میں رویا کہ وہ پھٹ گیا۔

(شمائل الرسول لابن کثیر، ۱: ۲۹۸)

حضرت انس سے مروی روایت میں ہے:

حتی ارتج المسجد لخوارہ — اسکی آواز سے مسجد گونج اٹھی

روایت سھیل میں ہے۔

وکثر بکاء الناس لما رأوا بہ — اس کا رونا دیکھ کر صحابہ میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔

(تحقیق الفتویٰ، ۲۲۹)

وہ کیا دردناک منظر ہوگا جب صحابہ کے سامنے کھجور کا تنا ہجر و فراقِ محبوب میں رو رہا ہوگا اور صحابہ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ حضور علیہ السلام اسی وقت منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

فاحتضنھا فلم یزل حتی سکنت۔ — اور اسے بغل میں لے کر دلاسا دیتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔

دارمی میں ہے کہ اسے آپ نے فرمایا اے تنا! اپنے لئے دو باتوں میں سے ایک کا انتخاب کر لے۔

اختر ان اغرسک فی المکان الذی کنت فیہ فتکون کما کنت وان شئت ان اغرسک فی الجنۃ۔ — اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی مکان میں تر و تازہ کر دیتا ہوں اور اگر جنت کی خواہش رکھتا ہے تو تجھے وہاں لگا دیتا ہوں۔

اس نے جنت میں جانے کو ترجیح دی۔ آپ نے اس کی درخواست منظور فرمالیا۔

پھر حضور منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

ان ھذہ النخلة انما حنت	یہ کھجور کا تنا اللہ کے رسول کے فراق و
شوقًا الی رسول اللہ لما فارقھا	جدائی میں رو دیا۔ اللہ کی قسم اگر میں اتر کر
نو اللہ لولم انزل الیھا فاعتنقھا	اسے آغوش میں نہ لیتا تو یہ فراق میں قیامت
لما سکنت الی یوم القیامة۔	تک روتا رہتا۔
(شمائل الرسول ۱ : ۳۱۰)	

امام ابن الحاج نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد اپنے آقا کی یاد میں حضرت عمر جو جملے کہہ کر رو رہے تھے ان میں سے ایک یہ تھا آقا

فحن الجذع لفراقك	آپ کے فراق و جدائی میں کھجور کا
حتی جعلت یدك علیه	تنا اتنا رویا کہ آپ نے اس پر دست
فسکن فامتك اولی بالحنین	اقدس رکھا تو وہ خاموش ہوا۔ آقا
علیك حین فارقتھم	آپ کی امت کو آپ کے فراق میں
(جواہر البحار، ۱ : ۲۳۵)	اس تنے سے بڑھ کر رونا چاہیئے۔

حضرت مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس کھجور کے تنے کے بارے میں بیان کرتے تو زار و قطار رو پڑتے اور فرماتے:

یا عباد اللہ الخشبة تحن الی	اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے
رسول اللہ شوقًا الیه لمکانه	حضور کو کتنا بلند مقام بخشا کہ لکڑی ان
من اللہ فانتم احق ان	کے فراق میں روتی ہے (تمہیں کیا ہوگیا
تشتاقوا الی لقائه۔	حالانکہ) آپ کے فراق و محبت میں رونا
(شمائل الرسول ۱ : ۳۰۱)	تمہارا زیادہ حق ہے۔

کاش یہ سوز و درد ہمیں بھی نصیب ہو۔

تبسّم کی عادت

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کی نجی زندگی کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے فرمایا:

کان انیس الناس بساماً ضحاکاً۔ (طبقات ابن سعد)	آپ سب سے زیادہ نرم اور خندہ پیشانی سے پیش آنیوالے تھے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رانی الا تبسم (ترمذی)	میں جب سے مسلمان ہوا ہوں میرے آقا نے اپنے پاس گھر میں آنے سے کبھی منع نہیں کیا اور جب بھی آپ سے ملا آپ نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملے۔

مسند احمد میں حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ جب بھی گفتگو کرتے تو تبسم کرتے۔ میں نے ان سے کہا ایسا نہ کیا کرو ورنہ لوگ مجھے احمق کہیں گے تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے آقا کو دورانِ گفتگو مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔

ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحدث حدیثاً الا تبسم۔	میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو گفتگو کرتے ہوئے، مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۵۲ بحوالہ مسند احمد)

آپ غلاموں پر اس طرح شفقت فرماتے ہوئے ملتے کہ وہ تمام غم بھول جاتے۔

۶۵ جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

شیر۔ دودھ، شکر۔ میٹھا، رواں۔ جاری، نضارت۔ تر و تازگی
اس میں آپ کے گلے مبارک، آواز اور لہجے کے حسن و جمال کا تذکرہ ہے۔

آواز مبارک

آپ کی مبارک آواز نہایت ہی حسین تھی جو شخص ایک دفعہ آپ کی آواز سن لیتا تھا ساری زندگی خواہش کرتا کاش میرے کانوں میں پھر وہ حسین آواز سنائی دے۔ اس سے بڑھ کر کسی کی آواز کا حسن کیا ہو سکتا ہے کہ دشمن بھی اسے سن کر لذت پاتا ہو۔ صحابہ کرام جہاں آپؐ کی ہر ادا کے شیدائی تھے وہاں آپ کی آواز کے بھی گرویدہ تھے۔

آپ نہایت خوش آواز تھے

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس کائنات میں جتنے بھی انبیاء کو مبعوث فرمایا ان تمام کے تمام کو ظاہری و باطنی حسن عطا کرنے کے ساتھ حسنِ صوت سے بھی نوازا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صوت میں بھی ان سے ممتاز فرما کر مبعوث فرمایا۔

حتی بعث نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فبعثہ حسن الوجہ وحسن الصوت۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین چہرہ اور حسین آواز دے کر اللہ تعالٰی نے مبعوث فرمایا۔

(ابن سعد، ۱: ۳۸۶)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسے الفاظ منقول ہیں :

ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم کان صبیح الوجہ کریم الحسب حسن الصوت ۔ (ابن عساکر، سبل الہدیٰ، ۲ : ۱۲۵)	ہمارے نبی خوبصورت چہرہ، اعلیٰ حسب اور حسین آواز کے مالک ہیں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

کان نبیکم احسنھم وجھاً واحسنھم صوتاً ۔ (ترمذی، ابن سعد، ۱ : ۳۷۶)	ہمارے نبی تمام انبیاء علیہم السلام سے مبارک چہرے اور آواز میں حسین ہیں ۔

میں نے آپ کی آواز سے حسین آواز نہیں سنی

بخاری و مسلم میں آپ کے حسن صوت کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میرے آقا نے عشاء کی نماز میں سورۃ التین تلاوت فرمائی ۔ میں نے کبھی اتنی حسین آواز نہیں سنی ۔

آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العشاء والتین والزیتون فلم اسمع صوتاً احسن منہ ۔ (بخاری و مسلم)	محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں "والتین والزیتون" تلاوت فرمائی ۔ میں نے آپ کی آواز سے بڑھ کر حسین آواز نہیں سنی ۔

آپ کا مبارک لہجہ نہایت ہی خوبصورت تھا

صحابہ کرام نے صرف آپ کے آواز کے حسن کو ہی بیان نہیں کیا بلکہ لہجہ کے بارے میں بھی تصریح کی ہے ۔ آپ کا لہجہ تمام مخلوق سے بڑھ کر خوبصورت

اور حسین تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن النغمۃ۔ (شمائل الرسول ص۶۴)	رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لہجہ نہایت ہی مسحور کن تھا۔

یہی وہ مسحور کن لہجہ تھا جس کی وجہ سے آپ کے دشمن بھی قائل ہو کر گرویدہ ہو جاتے تھے۔

سرکش جو تھے مائل ہوئے دشمن جو تھے قائل ہوئے
مسحور کن تھا کس قدر یا مصطفیٰ لہجہ تیرا

۶۶۔ دوش بر دوش ہے جن سے شان شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

دوش۔ سیاہ زلفیں، دوش۔ کاندھے، شان۔ مرتبہ، شرف۔ بزرگی، شوکت۔ عظمت۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ آپ کی مبارک زلفیں بعض اوقات کاندھوں تک ہو جاتی تھیں۔ اسی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت آپ کے مقدس کاندھوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

دوش مبارک

آپ کے کاندھے اور دوش مبارک نہایت مضبوط اور خوبصورت تھے۔ دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپس میں قریب نہیں تھے۔ شانے ذرا فربہ

جلالت وہیبت کا مظہرِ اتم اور قوت وتوانائی کی عظیم علامت تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک کاندھوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعید مابین المنکبین	آپ کے دونوں شانوں کے درمیان عجیب شان کا فاصلہ تھا۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ)

دونوں شانوں کا درمیانی حصہ مضبوط تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جلیل المشاش والکتد۔	آپ کے تمام بدن کے جوڑ اور دونوں شانوں کا درمیانی حصہ نہایت مضبوط تھا۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے مبارک کاندھوں کے جوڑ نہایت ہی خوبصورت اور اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عظیم مشاش المنکبین۔	آپ کے شانوں کے جوڑ نہایت مضبوط اور بڑے تھے۔

(ابن عساکر، ۱: ۳۲)

شانوں کی شوکت

جس طرح کھڑا ہونے کی صورت میں آپ تمام حاضرین پر بلند دکھائی دیتے تھے اسی طرح مجلس میں بیٹھنے کی صورت میں بھی آپ کے مبارک کاندھے دوسروں سے بلند دکھائی دیتے۔

حضرت ملا علی قاری امام ابن سبعؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے کہ:

کان اذا جلس تکون کتفہ اعلی من جمیع الجالسین ۔ (جمع الوسائل '' ۱: ۱۱)	جب آپ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے مبارک شانے دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند نظر آتے ۔

کاندھے یا چاندی کے ڈلے

آپؐ کے مبارک کاندھوں کی زیارت کا شرف پانے والا شخص پکار اٹھتا کہ یہ چاندی کے ڈلے ہیں ۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ کے مبارک کاندھے ننگے ہوتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے چاندی کے ڈلے پگھلا کر کسی سانچے میں رکھے ہوتے ہیں ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع رداءہ عن منکبیہ نکانہ سبیکۃ فضۃ ۔ (تہذیب ابن عساکر '' ۱: ۳۱۹)	جب کبھی آپ مبارک کاندھوں سے کپڑا ہٹاتے تو وہ چاندی کے ڈلوں کی صورت دکھائی دیتے ۔

چاند کی طرح سفید

بعض صحابہ کرام آپؐ کے مبارک کاندھوں کے حسن اور نور کو چاندی کے بجائے چاند سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سائلین میں سے جو بھی آپ

سے سوال کرتا آپؐ اسے عطا فرماتے۔ کبھی کبھی سائلین آپؐ کا احاطہ کر لیتے۔ بعض بدوی آپؐ کی مبارک قمیض کو پکڑ لیتے۔ ایسی حالت میں کبھی آپؐ کے شانے مبارک ظاہر ہو جاتے تو کیفیت یہ ہوتی،

فکانما انظر حین بدا منکبیہ	کاندھے سفیدی کی وجہ سے یوں
الی شقۃ القمر من بیاضہ صلی	محسوس ہوتے جیسے ہم چاند کو تک رہے
اللہ علیہ وسلم (سبل الہدیٰ والرشاد ۲: ۹۲)	ہیں۔

۶۷۔ حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

حجر اسود۔ بیت اللہ کی دیوار میں ایک جنتی پتھر ہے جسے طواف کرنے والا بوسہ دیتا ہے۔

پچھلے شعر میں آپ کے مبارک کاندھوں کا ذکر تھا۔ اب ان دونوں کے درمیان موجود مہر نبوت کا تذکرہ ہے۔ آپ کی مہر نبوت کو حجر اسود اور دل و جان کا کعبہ قرار دینا محض تشبیہ ہے ورنہ شعر ۵۹ کے تحت گذرا کہ کعبہ اور حجر اسود دونوں آپ کا ادب و احترام بجا لاتے ہیں۔

مہرِ نبوت

آپ کے مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو پشت اور کاندھوں کے حسن کو دوبالا کر رہی تھی۔ یہ سراپا نور ہونے کے ساتھ ساتھ خوشبو کا بھی مرکز تھی حضرتِ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حبیب خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ آپ نے میرے سر پہ دست اقدس پھیرا۔ برکت کی دعا کی۔ وضو فرمایا۔ میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پیا۔

ثم قمت خلف ظهره فنظرتُ	میں اتفاقاً آپ کی پشتِ اقدس کیطرف
الی خاتم النبوة بین کتفیه	کھڑا ہوا تو میں نے دونوں کاندھوں کے
مثل زر الحجلة۔	درمیان مہرِ نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈی جیسی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن سرجسؓ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے پسِ پشت چکر لگایا۔ آپ میرا منشا اور آرزو بھانپ گئے۔

فالقی الرداء عن ظهره صلی	آپؐ نے پشت انور مبارک چادر ہٹادی
الله علیه وسلم فرأیت موضع	تو میں نے کاندھوں کے درمیان مہرِ
الخاتم علی کتفیه مثل الجمع	نبوت کی جگہ کو مٹھی کے ہم شکل دیکھا۔
حولها خیلان کانها ثالیل	جس کے چاروں طرف تل تھے جو مسّوں
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی ختم النبوة)	کے برابر معلوم ہوتے تھے۔

پھر میں نے آپ کے سامنے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے مزید درجات بلند فرمائے۔ فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھے (بطور مبارک) کہا کہ حضور نے تیرے لیے دعائے مغفرت فرمائی ہے میں نے کہا کہ حضور تو سب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اے حبیب اپنے لئے، مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔

علی ابن احمد کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ،

فامسح ظهری فمسحت	اور میری پشت ملو۔ میں نے آپ کی
ظهرہ فوقعت اصابعی علی	پشت مبارک ملنا شروع کی تو اچانک
الخاتم۔	میری انگلیاں مہر نبوت کو لگ گئیں۔

علبا کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے فرمایا وہ چند بالوں کا مجموعہ تھی۔

روایات میں تطبیق

مہر نبوت کی مقدار اور رنگ کیا تھا؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں اسے کبوتری کے انڈے کی مانند، بعض میں بالوں کا مجموعہ، بعض میں گوشت کا ٹکڑا اور بعض میں مٹھی کی مانند بیان کیا گیا

امام قرطبیؒ نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ مہر نبوت کم و بیش ہو جاتی اور اس کا رنگ بھی مختلف اوقات میں مختلف ہوتا رہتا تھا جس طرح کسی صحابی نے زیارت کی اسی طرح بیان کر دیا۔

دیگر علماء نے تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ یہ فی الحقیقت تمام تشبیہات ہیں اور ہر شخص اپنے ذہن کے مطابق تشبیہ دیتا ہے۔

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی اختلافِ روایات کی حکمت اور ان میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

واختلاف اقوال الرواة	اوصافِ مہر نبوت کے بارے میں
فی اوصاف خاتم النبوة	راویوں میں جو اختلاف ہے اس
لیس من باب التنافی	میں منافات نہیں۔ ہر ایک نے
بینهما و انما هی باعتبار	اپنے ذہن و فہم کے مطابق تشبیہ

ان کلا منهم شبه بما سنح له و ظهر لانه کان یستره باعتبار انه فی ظهره الشریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فواصفه اما راٰہ من غیر قصد او انه صلی اللہ علیہ وسلم اراہ له مع ملاحظة الرائی مقام الهیبة والوقار والادب مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۷۴)

دی ہے۔ چونکہ مہرِ نبوت آپ کی پشتِ انور کی طرف قمیص کے نیچے تھی، اسے یا تو کوئی اچانک دیکھ لیتا یا آپ خود مشاہدہ کرواتے اور دیکھنے والا آپ کی ہیبت، وقار اور ادب کا پاس کرتے ہوئے زیارت کرتا۔

مہرِ نبوت اور خوشبو

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے اپنے پیچھے سوار فرمالیا۔

فالتقمت خاتم النبوة بفی فکان ینم علی مسکا۔ (سبل الهدیٰ ۲۰: ۷۳)

میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو منہ میں لے لیا تو اس میں سے خوشبو کے حلے پھوٹ رہے تھے۔

۶۸۔ روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

پشتی۔ نگہبان، سہارا، قصر۔ محل۔ عمارت۔ ملت۔ دین اور امت مسلمہ

اعلحضرت نے اس شعر میں آپ کی پُشت انور کا ذکر کرتے ہوئے اسے آئینہ علم اور تمام ملتِ اسلامیہ کا پشتی بان (ناخدا) قرار دیا ہے۔

رُوئے آئینۂ علم پُشتِ حضورؐ

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ روشنی اور تاریکی میں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ اسی لیے اعلحضرت نے پشتِ انور کو آئینہ علم کہا۔

آگے کی طرح پیچھے دیکھنا

۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لانظر الی ما وراء ظھری کما انظر الی امامی۔ (سبل الھدیٰ، ۲: ۳۵)

میں آگے کی طرح پیچھے کا بھی مشاہدہ کرتا ہوں۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

ایھا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود فانی اراکم امامی ومن خلفی۔

اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ رکوع اور سجود میں مجھ سے سبقت نہ لے جاؤ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

(المسلم، کتاب الصلوٰۃ)

۳۔ بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:

ھل ترون قبلتی ھاھنا فو اللہ ما یخفیٰ علی رکوعکم

تم میرا چہرہ صرف قبلہ کی طرف دیکھتے ہو۔ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور نہ دل کی

ولا خشوعکم انی لاراکم من | کیفیت پوشیدہ ہے۔ بلاشبہ میں
وراء ظھری۔ (البخاری، باب الخشوع فی الصلوٰۃ) | تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

تاریکی میں دن کی طرح دیکھنا

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی خصوصیت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریٰ باللیل فی الظلمۃ کما یریٰ بالنہار فی الضوء۔ (الخصائص الکبریٰ، ۱: ۹۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی اسیطرح دیکھتے جیسا کہ دن کے اُجالے میں۔

اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام زرقانی لکھتے ہیں:

اعنی ان رؤیتہ فی النہار الصافی واللیل المظلم متساویۃ لان اللہ تعالیٰ لما رزقہ الاطلاع بالباطن والاحاطۃ بادراک مدرکات القلوب جعل لہ مثل ذلک فی مدرکات العیون ومن ثم کان یری المحسوس من وراء ظھرہ کما یراہ من امامہ۔ (زرقانی علی المواہب، ۴: ۸۲)

اس سے مقصود یہ ہے کہ آپ کا روشن دن اور تاریک رات میں دیکھنا برابر اسلئے کہ جب اللہ پاک نے آپ کو باطن اور دل کی باتوں کا کامل ادراک عطا فرمادیا تو ایسے ہی آپ کی مبارک آنکھوں کو ادراک عطا فرمادیا۔ چنانچہ آپ پیٹھ کے پیچھے بھی سامنے کی طرح دیکھتے ہیں۔

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریٰ فی ظلمۃ کما یریٰ فی الضوء۔ (ابونا بحوالہ المصطفیٰ، ۱: ۲۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجالا اور تاریکی یکساں تھی یعنی تاریکی دیکھنے میں حائل نہ ہوتی۔

۶۹۔ ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

سمت۔ طرف، بحر۔ سمندر، سماحت۔ عطا۔
اس شعر میں آپ کے دستِ کرم اور جود و سخاوت کا تذکرہ ہے

سب سے سخی ہاتھ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سخاوت کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس کفا۔	محبوبِ خدا کا دستِ مبارک سب سے زیادہ سخی تھا۔

(انوار المحمدیہ: ۲۰۴)

واقعۃً اس کائناتِ ہست و بود میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں۔ آپ نے اللہ کی مخلوق فقراء، مساکین، بیوگان اور محتاجوں پر جس طرح خرچ فرمایا۔ اس کی مثال نہیں بلکہ آپ کی ہی واحد ہستی ہے جس کی زبان پہ کسی سائل کے سوال پہ لا (نہیں) کبھی نہیں آیا۔

واہ کیا جُود و کرم ہے!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سخاوت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

ما سئل رسول اللہ صلی	کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ

الله علیه وسلم قط فقال لا۔ علیہ وسلم سے کسی نے مانگا ہو تو آپ نے

(المسلم، باب سخاوتہ نبی) انکار فرمایا ہو۔

ایک مقام پر اس حدیث کا ترجمہ اعلیٰحضرت یوں کرتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حاجت مند اور قرض

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی وقت پاس کچھ نہ ہوتا کسی سے قرض لے کر حاجت مند کی ضرورت کو پورا فرما دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا۔ آپ نے اسے فرمایا:

ماعندی شیئ ولکن ابتع علیّ فاذا جاءنی شیئ قضیته	اس وقت کوئی شی موجود نہیں۔ جا فلاں سے میرے نام پہ وہ شی بطور قرض خرید لے۔ میرے پاس جیسے ہی رقم آئی میں ادا کر دوں گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف نہیں بنایا کہ آپ قرض لے کر لوگوں کی ضروریات پوری فرمائیں۔ یہ بات آپ پر نہایت شاق گزری۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مخلوقِ خدا پر خوب خرچ فرمائیں اور صاحب عرش (اللہ) سے قلت و کمی کا خوف نہ کریں۔

فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم وعرف فی وجهه	اس پر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کا چہرۂ اقدس خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا

البشر ثم قال صلی اللہ علیه وسلم بهذا امرت۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔"

(الترمذی، اخلاق النبی، ذکر جود النبی)

سیکرٹری مال کا بیان

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام مالی معاملات کی ذمہ داری حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی ہوئی تھی۔ ایک مقام پہ اسی ذمہ داری کا ذکر حضرت بلال نے یوں کیا ہے۔

انا المتولی امر ماله صلی اللہ علیه وسلم منذ بعثه اللہ تعالیٰ حتی توفی۔ (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۸۳)

اعلان نبوت سے لے کر وصال تک آپ کے تمام مالی امور کا انچارج میں تھا۔

حضرت عبد اللہ ہوزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال سے مل کر پوچھا کہ حضور علیہ السلام کے اخراجات اور دیگر مالی معاملات سے مجھے آگاہ کیجیے تو انہوں نے آپ کے مبارک احوال سے آگاہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا، اس کے باوجود بھی آپ کا معمول تھا۔

اذا اتاه الانسان مسلماً فراٰه عاریًا یامرنی فانطلق فاستقرض فاشتری له البردة فاکسوه واطعمه۔

کہ آپ جب بھی کسی مسلمان کو حالتِ فاقہ میں ننگا یا بھوکا دیکھتے تو مجھے حکم دیتے کہ فی الفور قرض لیکر اس کے لیے کھانا اور کپڑے خرید کر ان کو دے۔ لہٰذا میں فی الفور اس پر عمل کیا کرتا۔

یہ منصب ان کو کیوں دیا گیا

حضرت بلال رض کو یہ منصب عطا کرنے کی متعدد حکمتیں تھیں لیکن ان میں سے ایک کا ذکر ضروری ہے اور وہ یہ، تاکہ آپ کے تمام مالی معاملات سے غلام آگاہ رہیں۔ کہیں ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ شاید ہمارے آقا ظاہری حیات بڑے آرام سے بسر کر رہے ہیں اور ہم بھوک اور فاقہ کی حالت میں رہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے گھر کی ہر شے اصحاب صفہ اپنی تصور کرتے تھے اور ان پر اسی وقت بھوک و فاقہ آتا جب آپ کے ہاں کچھ نہ ہوتا۔ اور ہونے کی صورت میں پہلے انہیں کھلاتے اور پھر خود کھاتے۔

یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ کا یہ کرم و سخاوت صرف مسلمانوں تک محدود تھا بلکہ اللہ کی تمام مخلوق اس سے مستفید ہوتی۔ حتیٰ کہ کافر دشمن اسلام بھی اگر سائل بن کر آجاتے تو ان کی حاجت سے بڑھ کر عطا فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خدمت میں صفوان بن امیہ نے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑیوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اسے دے دیں۔ وہ واپس اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ۔ محمدؐ اتنا عطا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے فقر کی فکر ہی نہیں۔ حضرت سعید بن مسیّب صفوان بن امیہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

لقد اعطانی رسول اللّٰہ	مجھے حضور علیہ السلام نے خوب عطا
صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما اعطانی	فرمایا آپ کی ذات مجھے نہایت ہی ناپسند
وانہ لابغض الناس الی فما	تھی مگر آپ نے مجھے اتنا عطا فرمایا

برح یعطینی انہ لاحب الناس — کہ مجھے آپ تمام لوگوں سے محبوب ہو گئے۔

الیّ۔ (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۸۱ بحوالہ ترمذی)

کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎

یہ دربارِ محمدؐ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

۷۰۔ جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

۷۱۔ کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بازو، کلائیوں اور ان کی ہمت وطاقت کا تذکرہ ہے۔

بازو مقدس

آپ کے مقدس بازو نہایت ہی خوبصورت اور موزونیت کے ساتھ طویل تھے۔ اور ان کی کلائیوں پہ بال تھے۔

بازو لمبے تھے

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عظیم الساعدین ۔ (ابن سعد ۱: ۴۱۵)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بازو عظیم
تھے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بسط القصب (سبل الہدیٰ ۱: ۱۰۰)

حضور علیہ السلام کے بازو اور پنڈلیاں
طویل تھیں ۔

بازو نہایت چمک دار تھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی نعت کہتے ہوئے یہ کلمات بھی کہا کرتے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عبل الذراعین ۔ (سبل الہدیٰ ۱: ۱۰۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بازو
نہایت سفید تھے ۔

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رح آپ کے مقدس بازوؤں کے بارے میں لکھتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عبل العضدین والذراعین
طویل الزندین ۔ (سبل الہدیٰ ۱: ۱۰۰)

حضور علیہ السلام کی دونوں مچھلیاں
اور کلائیاں سفید تھیں ۔

بازو کی قوت

شیخ حناطی نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو چالیس نبیوں کی طاقت عطا کی تھی ۔ واضح رہے کہ ایک پیغمبر میں باعتبارِ بشریت چالیس آدمیوں کی قوت ہوتی ہے ۔

رکانہ اس دور کا ایک نامور پہلوان تھا ۔ اس نے آپ کو کشتی کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی ۔ تین دفعہ کشتی ہوئی ۔ آپ نے تینوں دفعہ اسے شکست دی ۔

اسی طرح ابوالاسود جمحی سے بھی کشتی ہوئی ۔ یہ شخص اتنا طاقتور تھا کہ اگر

چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس قوی آدمی اطراف سے پکڑ کر اسے کھینچتے، چمڑہ پھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے اسے مثالی شکست دی۔ (بے مثل بشر، ۸۳)

بازو کی کلائیاں لمبی تھیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم شبيع الذراعين (الوفا ۲: ۳۹۹)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں طویل تھیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم طويل الزندين (ایضاً)	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں لمبی تھیں۔

"زند" کے دو معنی کیے گئے ہیں۔ علامہ زمخشری نے فائق میں کہا

الزند ما انحسر عنه اللحم من الذراع۔	وہ مقام جہاں بازو کا گوشت ختم ہو جاتا ہے۔

اور "مغرب" میں اس کا معنی ان الفاظ میں بیان ہوا

الزند ها طرفا عظم الساعدين (جمع الوسائل، ۱: ۴۱)	بازو کی ہڈی کی دونوں اطراف مراد ہیں۔

کلائیوں پر بال تھے

جسم اطہر کے جن مبارک حصوں پر بال تھے ان میں سے آپ کی کلائیاں بھی ہیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس

وسلم اشعر الذراعین۔ کلائیوں پہ بال تھے۔
(شمائل ترمذی، ماجاء فی خلق رسول اللہ)

۷۴۔ جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اُس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

خط۔ نقش، موج۔ لہر، کف۔ ہتھیلی، بحر۔ سمندر
اس شعر میں آپ کے دستِ اقدس کی مبارک ہتھیلی پر سلام ہے۔

ہاتھوں کی ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کے دستِ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شثن الکفین۔ آپ کی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔
(شمائل ترمذی، ماجاء فی خلق رسول اللہ)
سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضخم الکفین (ابن عساکر، ۱: ۳۲۰) آپ کے مبارک ہاتھ موزونیت کے ساتھ بڑے تھے۔

ہتھیلیاں کشادہ تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسط الکفین۔ (البخاری) آپ کی ہتھیلیاں خوبصورتی کے ساتھ کشادہ تھیں۔
حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رحب الراحة۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)	آپ کے مبارک ہاتھ واسع تھے۔

۴۳۔ نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

۴۴۔ عیدِ مشکلکشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

عید۔ خوشی، مشکلکشائی۔ مشکل دور کرنا، ہلال۔ پہلی سے تیسری تاریخ تک کا چاند، بشارت۔ خوشخبری۔

ان دو اشعار میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کی برکات ان سے چشموں کی صورت میں پانی کا جاری ہونا اور ان کے خوبصورت ناخنوں کا تذکرہ ہے۔

انگلیاں لمبی تھیں

مبارک ہاتھوں کی انگلیاں کوتاہ نہیں تھیں بلکہ لمبی تھیں اس لیے سیدنا علی رضی اللہ علیہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم سائل الاطراف (شمائل ترمذی)	آپ کی انگلیاں نہایت ہی خوبصورت اور لمبی تھیں

سائل کا معنی بیان کرتے ہوئے شیخ محمد بن یوسف الصالحیؒ فرماتے ہیں:

يعنى انها طوال ليست بمعقدة ولا منقبضة۔ (سبل الهدیٰ ۲: ۱۰۵)	یعنی آپ کی انگلیاں لمبی تھیں نہ وہ کوتاہ تھیں اور نہ ہی خمیدہ۔

چاندی کی ڈلیاں

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہؓ آپ کے مبارک بازو اور کلائیوں کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

کان اصابعه قضبان الفضة۔ (سبل الھدیٰ، ۲: ۱۰۰)

آپ کی انگلیاں ایسے تھیں جیسے چاندی کی خوبصورت ڈلیاں ہوں۔

رحمت کی ندیاں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو کی تعداد میں مقام زوراء پر تھے۔ وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک برتن پیش کیا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا۔

فجعل الماء ينبع من بين اصابعه فتوضأ القوم (البخاری، کتاب المناقب)

تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلنے شروع ہو گئے جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ دورانِ سفر پانی ختم ہو گیا۔ آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کے پاس کچھ پانی موجود ہے تو لے آؤ خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک سفر کا حسین منظر بیان کرتے ہیں کہ ۶ھ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مقام حدیبیہ پر قافلے نے پڑاؤ کیا۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے حدیبیہ کا کنواں

خشک ہوگیا۔ قافلہ کے شرکاء پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان ہوئے۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ اس وقت آپ کے پاس لوٹے کے برابر برتن میں پانی موجود تھا۔

فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاناء فجعل الماء یفور بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضأنا۔ (البخاری، کتاب المناقب)

آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھ دیا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ ہم سب نے اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اس وقت آپ کتنے افراد تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اتفاقاً پندرہ صد تھے۔ اگر وہاں ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تب بھی پانی کم نہ ہوتا۔

ناخنوں کی بشارت

مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظفارہ وقسم بین الناس (دیشل بشر، ۱۱۸)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن ترشوائے اور پھر وہ لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن مبارک تھے انہوں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد یہ میرے کفن کے اندر ناک کے آگے رکھ دینا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال)

۷۵۔ رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

رفع۔ بلند، جلالت۔ عظمت و بزرگی، ارفع۔ سب سے بلند، شرح صدر۔ سینہ کا کھلنا، صدارت۔ صدر نشینی۔

یہاں رفعتِ ذکر اور شرحِ صدرِ نبوی کا بیان کرتے ہوئے سورۃ الانشراح میں ذکر کردہ شانوں کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانشراح میں اپنے حبیب پر کئے گئے جن بے پایاں الطاف کا ذکر کیا ہے ان میں سے دو یہ ہیں: آپ کے ذکر کو بلند کرنا اور شرح صدر کی دولت عطا کرنا۔

رفعتِ ذکرِ نبوی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکرِ اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حضور علیہ السلام کو جو جو صفات اللہ رب العزت نے عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں۔ اگرچہ حقیقتاً وہ صفاتِ اضافیہ ہوتی ہیں۔ مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ جیسے زید کا گھر خالد کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب

ہے ۔ یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر زید کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالد کے گھر کے کم ہے ۔

یہی بات ورفعنالک ذکرک میں ہے ۔ (ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا) رفعت فی نفسہٖ اضافی امر ہے ۔ اس میں مدمقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے میں بلند ہے ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں، ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں، انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے میں یا رسل عظام کے ذکر کے مقابلے میں ۔

اس آیتِ مبارکہ میں مدِمقابل کا ذکر ہی نہیں ۔ عدمِ ذکر واضح طور پہ دال ہے کہ یہاں رفعت سے مراد رفعتِ مطلقہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحب رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقام رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ لفظ لک (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعت ذکر اس طور پہ ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و سہیم نہ ہو تاکہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے ۔

آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں

بعض مفسرین نے لفظ لک کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رفعت، رتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں ۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ورفعنالک ذکرک کے تحت لکھتے ہیں ۔

" لک اس لیے بڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رتبہ آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السلام دھتکار دیں

اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے "۔
(شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، ۲۸۰)

رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالےٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرمادیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔ ہم ان میں بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوگا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبریل فقال ان ربی و ربک یقول کیف رفعت ذکرک قال اللہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی
(ابن کثیر، ۴: ۵۲۴)

میرے پاس جبریل امین آئے اور آکر کہا کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتائیے میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ نے فرمایا (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رفعتِ ذکر یہ ہے کہ) جب بھی میرا ذکر ہوگا۔ آپ کا بھی ہوگا۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا اذکر الا ذکرت معی
(ایضاً)

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا۔

اے محبوب! تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا

حضرت ابو العباس احمد بن محمد ابنِ عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رفعتِ ذکر آپ کو عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے:

جعلت تمام الایمان بذکری معك۔ (الشفاء ۱:۲۴)	میرا ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔

یعنی اگر کوئی شخص ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ اس کے محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لا یصح ولا یعتد بہ شرعاً مالم یتلفظ بکلمتیہ اقرار حقیۃ بوحدانیتہ تعالیٰ وحقیۃ رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	کہ واقعۃً جب تک کوئی آدمی دونوں باتوں توحیدِ باری اور رسالتِ محمدی کو نہ مانے اس کے ایمان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

(شرح الشفاء ، ۱:۴۶)

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں

حضرت ابنِ عطاء ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے

جعلتك ذكراً من ذكری فمن ذكرك ذكرنی (الشفاء ۱:۲۴)	میں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا

حضرت ملا علی قاری رفعتِ ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لا یبعد ان یقال المراد برفع ذکرہ انہ جعل ذکرہ ذکرہ کما جعل طاعتہ طاعتہ ۔

رفعتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے جس طرح آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے ۔

یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :

ولا مقام فوق ھذا فی امرتبہ (شرح الشفا ۱ : ۲۴)

اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام نہیں ہو سکتا ۔

جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دیدیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعۃً اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا ۔

الشفاء کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تصریح کرتے ہیں :

کان ذکرک عین ذکری

آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے

کائنات کے ہر ذرّے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرّے ذرّے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرما دیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری ربوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے ۔ اگر میں رب العلمین ہوں تو اس کو میں نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے ۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کرنے والا میں ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے ۔ کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام

شے پر نہیں لکھا جاتا۔

یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ

رفعت ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرمادیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے۔ درمیان میں واؤ عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے۔ جس کا تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب کے ناموں کے درمیان واؤ آجائے۔ یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب مصری وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رفعناه في الملاء الاعلى	ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا
ورفعناه في الارض	اسی طرح زمین میں اور اس تمام روئے
ورفعناه في هذه الوجود	کائنات میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم
جميعا رفعناه فجعلنا اسمك	گرامی کو اپنے ساتھ اس طرح پیوست
مقرونا باسم الله كلما	کر دیا ہے کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی
تحركت به الشفاه	لے گا آپ کا بھی لے گا۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی بھی رفعتِ ذکر کا ایک نظارہ ہے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمدؐ کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔

یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی۔ وہاں انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنے والا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

للاٰخرۃ ای الحالۃ الاٰخرۃ خیر	آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر
لک من الاولیٰ نهایۃ امرك	اور آپؐ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں
خیر من بدایۃ یعنی	بہتر یعنی آپؐ کے مراتب رفیعہ میں ہمیشہ
لا تزال تتصاعد فی الرفعۃ	ترقی ہوتی رہے گی۔
والکمال (المظہری ۱۰: ۲۸۳)	

ہمیشہ سے امت مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے۔ یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

املاء العالم من اتباعك	یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے
کلهم یثنون علیك ویصلون	بھر جائے گی جو تمام کے تمام آپؐ کی
علیك ویحفظون سنتك	تعریف اور آپؐ کی بارگاہِ اقدس میں

فالقراء یحفظون الفاظ منشورك والمفسرون یفسرون معانی فرقانك و الوعاظ یبلغون وعظك بل العلماء والسلاطین یصلون الی خدمتك ویسلمون من وراء الباب علیك ویمسحون وجوههم بتراب روضتك ویرجون شفاعتك فشرفك باق الی یوم القیامة۔

(تفسیر کبیر، ۳۲ : ۵،۶)

درود وسلام عرض کرتے رہیں گے اور آپ کی سنتِ مبارکہ کے محافظ ہوں گے۔ قرا آپ کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین معانی قرآن واضح کریں گے۔ مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے۔ بلکہ تمام علماء وسلاطین آپ کی بارگاہِ عالیہ میں درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے۔ اور آپ کے روضۂ مبارک کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے۔ اور آپ کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے اسی طرح آپ کا شرف تاقیامت باقی رہے گا۔

اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

۷۶۔ دل سمجھ سے وَراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وَحدت پہ لاکھوں سلام

وراء۔ بالاتر، غنچہ۔ شگوفہ، رازِ وحدت۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز کا مرکز

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ انور کی عظمت اور اس کے اسرار و رموزِ الٰہیہ کا مرکز ہونے کا بیان ہے۔

قلبِ انور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ انور اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات و انوارات اور علوم و معارف کا مرکز ہے۔ سب سے اعلیٰ وحی کے نزول کا محل اور مہبط و مرکز یہی قلب بنا۔ تمام کائنات کے دلوں سے بہتر، پاکیزہ، نرم و رقیق، وسیع و قوی اور تقویٰ و نظافت کا سرچشمہ آپ ہی کا قلبِ انور ہے۔ یہ دل صرف حالتِ بیداری میں نہیں بلکہ حالتِ نیند میں بھی بیدار رہتا ہے۔ تمام کائنات اسی کے انوار و کمالات سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

محلِ راز

اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اپنے راز و نیاز اور اخلاص کا محل بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنے لیے منتخب فرما لیتا ہے۔ سب سے اولین دل جو اللہ کے خصوصی راز و دل کا محل و مرکز بنا وہ حضور علیہ السلام کا قلبِ انور ہی تھا۔

امام قسطلانی رقمطراز ہیں:

اول قلب اودعہ الیہ قلب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ اول خلق۔

(المواہب مع زرقانی، ۴: ۲۱۸)

سب سے پہلا دل جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کا مرکز بنایا وہ قلبِ مصطفوی ہے۔ کیونکہ آپ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی۔

قلبِ انور اور وسعتِ علمی

آپ کا قلبِ انور اسرارِ الٰہیہ کا خزانہ ہوتے کے ساتھ ساتھ علوم و معارف کا ایک بحرِ بے کنار ہے ۔ اولین و آخرین کے علوم آپ کے سامنے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے ۔ اور آپ کو عطا شدہ علوم کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ۔

۱۔ حافظ ابوبکر بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی تو جنت کے خازن رضوان نے حاضر ہو کر آپ کے کان میں یہ کلمات کہے :

ابشر یا محمد مابقی بنبی	اے اللہ کے حبیب آپ کو مبارک ہو جو
علم الا وقد اعطیتہ فانت	علوم اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو عطا نہیں
اکثرھم علما و اشجعھم قلبا۔	کیے وہ تمام آپ کو عطا فرمائے ہیں پس
(سیدنا محمد رسول ، ۹۰)	آپ علوم کے لحاظ سے تمام انبیاء میں
	زیادہ اور قلب کے لحاظ سے سب سے
	زیادہ بہادر ہیں ۔

دستِ قدرت کا فیض

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کریم کو نہایت ہی خوبصورت اور من بھاتی صورت میں دیکھا تو رب کریم نے مجھ سے پوچھا اے محمد ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑ رہے ہیں ؟ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ ہی بہتر جانتے ہیں اس کے بعد

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی السموات وما فی الارض وتلا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔

اللہ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی اس کے بعد میں نے ہر اس شے کو جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے تمام ملکوت دکھائے اور تاکہ وہ ایقان والوں میں ہو جائیں۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فتجلی لی کل شئ وعرفت۔

پس کائنات کی ہر شے مجھ پہ روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

روایت طبرانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فعلمنی کل شئ

پس اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر شے کا علم عطا فرمایا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ص ۱۰۴)

حضرت ملا علی قاریؒ نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے تمام کائنات کا علم مراد ہے خواہ وہ آسمان کے اندر یا اوپر ہے یا زمین کے اوپر یا اس کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے تمام ملک بطور مکاشفہ دکھائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے غیوب کے دروازے کھول دیے۔

یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے خلق سے لیکر انتہائے

خلق تک صحابہ کے سامنے بیان فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں

فاخبرنا عن بدء الخلق	آپ نے ہمیں ابتدائے خلق سے
حتی اهل الجنة منازلهم	لے کر جنتیوں کے مقامات اور
واهل النار منازلهم	اہل دوزخ کے ٹھکانوں تک بتایا۔
حفظ ذٰلك من حفظه و	بعض کو یاد رہا بعض نے بھلا دیا۔
نسيه من نسيه۔	(البخاری، کتاب بدء الخلق)

حتیٰ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لقد تركنا رسول الله صلى	آپ نے ہم سے اس حال میں جدائی
الله عليه وسلم وما يحرك	فرمائی کہ اگر کوئی پرندہ اپنے پروں
طائر جناحيه الا ذكرلنا منه	کو حرکت دیتا تو اس کا بھی علم آپ نے
علماً۔ (مسند احمد، طبرانی)	ہمیں عطا فرمایا تھا۔

قلب انور کی آنکھیں اور کان

امام ابونعیم نے یونس بن میسرہ سے نقل کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں سونے کی پلیٹ تھی۔ اس نے میرے سینے کو چاک کیا۔ اس میں سے کچھ نکال اور کچھ رکھ کر کہا۔

قلب وكيع لعي ما وضع فيه	یہ ایسا قلب اقدس ہے اس میں جو
عينان بصيرتان واذنان	کچھ فیضان کیا جاتا ہے۔ یہ محفوظ
تسمعان۔	کرلیتا ہے۔ اس میں دیکھنے والی

دو آنکھیں اور سننے والے دو کان ہیں

اے جانہیں ہے بولن دی

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ امام لغت حضرت اصمعیؒ سے ایک شخص نے پوچھا حضور علیہ السلام کے فرمان " انہ لیغان علی قلبی (میرے دل پر بعض اوقات بوجھ آتا ہے) سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا:

اگر از غیر قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیں اور پرسیدید بگفتم آنچہ میدانستم اما ایں جا دم نتوانم زد کہ حقیقت آنرا جز علام الغیوب کس نداند۔
(مدارج النبوۃ ، ۱ : ۱۹)

اگر حضور کے علاوہ کسی کے قلب اور اس کے بوجھ کے بارے میں سوال ہوتا تو اس پر گفتگو کرتا مگر یہاں میں دم نہیں مار سکتا کیونکہ آپ کے قلب انور کے معاملہ کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔

۷۷۔ کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ملک ۔ ملکیت ، شکم ۔ پیٹ ، قناعت ۔ تھوڑی چیز پہ راضی ہونا ۔
آپ کی شان مالکیت ، سادگی اور کفایت شعاری کا تذکرہ نہایت ہی احسن پیرائے میں کیا ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسالتماب

صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہِ صفا پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جبریل قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے محمد کے گھر والے اس حال میں شام کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ ابھی آپ نے گفتگو ختم نہیں فرمائی تھی کہ آسمان کیطرف سے ایک سخت خوفناک قسم کی آواز آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل کہیں قیامت کے قیام کا حکم تو نہیں۔ جبریل نے عرض کیا: یارسول اللہ نہیں بلکہ اسرافیل کو آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ نے جبریل کے ساتھ ابھی جو گفتگو کی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے سنا ہے

فبعثنی الیک بمفاتیح خزائن	مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی
الارض وامرنی ان اعرض	چابیاں آپ کے حوالے کرنے کے لیے
علیک ان شئت ان اسیر	بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی
معک جبال تہامۃ زمردًا	خدمت میں پیش کش کروں کہ اگر آپ
ویاقوتًا وذھبًا وفضۃً	چاہیں تو سرزمین عرب کے تمام پہاڑ زمرد
فعلت فان شئت نبیًا ملکًا	یاقوت اور سونے کے بن کر آپ کے
وان شئت نبیًا عبدًا	ساتھ چلیں، اگر آپ چاہیں تو آپ کو
فاومأ الیہ جبریل ان	نبوت کے ساتھ تمام دنیا کی تاجداری
تواضع ۔ فقال بل نبیًا	عطا کر دوں یا آپ نبی عبد بننا پسند
عبدًا ثلاثًا ۔	کرتے ہیں جبریل امین نے تواضع کیطرف
(الانوار المحمدیہ، ۲۴۳ الطبرانی)	اشارہ کیا تو آپ نے تین دفعہ فرمایا میں
	نبی عبد بننا پسند کرتا ہوں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو شئت لسارت معی جبال الذھب۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

فو اللہ لو شئت لاجری اللہ معی جبال الذھب والفضۃ (الترغیب ۵؍ ۱۶۲)

اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ کر دے۔

جَو کی روٹی غذا

آپ کے کھانے میں ہماری طرح تکلفات نہیں بلکہ جو چیز مل جاتی اسے بڑی ہی خوشی کے ساتھ استعمال میں لے آتے۔ اکثر آپؐ کے کھانے میں جَو کی روٹی ہوتی وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما آپؐ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

کان اکثرھم خبزھم خبز الشعیر۔ (الترمذی، کتاب الزہد)

آپ کے گھر والوں کا کھانا اکثر جَو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

شکم کی قناعت

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حیات مبارکہ کبھی بھی مسلسل دو دن جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

کھانا جو کھاتا جَو کی روٹی اَن چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

میں آپ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی اور اپنا ہاتھ مبارک پیٹ پر

پھیر کر کہتی کہ یہ فاقے کی وجہ سے کتنا دب گیا ہے۔

ایک دن میں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کیا:

نفسی لک الفداء تبلغت من الدنیا بما یقوتک۔

میں قربان جاؤں آقا اس دنیا میں سے اتنا تو قبول فرما لیجئے جو جسمانی قوت کے قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا:

یا عائشۃ مالی وللدنیا اخوانی من اولی العزم من رسل صبروا علی ما ھو اشد من ھذا۔

عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولو العزم رسول تو اس سے سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔

(الشفا، ۱: ۱۸۴)

مالکِ دین و دنیا ہو کر، دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

۷۸۔ جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

عزم، پختہ ارادہ۔ شفاعت، گناہ گاروں کی سفارش۔

پچھلے شعر میں آپ کے شکمِ انور کا ذکر تھا۔ اب آپ کی مبارک کمر کا بیان ہے۔ آپ کی کمر انور نہایت ہی حسن و جمال کا مرقع، اعتدال کے ساتھ باریک اور چاندی کی طرح سفید تھی۔ "کھنچ کر بندھی" سے مراد کسی کام کا عزم مصمم ہوتا ہے کیونکہ عام دستور ہے جب انسان کسی معاملے میں انتھک کوشش کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنی کمر باندھ لیتا ہے۔

جس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے آقا کی عبادت کے بارے میں   ہیں ، جب یہ آخری عشرہ آجاتا تو

احیا اللیل و ایقظ اھلہ وشد المئزر (ھکذا اصام رسول اللہ ۱۲۹)

آپ تمام رات شب بیداری فرماتے گھر والوں کو بیدار رکھتے اور اپنا تہبند کس کر باندھ لیتے۔

عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی شفاعت کا جو بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا اگر ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہ ہوں گا۔ باقی عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر کسی طرح بندھی اس پر بعض احادیث کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہاں ہم اس حدیث کا آخری حصہ بیان کر رہے ہیں جس کا ابتدائی حصہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شعر ۴۱ کے تحت گذر چکا ہے۔

فرمایا: میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا "یارب امتی امتی" حکم ہوگا آپ جائیں اور ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لیں جس کے دل میں ایک جَو کے برابر ایمان ہے۔ میں ایسے لوگوں کو نکال کر پھر بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر آواز آئے گی اے محمد سر اٹھاؤ

قل یسمع لک وسل تعط واشفع تشفع۔

کہو سنا جائے گا، مانگو عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

حکم ہوگا جاؤ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے۔ میں نکال کر واپس آؤں گا پھر سہ بارہ سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا حبیب سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا۔ میں عرض کروں گا "یارب امتی امتی"

حکم ہوگا جاؤ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس کے دل میں رائی سے کم اور کم از کم ایمان ہے۔ میں جا کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا۔

وہ وفد وہاں سے فارغ ہو کر حضرت حسن بصری کے پاس گیا اور حدیثِ شفاعت کے بارے میں بیان کیا تو انہوں نے فرمایا حضرت انس نے بیس سال پہلے مجھے یہ حدیث سنائی تھی اور اس میں یہ اضافہ بھی تھا شاید وہ بھول گئے یا اس لیے بیان نہیں کیا تاکہ تم عمل چھوڑ نہ دو۔ وفد نے انہیں بقیہ حصہ سنانے کو کہا تو انہوں نے بتایا کہ سرورِ عالم نے فرمایا میں چوتھی دفعہ پھر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا مانگو عطا کیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی اس پر میں عرض کروں گا

یا رب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ	اے میرے رب کریم مجھے ہر کلمہ گو کے بارے میں اجازت مرحمت فرما دے۔

رب کریم ارشاد فرمائے گا:

وعزتی وجلالی وکبریائی وعظمتی لاخرجن منها من قال لا الٰہ الا اللہ۔	مجھے میری عزت، جلال، کبریائی اور عظمت کی قسم میں ہر اس شخص کو آگ سے نکال دوں گا جو پڑھنے والا ہے لا الٰہ الا اللہ رسول اللہ۔

(البخاری، باب کلام الرب)

۷۹۔ انبیاء تہ کریں زانو اُن کے حُضور
زانوؤں کی وَجاہت پہ لاکھوں سلام

تہ کرنا، استفادہ کرنا۔ حضور، بارگاہ۔ وجاہت، مقام و مرتبہ۔

اس شعر میں آپ کے مبارک گھٹنوں اور زانوؤں کے مقام و عظمت کا اظہار ہے۔

انبیاء تہ کریں زانوان کے حضورؐ

سلام کے ابتدائی اشعار کی تشریح میں گذر چکا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سربراہ اور تاجدار ہیں۔ یہاں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس طرح باقی تمام مخلوق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر رہی ہے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام بھی آپ کی بارگاہ سے ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

اوتیت علم الاولین والاخرین	مجھے اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم کا جامع بنایا ہے۔

اس ارشادِ نبوی سے استدلال کرتے ہوئے شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں:

لیس لاحد من الخلق علم ینالہ فی الدنیا و الاخرۃ الا وھو من باطنیۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سواء الانبیاء والعلماء المتقدمون علی زمن بعثتہ والمتاخرون عنھا (حجۃ اللہ علی العالمین ۵۰)	مخلوقِ خدا کو دنیا و آخرت میں علم سے جو حصہ ملا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض ہے۔ خواہ وہ اس دنیا میں تشریف لانے والے سابقہ انبیاء و علماء یا آئندہ آنے والے علماء ہیں۔

معلم و مربیِ اول

اس کائناتِ ہست و بود میں سب سے پہلے معلم، استاد اور مربی آپ ہی کی ذات ہے۔ قرآن و سنت کی متعدد نصوص و تصریحات اس پر شاہدِ عادل ہیں۔

سورۂ احزاب میں میثاق انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ	اور اے حبیب یاد کیجئے جب ہم نے
مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ	انبیاء سے عہد لیا تم سے اور نوح ،
نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى	ابراہیم ، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم
وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا	سے اور ہم نے ان سے سخت عہد
مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا لِّيَسْـَٔلَ	لیا تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا
الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَ	سوال کرے اور اس نے کافروں
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا	کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا
(الاحزاب ، ۷ - ۸)	ہے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے مقدم ہوں اور مبعوث ہونے میں ، آخری ہوں ۔

فبدأ به قبلهم	اسی لیے میثاق میں آپ کا ذکر تمام انبیاء سے پہلے ہوا ۔

اس کی تفصیل قاری محمد طیب دیوبندی کی زبانی سنیئے !

"چنانچہ عہدِ اَلَست میں کہ ساری نوعِ بشری سے سوال کیا گیا کہ اَلَستُ بِربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ تو سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے سب سے پہلے جس نے بلیٰ کہہ کر اقرارِ ربوبیت کیا وہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہی کی ذات بابرکات تھی ۔ جن کی صدائے حق سن کر سب نے بلیٰ کی آوازیں لگائیں کہ کیوں نہیں بے شک آپ ہمارے رب ہیں جس سے واضح ہے کہ آغازِ بشریت کے وقت حضور ہی عالم بشریت کے معلم اوّل اور اس کی معرفت

ربوبیت کے مربی تھے۔ بالفاظِ دیگر آپ ہی کی عملی رہنمائی سے سارے اولین و آخرین کی ایما پر استعدادیں کھل سکیں اور بروئے کار آگئیں جن میں انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ پس یہ آپ کی پہلی تربیت اور بہ عنوان مختصر آپ کی شانِ قیادت و سیادت ہے جو تعلیم و تربیت کے دائرے میں کھلی اور آپ کی شانِ خاتمیت کا پہلا ظہور رہا۔ ورنہ اگر محض نبوت کا اثر ہوتا تو سارے انبیاء اک دم بلیٰ کے کلمہ سے بول اٹھتے اور آپ کے کلمہ کا انتظار نہ کرتے۔ لیکن سب کا سکوت اور آپ کا نطق آپ کے معلم اوّل اور مربی اول کی کھلی دلیل ہے جو محض نبوت کا اثر نہیں بلکہ ختم نبوت کا اثر ہے۔ یہ اثر پھر عہدِ الست تک ہی محدود نہیں بلکہ عالم دنیا پھر عالم برزخ پھر عالم حشر و نشر اور پھر عالم جنت تک خاتمیت کی یہ شان مختلف پیرایوں میں نمایاں کی جاتی رہی تاکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فضیلت و سیادت کھل کھل کر انبیاء و امم کے سامنے آتی رہے۔ (آفتاب نبوت ، ۸۲)

۸۰۔ ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

ساق۔ پنڈلی ، اصل۔ جڑ ، نخل۔ کھجور کا درخت ، شمع۔ چراغ ، راہِ اصابت۔ منزل تک پہنچنے والا راستہ۔

جو احادیث میں آئے ہیں۔ حدیث کے الفاظ "کا نھا جمارۃ نخلٍ" کا ترجمہ اعلیٰحضرت نے "شاخِ نخلِ کرم" کیا ہی خوب کیا ہے۔

مبارک پنڈلیاں

آپ کی پنڈلیاں پُر گوشت نہ تھیں بلکہ نرم، باریک، نہایت ہی چمکدار اور خوبصورت تھیں۔ جن جن صحابہ نے مبارک پنڈلیاں دیکھیں وہ جب بھی تذکرہ کرتے تو انہیں ان کی چمک دمک یاد آجاتی اور وہ پکار اٹھتے کہ میں آج بھی اس چمک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

پنڈلیاں باریک تھیں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک پنڈلیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان فی ساقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حموشة۔	آپ کی مبارک دونوں پنڈلیاں ضخیم نہیں بلکہ موزونیت کے ساتھ پتلی تھیں۔

(الترمذی، کتاب المناقب)

حافظ ابن کثیر حموشة کا معنی کرتے ہیں:

لم یکونا ضخیمین	آپ کی پنڈلیاں ضخیم نہ تھیں۔

کھجور کے تازہ خوشے کی طرح

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہجرت کی رات جب حضور کا پیچھا کرتے ہوئے آپ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار ہیں۔ آپ کی مبارک پنڈلی سے کپڑا ہٹا تو میں نے پنڈلی کی زیارت کی۔ یوں محسوس ہوا جیسے کھجور کا تازہ خوشہ ابھی اپنے پردے اور شگوفے سے باہر آیا ہے۔

روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اتیت رسول اللہ فلما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی ناقۃ جعلت انظر الی ساقہ کانھا جمارۃ نخل۔ (شمائل رسول، ۱۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ کی پنڈلیاں یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردے سے باہر نکل آیا ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ خوشہ کے ساتھ سفیدی اور چمک میں ہے۔

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

پنڈلیوں کی چمک دمک

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابطح کے مقام پر دوپہر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خیمہ سے نکل کر اذان دی۔ پھر دوبارہ خیمہ میں جا کر واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی تھا۔

فوقف الناس علیہ یاخذون منہ۔

اطلاع ہوتے ہی غلام آگئے اور ان سے برکت کیلئے پانی لینا شروع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت بلال دوبارہ خیمے میں گئے اور باہر آئے تو ان کے ہاتھوں میں نیزہ تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کیلئے باہر تشریف لائے اس موقع پر مجھے آپ کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت کا شرف ملا اور ان کا حسن و

جمال آج بھی میرے دماغ میں راسخ ہے۔

کانی انظر الی وبیض ساقیہ	میں آج بھی ان مبارک پنڈلیوں
(البخاری، کتاب المناقب)	کی چمک کا مشاہدہ کر رہا ہوں

۸۱۔ کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم

اس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

کھائی۔ اٹھائی، خاک گزر۔ گزرگاہ، کف۔ تلوے، پا۔ پاؤں، حرمت۔ عظمت و عزت۔

سابقہ شعر میں پنڈلی کا ذکر تھا۔ اب آپ کے قدمین شریفین اور ان کی عظمت و مقام کا بیان ہے۔

قدم مبارک

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک نرم، پُر گوشت تھے، ان کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ ان کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ قدم اس طرح ہموار کہ پانی ان سے فی الفور ڈھل جاتا۔ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔

پُر گوشت تھے

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ	آپ کے دونوں پاؤں مقدس

تعالیٰ علیہ وسلم شثن القدمین پُر گوشت تھے۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ)

مرقع حسن بےمثال

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدمین کی خوبصورتی بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم احسن البشر قدمًا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے مبارک تمام انسانوں سے خوبصورت تھے

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے مبارک قدم پُر گوشت اور تناسب کے ساتھ بھاری تھے۔

لم ار بعدہ شبیہًا بہ۔ میں نے اتنے خوبصورت پاؤں آپ کے بعد کسی کے نہیں دیکھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱: ۲۴۴)

قرآن اور خاکِ پا کی قسم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے پیارے حبیب کے زمانے، گفتگو، چہرہ، زلف اور زندگی کی قسم کھائی ہے وہاں اس نے آپ کی خاکِ گذر کی بھی قسم کھائی ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جس میں آپ رونق افروز ہیں۔

کسی شہر کی قسم کھانے سے خاکِ پا ہی مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ شہر سے مراد وہی سرزمین ہے

جو اس شخصیت کے قدموں سے مَس کر رہی ہوتی ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول منقول ہے وہ نہایت ہی قابلِ توجہ ہے اور اہل ایمان و محبت کے دل کی ٹھنڈک ہے۔ آپ اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں:

بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ قد بلغت من الفضیلۃ عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بھذا البلد

(نسیم الریاض، ۱: ۱۹۶)

یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا کتنا عظیم مرتبہ ہے کہ اس نے آپ کے قدموں کی خاک کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: لا اقسم بھذا البلد۔

المواہب اللدنیہ میں روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے عرض کیا۔ میرے آقا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوا۔

لقد بلغ من فضیلتک عند اللّٰہ ان اقسم بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بھذا البلد۔

(المواہب اللدنیہ للقسطلانی)

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی۔ باقی انبیاء کی حیات کی نہیں اور اس کی ہاں یہ فضیلت کی انتہا ہے کہ اس نے آپ کے قدموں سے مَس ہونے والی مٹی کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پہلے یہ بیان کر کے کہ اس آیت میں آپ کی خاک پا کی قسم اٹھائی گئی ہے لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ معاملہ نہایت ہی سخت و عجیب ہے کہ اللہ رب

العزت آپ کی خاکِ پا کی قسم اٹھائے لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو معاملہ بڑا واضح ہے۔

وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے کہ غیر ذات و صفات بود برائے اظہارِ شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امر عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است بوی تعالیٰ۔ (مدارج النبوۃ ۱: ۶۵)

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی بات کی قسم کھانا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ شی اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس شی کی فضیلت و عظمت کو واضح کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو علم ہو کہ اس شے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سہانی ۔ خوبصورت ، طیبہ شہر مدینہ کا نام ، دل افروز ۔ دل زندہ کرنیوالی

ساعت ۔ وقت ، گھڑی

اس شعر میں اس ساعت مبارکہ کا ذکر ہے جس میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔

طیبہ شہرِ مدینہ کا نام ہے

شہرِ مدینہ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام طیبہ (پاکیزہ) ہے۔ سابقہ نام اگرچہ یثرب

تھا مگر حضور علیہ السلام کے ہجرت کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا نام تبدیل فرمادیا ۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ .	اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

"طابہ" اور "طیبہ" کا ایک ہی معنی ہے ۔

یثرب کہنا منع ہے

اس کے بعد اسے یثرب کہنے سے منع کر دیا گیا۔ مسند احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من سمّی المدینۃ بیثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ	جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام سے پکارا اسے چاہیئے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے کیونکہ یہ تو طابہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من قال یثرب فکفارتہ ان یقول المدینۃ عشر	جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام سے پکارا اس کے لئے کفارہ یہ ہے کہ مدینہ دس مرتبہ کہے۔

(الفضائل المحمدیہ، ۹۳)

طیبہ کہنے کی وجہ

امام نورالدین سمہودی مدینہ پاک کے نام طیبہ کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما من الطیب لطیب	یہ لفظ طیب (خوشبو) سے مشتق

امورها كلها و طيب رائحتها و وجود ريح الطيب بها۔ — ہے اس شہر کے تمام ذرات اور اسکی آب و ہوا میں مہک کیوجہ سے اس کا نام طیبہ رکھ دیا گیا ہے۔

۸۔ امام محمد بن یوسف الصالحیؒ بیان کرتے ہیں۔

ان من اقام بها يجد من تربتها وحيطانها رائحة طيبة لا تكاد توجد في غيرها۔ — مدینہ میں اقامت پذیر لوگ مدینہ کی مبارک خاک اور دیواروں سے ایسی مہک محسوس کرتے ہیں جو کسی اور خوشبو میں نہیں ہوسکتی۔

ابتک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

آپ جن راستوں سے گزر جاتے وہ آپؐ کے جسم اطہر کی خوشبو سے مہک اٹھتے تھے۔ آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ طیبہ کی سرزمین اور آب و ہوا اسی راحت جان خوشبو سے معطر ہے اور اب بھی مدینہ منورہ کے سبزہ زار اور در و دیوار سے ایسی دلآویز مہک اٹھتی محسوس ہوتی ہے جو عاشقانِ رسولﷺ کے مشام دل و جاں کے لیے کیف و سرور کا سامان ہے۔

۱۔ علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

ومن خصائص المدينة انها طيبة الريح وللعطر فيها افضل رائحة لا توجد في غيرها۔ — مدینہ پاک کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اسکی آب و ہوا خوشبودار ہے اور وہاں کے عطر میں ایسی مہک ہوتی ہے جو اس کے علاوہ کہیں اور نہیں۔

۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

بدانکہ ہنوز از در و دیوارِ مدینہ طیبہ ارواح
فایحست کہ محبان بشامہ محبت آنرا می
دریابند و شاید کہ استشمام شمہ ازیں شامہ
ذوق بعضی از جویائے مشتاق نیز
رسیدہ باشد۔

اب بھی مدینہ کے در و دیوار خوشبوؤں
سے رچے بسے ہوئے ہیں اور اہلِ محبت
اپنے شامۂ محبت کے ذریعے ان سے
لطف اندوز ہوتے ہیں۔

کوچے کوچے میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستان ہے ہر ایک گوشہ کنعانِ عرب

"طیبہ کا چاند" سے مراد سرورِ عالم کی ذات ہے۔ اس کی تفصیل شعر ۵۱ کے تحت گزر چکی ہے کہ صحابہ اکثر طور پر آپ کے چہرۂ اقدس کو چاند سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔

ولادت کی گھڑی

آپ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بوقتِ طلوعِ فجر، پاکستانی وقت کے مطابق چار بج کر بیس منٹ پر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ شمسی حساب سے ۲۱ اپریل اور دیسی حساب سے یکم جیٹھ کی سہانی اور مبارک صبح تھی۔ اس دن جیسی صبح نہ کبھی پہلے ہوئی اور نہ قیامت تک ہوگی کیونکہ یہی وہ گھڑی ہے جس کے صدقہ سے تمام کائنات کو نور اور روشنی نصیب ہوئی اور ابتدائے آفرینش سے ہر کوئی اس مقدس گھڑی کے انتظار میں تھا۔

وقتِ ولادت عجائبات کا ظہور

آپ کی ولادتِ مبارکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرتوں کا اظہار فرمایا تاکہ لوگوں کو سید الانبیاء کی تشریف آوری کا علم ہو۔ ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

نور ہی نور: آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہادیٔ کونین کی میرے ہاں تشریف آوری ہوئی

خرج معہ نور اضاء له	تو مشرق تا مغرب نور پھیل گیا، اس
ما بین المشرق الی المغرب و	کی ضیا پاشیوں سے سرزمین شام کے
اضاء لی بہ قصور الشام۔	محلات میری نظروں کے سامنے روشن
(طبقات ابن سعد ، ۱ : ۱۰۲)	اور واضح ہو گئے۔

ستاروں سے چراغاں: خالق کائنات نے اپنے حبیب کی آمد پر جہاں مشرق و مغرب میں نور ہی نور برسایا وہاں آپ کی جائے ولادت پر ستاروں سے چراغاں فرمایا۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ولادت کے وقت آپ کے گھر تھی۔

رأیت البیت حین وضع قد	میں نے دیکھا تمام گھر نور سے معمور ہو گیا
امتلأ نورا رأیت النجوم تدنو	اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے
حتی ظننت ستقع علی	کہ میں محسوس کرنے لگی کہیں مجھ پر گر نہ
(سیرت حلبیہ ، ۱ : ۹۴)	پڑیں۔

پرچم لہرانے لگے: آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں آپ کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کے سامنے سے حجابات اٹھا دیئے۔ میں نے تمام روئے زمین کو مشرق تا مغرب دیکھا نیز

و رأیت ثلاثہ اعلام مضروبات	میں نے تین جھنڈے دیکھے۔ ان میں
علماً بالمشرق و علماً بالمغرب	سے ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا
و علماً علی ظھر الکعبہ۔	خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑا گیا تھا۔

(الانوار المحمدیہ ، ۳۲)

دل افروز ساعت

اس وقت کی برکات وعظمت کی طرف اشارہ ہے کہ یہی وہ گھڑی ہے جس کی برکات سے مردہ دل دوبارہ زندہ ہو گئے۔ محدثین ومفسرین نے تصریح کی ہے کہ وہ رات جس کے ایک حصہ میں آپ کی تشریف آوری ہوئی وہ لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس کی متعدد وجوہ بیان کی گئیں، ان میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ لیلۃ المیلاد میں آپ کی تشریف آوری ہوئی اور لیلۃ القدر آپ کو عطا کی گئی ہے۔ جس رات کے وسیلے سے یہ عطا ہوئی وہ رات اس سے افضل ہوگی۔

۲۔ لیلۃ القدر کو اس لیے فضیلت ہے کہ اس میں خصوصی ملائکہ کا زمین پر نزول ہوتا ہے اور جس رات میں حضور رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری ہوئی وہ لیلۃ القدر سے کیونکر افضل نہ ہوگی کیونکہ آپ کی تشریف آوری سب سے بڑھ کر رحمت ہے۔

۳۔ لیلۃ القدر کی فضیلت صرف امتِ محمدیہ کو نصیب ہوئی مگر آپ کے وجودِ مسعود کی فضیلت موجودات کی ہر شے کو نصیب ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

(ذخائر المحمدیہ، ۲۶)

یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ اس دن کو بطورِ عید مناتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علمائے امت کی یہ رائے ہے کہ جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس رات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اطہر سیدۂ کائنات حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔ امام احمد بن حنبل ارشاد فرماتے ہیں۔

ان لیلۃ الجمعۃ افضل من	جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل
لیلۃ القدر لانہ فی لیلتھا	ہے کیونکہ اسی میں ذات اقدس کا

حل النور الباھر الشریف فی البطن المکرمۃ آمنہ۔ — نور اپنی والدہ سیدہ آمنہ کے بطن اطہر میں جلوہ افروز ہوا۔

(مولد خیر خلق اللہ : ۱۵۸)

جس رات آپ کا نور رحم مادر میں منتقل ہوا جب وہ لیلۃ القدر سے افضل ہے تو آپ کی ولادت کی رات اس سے بطریق اولیٰ افضل ہوگی۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جمعہ کے دن کی وجہِ فضیلت احادیث میں یہ بیان ہوئی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی وہ دن سید الایام (دنوں کا سردار) بن گیا تو جس رات سید الانبیاء کی ولادت ہوئی وہ تمام راتوں کی سردار کیوں نہ ہوگی۔

اسی بات کو امام اہل محبت نے ان الفاظ میں بیان کیا:

دوشنبہ مصطفیٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمل کو

۸۳۔ پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

روزِ ازل۔ وہ وقت جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے — یادگاری۔ یاد رکھنا

اس شعر میں ولادت کے وقت آپ کا سجدہ کرنا اور امت کی غم خواری کا ذکر ہے۔

وقتِ ولادت سجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ کی ولادتِ مبارکہ ہوئی

توآپ اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشتِ شہادت اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا شکر ادا کرنے لگے۔

فوضعت محمدًا فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد قد رفع اصبیعہ الی السماء کالمتضرع المبتھل۔ (انوار المحمدیہ ۴۲۰)

جب حضور کی میرے ہاں ولادت ہوئی تو میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے۔ دونوں شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور آپ پر تضرع و انکساری کی حالت طاری تھی۔

بعض روایات میں حالتِ سجدہ میں امت کے لیے بخشش کی دعا بھی منقول ہے۔

یادگاریٔ اُمّت

آپ امّت کے معاملے میں ہمیشہ مغموم و فکرمند رہتے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی بخشش و مغفرت کے لیے دعا کرتے۔

اے اللہ میری اُمّت، میری اُمّت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی جن میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ

پس جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی

رَّحِیۡم ۔ بیشک تو بخشش فرمانیوالا اور رحم فرمانیوالا ہے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے :

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخشش دے تو یقیناً غالب حکمت والا ہے ۔

ان دو دعاؤں کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی ۔

فرفع علیه السلام یدیه و قال اللهم امتی امتی وبکی ۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کرنے لگے اے اللہ میری امت میری امت ۔ اور رو پڑے ۔

اس پر رحمتِ باری جوش میں آگئی اور جبرئیل سے فرمایا :

"میرے محبوب کے پاس جا اور ان سے پوچھ کہ وہ کیوں رو رہے ہیں "۔

اس اثناء میں جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا :

یارسول اللہ آپ کیوں پریشان ہیں ؟ آپ نے فرمایا : مجھے امت کے بارے میں غم ہے ۔ اس پر رب کریم نے جبرئیل امین سے فرمایا :

یا جبریل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك ۔ اے جبرئیل آپ کے پاس جاؤ اور جاکر یہ خوش خبری سناؤ ۔ اے محبوب ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو خوش کریں گے پریشان نہیں کرینگے ۔

۸۴۔ زَرعِ شاداب و ہر ضَرعِ پُر شِیر سے
بَرکاتِ رضاعَت پہ لاکھوں سلام

۸۵۔ بھائیوں کے لیے تَرکِ پستاں کریں
دُودھ پیتوں کی نِصفَت پہ لاکھوں سلام

زَرع۔ کھیت شاداب۔ ہرابھرا ضَرع۔ پستان شِیر۔ دودھ
رَضاعت۔ شیرخوارگی ترک۔ چھوڑنا نصفت۔ انصاف کرنا

ولادت کے چند دن بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو اپنے ہاں بنی سعد کے قبیلے میں لے گئیں۔ وہاں اور راستے میں جن برکات کا ظہور رہا اس مقام پر ان کی طرف اشارہ ہے۔

کثرتِ دودھ

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری گود میں آپ کی جلوہ افروزی سے پہلے حال یہ تھا کہ میرے ایک پستان میں دودھ نہ تھا۔ اس لیے بچوں کو سیر ہوکر دودھ پینا نصیب نہ ہوتا۔ امام ہمدانی سبعیات میں حضرت حلیمہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

ان احد ثدیی کان لا یدر	میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا
اللبن منہ فلما وضعتہ	تھا۔ جب میں نے آپ کو دودھ پیش کیا
فی فم رسول اللہ صلی اللہ	تو آپ کی برکت سے اس سے بھی دودھ
تعالیٰ علیہ وسلم در اللبن	جاری ہوگیا۔

(انسان العیون ۱: ۱۴۷)

آپ کی برکت سے میرے دوسرے بچے کو بھی سیر ہو کر دودھ پینا نصیب ہوا۔ میرا خاوند جب اونٹنی کا دودھ دوہنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن پہلے سے کہیں زیادہ بھرے ہوئے ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم تمام نے سیر ہو کر پیا۔ اسی طرح بکریوں کے دودھ میں بھی اضافہ ہوگیا۔

علاقہ کی شادابی

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپ کو لے کر بنی سعد کے علاقہ میں پہنچیں تو وہ علاقہ جہاں قحط سالی کی وجہ سے گھاس تک نظر نہیں آتی تھی، آج اتنا سرسبز و شاداب ہو چکا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس شادابی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔

لا اعلم ارضا من اراضی اللہ اجدب منھا۔	اللہ کی وسیع زمین میں ہماری زمین سے بڑھ کر کوئی سرسبز نہیں۔

(انسان العیون ۱ : ۱۴۸)

راستوں کا سرسبز و شاداب ہونا

روایات میں آیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر جس راہ سے گزرتیں اگر وہ ویران ہوتی تو شاداب ہو جاتی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقل کرتے ہیں:

اذا مررت بہ علی واد یابس اخضر فی الوقت	جن راستوں سے وہ آپ کو لے کر گزریں وہ اسی وقت سرسبز و شاداب ہوتے گئے

(المظہری ۹ : ۵۲۸)

بعض اوقات آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے جب چراگاہ سے واپس آتے تو آپ کی رضاعی والدہ دیگر بچوں سے دریافت کرتیں۔

ان کے بیان کردہ تاثرات کی چند جھلکیاں تفسیر مظہری کے حوالے سے ملاحظہ ہوں:

۱۔ ان اخی الحجازی اذا وقف بقدمیہ علی الوادی یخضر لوقتہ۔	ہمارے حجازی بھائی کے جہاں جہاں قدم پڑتے ہیں وہاں سبزہ اگ آتا ہے۔
۲۔ اذا جاء الی البئر ونحن نسقی الاغنام لیعلوا الماء الی فم البئر۔	جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کے لیے کنوئیں پر لے جاتے ہیں تو ہمیں پانی نکالنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ پانی از خود اوپر آجاتا ہے۔
۳۔ اذا اقام فی الشمس ظلتہ الغمامہ۔	دھوپ کے وقت بادل ان پر سایہ کر لیتا ہے۔
۴۔ تاتی الوحوش الیہ وھو قائم فتقبلہ۔ (المظہری پ۱۵)	تمام جنگلی جانور آپ کے قدموں کو بوسہ دیتے ہیں۔

دوران شیر خواری آپ فقط اپنے حصہ کا دودھ پیتے۔ اگر آپ کی رضاعی والدہ دوسرا دودھ پیش کرتیں تو آپ اس سے دودھ نہ پیتے۔ آپ کی اس شان عدل کا تذکرہ اس شعر میں کیا گیا ہے۔

بھائیوں کے لیے ترکِ پستان

امام ابن سبعؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے بچپن کے احوال بیان کرتی ہوئی فرمایا کرتی تھیں۔

کنت اعطیہ صلی اللہ تعالی	میں آپ کو دایاں دودھ پیش کرتی

علیه وسلم الثدی فیشرب — تو آپ نوش فرماتے پھر بائیں جانب پر
منه ثم احوله الی الثدی — اور کرتی تو آپ دودھ پینے سے انکار
الایسر فیابی ان یشرب منه — فرما دیتے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد ۱: ۴۷۷)

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علماء امت نے تصریح کی ہے کہ یہ اعراض و انکار عدل و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کے لیے تھا۔

لانه علم ان له شریکا فی — آپ کو اس بات کا علم تھا کہ میرے ساتھ
الرضاعة — دودھ پینے میں دوسرا بھائی بھی شریک ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد ۱: ۴۷۷)

یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعراض فرما کر واضح کر دیا کہ میں کسی کا حق لینے کے لیے نہیں آیا بلکہ "دینے اور دلانے آیا ہوں"۔

آج ہمیں بھی اپنے اعمال پر نظر کرنی چاہیے کہیں ہم دوسروں کے حقوق پر ڈاکے تو نہیں ڈال رہے!

۸۶- مَہد والا کی قسمت پہ صد ہا درود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مہد۔ گود، پنگھوڑا، والا۔ بلند مرتبہ، قسمت۔ خوش بختی، برج۔ آسمان، ماہ۔ چاند، رسالت۔ پیغمبری۔

جس گود اور گہوارے میں آپ کا بچپن گزرا، ان کے بخت رسا اور خوش نصیبی پر سلام ہے۔ مہد سے مراد اگر گود ہے تو یہ آپ کی والدہ کی خدمت میں سلام ہے اور

اگر گہوارہ ہے تو آپ کے پنگوڑے پر سلام ہوگا۔ دونوں ہی قابل رشک ہیں۔

پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیتے

اس کائنات میں آپ ہی کی وہ عظیم ہستی ہے جس کے پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آپ کے خصائص شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان مھدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یتحرک بتحریک الملائکۃ۔ (المظہری ج۱) — آپ کے پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیا کرتے تھے۔

ستر ڈھانپنے والا نظر نہ آتا

یہی وجہ ہے، حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، بعض اوقات آپ کا پنگوڑے میں ستر ننگا ہوتا اور میں ڈھانپنے کے لیے اٹھتی تو مجھ سے پہلے ستر ڈھانپ دیا جاتا مگر ڈھانپنے والا نظر نہ آتا ـــــ وہ ملائکہ تھے جو آپ کو نظر نہ آتے تھے۔

انگلی اٹھاتے مہد میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ جب آپ بچپن میں جھولے میں تھے تو میں نے ایک ایسی بات دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے چچا محترم وہ کیا بات تھی؟ اسے بیان کیجئے۔ میں نے عرض کیا:

رأیتک فی المھد تناغی القمر و تشیر الیہ۔ — آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کی

باصبعك فحيث اشرت اليه مال۔ — انگلی جس طرف حرکت کرتی چاند اسی طرف جھک جاتا۔

اس پر آپ نے فرمایا: چچا!

كنت احدث ويحدثنى و يلهينى عن البكاء (انوار محمدیہ' ۴۶) — میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔

؎ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

۸۷۔ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن!
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

۸۸۔ اُٹھتے بوٹوں کے نشوونما پر درود
کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

پھبن۔ حسن وجمال بھاتی۔ من موہنی نشوونما۔ بڑھنا غنچے۔ کلیاں نکہت۔ مہک۔

امام اہل محبت اپنے پیارے آقا کے بچپن کی پھبن اور بڑھوتی پر جھوم اٹھتے ہیں کہ وہ مبارک صورت کیسی ہوگی جو خود خالق کی محبوب ہے۔

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

حضرت حارث بن عمرو السہمی رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں منیٰ کے

مقام پر اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو لوگ آپ کے اردگرد حلقہ بنائے حاضر تھے۔

میں نے دیکھا:

فتجیُ الاعراب فاذا راوُا وجهه قالوا هذا وجه مبارك	جو بھی کوئی دیہاتی آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہوتا وہ پکار اٹھتا کہ یہ چہرۂ اقدس انوارِ الٰہیہ کا مظہر اتم ہے۔

(ابوداؤد، ۱: ۲۲۲)

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

یہ تو اللہ کے نبی ہیں

حضرت ابو رمثہ التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا۔ لوگوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندہی کی۔

فلما رأیت قلت هذا نبی الله صلی الله علیه وسلم.	جب میں نے آپ کی زیارت کی تو میں پکار اٹھا یہ تو اللہ کے نبی ہیں۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی شیب رسول اللہ)

آپ کی نشوونما

آپ کی نشوونما بھی دوسرے بچوں سے اللہ تعالیٰ نے ممتاز فرمائی۔ دن میں آپ اتنا بڑھتے کہ کوئی بچہ مہینے میں اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ مہینے میں آپ سال کے برابر بڑھتے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے یوں بیان فرماتی ہیں:

کان یشب فی الیوم شباب	آپ ایک دن میں اتنا جوان ہوتے جتنا

الصبی فی الشھر ویشب فی الشھر شباب الصبی فی سنۃ
(الوفا، ۱: ۱۰۹)

دوسرا بچہ مہینے میں اور مہینے میں اتنا بڑھتے جتنا دوسرا بچہ سال میں بڑھتا ہے۔

کِھلتے غُنچوں کی نکہت

اعلیٰحضرت آپ کے جسمِ اطہر کی بڑھوتی کے بارے میں کہہ رہے ہیں جس طرح کلیوں کے کِھلنے چٹکنے کے وقت خوشبو پھیلتی ہے اسی طرح ولادت کے وقت ہی سے آپ کا جسمِ اطہر معطر و مطہر تھا۔ جیسے جیسے آپ جوان ہوئے نکہت و مہک میں بھی جوانی آئی۔ معراج کے بعد آپ کے جسم سے دولہا جیسی خوشبو آتی تھی۔ اس کی تفصیل شعر ۹۳ کے تحت آ رہی ہے۔

یہاں صرف ان روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق آپ کے بچپن سے ہے:

آغوشِ آمنہ میں سراپا خوشبو

آپ کے جسمِ اطہر کے جملہ اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ وہ خوشبودار تھا۔ آپ اگرچہ خوشبو استعمال فرماتے تھے لیکن خوشبو کی محتاجی نہ تھی۔ آپ کے جسمِ اقدس کی خوشبو اتنی نفیس و دلربا تھی کہ خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کے جسمِ اطہر کو یہ اعجاز بعد کے کسی دور میں حاصل نہیں ہوا بلکہ آپ کا مبارک جسم ولادت کے وقت سے ہی معطر و خوشبودار تھا۔

۱۔ امام ابونعیمؒ اور خطیبؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کائنات میں ظہور ہوا۔

نظرت الیہ فاذا ھو کالقمر لیلۃ البدر ریحہ یسطع کالمسک الاذفر۔

(زرقانی علی المواہب، ۴ : ۲۲۳)

میں نے زیارت کی تو میں نے آپ کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا جس سے تر و تازہ کستوری کی خوشبو کے حلے پھوٹ رہے تھے۔

حلیمہؓ کے دیس میں خوشبوؤں کی بارات

۲۔ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لما دخلت بہ الی منزل لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا منہ ریح المسک والقیت محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قلوب الناس حتی ان احدھم کان اذا نزل بہ اذی فی جسدہ اخذ کفہ صلی اللہ علیہ وسلم فیضعھا علی موضع الاذی فیبرأ باذن اللہ تعالیٰ سریعًا وکذلک اذا اعتل لہم بعیرًا او شاۃ فعلوا ذلک۔

(سبل الھدیٰ، ۱ : ۲۷۲)

جب میں آپ کو لے کر اپنے دیہات پہنچی تو قبیلہ بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اس قدر پیدا ہو گئی کہ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ کے دستِ اقدس کو پکڑ کر اپنے جسم پر لگاتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فی الفور صحت مند ہو جاتا۔ اسی طرح ان کا اگر کوئی اونٹ بکری وغیرہ بیمار ہو جاتا تو آپ کے دستِ اقدس کو اس کے جسم پر لگاتے۔ جس سے وہ تندرست ہو جاتا۔

۸۹۔ فضلِ پیدائشی پہ ہمیشہ درود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

۹۰۔ اعتلائے جبلّت پہ عالی درود
اعتدالِ طوِیّت پہ لاکھوں سلام

فضل۔ کمال ، کراہت۔ ناپسندیدگی ونفرت ، اعتلا۔ بلند ، جبلّت۔ خلقت وفطرت
عالی۔ بلند وبالا ، اعتدال۔ موزوں ، طوِیّت۔ طبیعت

اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر آپ کی فطرت وطبیعت اس طرح کامل بنائی کہ کھیل کود بیکاری اور ہر لغو و بے فائدہ عمل سے آپ نے ہمیشہ پرہیز فرمایا۔

فضلِ پیدائشی

تمام امت کا اتفاق ہے کہ نبوت وَہبی شے ہے کَسبی نہیں۔ یعنی یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل ہوتا ہے۔ اس میں بندے کی کسی عبادت وتقویٰ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ البتہ ولایت میں دیگر چیزوں کا بھی دخل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے جب حضور علیہ السلام کی نبوت پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان کو کیوں دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام) اللہ سب سے بہتر جانتا ہے اس بات کو کہ اپنا رسول کسے بنانا ہے۔

گویا نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے خواہ وہ ماں کے شکم میں ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا کہ جب ان کی والدہ پر لوگوں نے برائی کی تہمت لگائی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پنگوڑے میں کھیلنے والے

اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا: اس سے پوچھو! یہ میرے بارے میں بتائے گا
انہوں نے کہا:

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ؟

پنگوڑے میں بچہ کیسے گفتگو کر سکتا ہے ؟

اتنے میں عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے:

اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۔ (مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے۔ مجھے اس نے نبی بنایا اور مبارک بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں اور مجھے اس نے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

تصور کیجئے جب دیگر انبیاء علیہم السلام کا یہ عالم ہے تو اللہ کے حبیب کے بچپن کا کیا عالم ہوگا۔ اعلیٰحضرت نے اسے فضل پیدائشی کا نام دیا ہے۔ آپ کے بچپن کی پاکیزگی وطہارت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

بُت پرستی سے نفرت

آپ نے جس سرزمین پر آنکھ کھولی اس پر ہر طرف شرک ہی شرک تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں ولادت سے ہی اس عمل کے خلاف نفرت پیدا فرما دی تھی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کے خاندان کے لوگ آپ کو جب بھی بت پرستی کی دعوت دیتے آپ انکار فرما دیتے۔ امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في زمن الصبا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے بتوں سے نفرت کرتے اور کبھی ان

يبغض الاصنام ولا يلتفت   کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

اليها۔ (الوفا ۱۰: ۱۲۹)

لغو مجالس سے اجتناب

عربوں کے ہاں اس وقت اکثر ایسی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں جن میں شراب اور رقص و سرود ہوتا مگر ان میں آپ نے کبھی بھی شرکت نہیں کی۔ جب بھی کوئی شخص آپ کو اس بات کی دعوت دیتا تو آپ نفرت کا اظہار فرماتے۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دو دفعہ ایسی محافل میں شرکت کا ارادہ کیا مگر دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند طاری فرما دی۔

کھیل کود سے اجتناب

ہر وہ عمل جس سے کوئی فائدہ نہ ہو آپ نے کبھی نہیں کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ دیگر بچے کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرتے مگر آپ نے اس طرح کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔ حضرت ابوطالب آپ کے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں:

لم ارمنه كذبة لا ضحكا   میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں
ولا دقت مع صبيان يلعبون   سنا (ہمہ وقت متفکر رہتے) کبھی کھل کر
                    ہنستے ہوتے نہیں دیکھا اور نہ بچوں کے
(تفسیر کبیر، ۳۱: ۲۱۴)   ساتھ فضول کھیل میں وقت ضائع کرتے
                    دیکھا۔

البتہ بچپن میں آپ نے تیراکی، تیر پھینکنا، گھوڑا دوڑانا اور نشانہ لگانا سیکھ لیا تھا۔ یہ وہ کمالات و جواہر تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بلند مقام جبلت و فطرت میں پیدا فرمائے تھے۔

۹۱۔ بے بناوٹ اَدا پر ہزاروں دُرود
بے تکلُّف مَلاحَت پہ لاکھوں سلام

ادا۔ انداز، بے تکلف۔ جس میں تصنع نہ ہو، ملاحت۔ نمکینی

آپ کی تمام ظاہری زندگی کے ہر معاملے میں تکلف کو قطعاً دخل نہ تھا۔ آپ کے ہاں نظافت و طہارت تو تھی مگر زیب و آرائش نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ کی ہر ہر ادا دل کو اس طرح بھا جاتی کہ دیکھنے والا نثار ہو جاتا۔ آپ کے دیگر معمولات کے ساتھ ساتھ پیاری پیاری اداؤں کو قرآن و حدیث نے اپنے اندر محفوظ کر دیا۔

قرآن اور حفاظتِ ادائے رسول

اللہ رب العزت کو آپ کی ذاتِ اقدس سے جو پیار ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس نے قرآن مجید میں تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ کی مبارک اداؤں کو بھی محفوظ فرمایا، ہم یہاں ان میں سے چند قرآنی مقامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

رُخِ انور کی سمت تبدیلی قبلہ

مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ اس پر یہود نے طعن کیا کہ مسلمان اور ان کا نبی ہمارے دین کی تو مخالفت کرتے ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو ان کو قبلہ کی خبر تک نہ ہوتی۔ یہ عنقریب ہمارے دین کو اختیار کر لیں گے۔ اس طعن کی وجہ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس پر بوجھ ہوا۔ آپؐ نے تبدیلی قبلہ کی خواہش کرتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا۔

وددت لو حولنی اللہ الی الکعبۃ فانہا قبلۃ ابی ابراھیم۔

میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قبلہ تبدیل فرما کر کعبہ کو قبلہ قرار دیں کیونکہ یہی میرے والد ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے۔

حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا:

انما انا عبد مثلک و انت کریم علی ربک فسل انت ربک فانک عند اللہ بمکان۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل ۱: ۹۹)

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایک عبد ہوں اور آپ بارگاہ ایزدی میں معزز ہیں۔ آپ تبدیلی قبلہ کے بارے میں سوال کریں کیونکہ یہ اللہ کے ہاں آپ ہی کا مقام ہے۔

یعنی میں بندۂ مامور ہوں اور آپ بندۂ محبوب۔ میں صرف ماننے والا ہوں۔ آپ ماننے والے ہیں اور منوانے والے بھی ہیں۔ میں فقط اللہ کی رضا چاہنے والا ہوں اور آپ کی رضا اللہ کو مطلوب ہے۔

یہ کہہ کر جبریل امین آسمان پر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام نے نماز کی نیت باندھ لی اور آرزوئے شوق میں کہ تبدیلیِ قبلہ کا حکم آئے، چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھا۔ بس چہرۂ اقدس کو اٹھانے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب علیہ السلام کے انداز پر پیار آگیا۔ فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

(البقرہ، ۲: ۱۴۴)

اے محبوب ہم آپ کے چہرۂ اقدس کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کا چہرہ آپ کے پسندیدہ قبلے کی طرف پھیر دیں گے۔

پس اپنا چہرہ اب مسجد حرام کی طرف پھیر ہی لیجئے۔

یہاں مقصود تبدیلی قبلہ کا حکم نازل کرنا تھا جو فقط ان الفاظ "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیریئے) سے پورا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن نے یہ حکم دینے سے پہلے دو باتوں کا تذکرہ کیا:

۱۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ۔ اے حبیب ہم آپ کے چہرۂ اقدس کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو تک رہے ہیں۔

یعنی تبدیلی قبلہ کے ساتھ اپنے پیارے محبوب کی اس ادا کو بھی تاقیامت محفوظ کر دیا جو موقعہ پر سبب بنی تھی۔

۲۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جو آپ کا پسندیدہ ہے۔

یہاں قرآنی الفاظ نہایت ہی قابلِ توجہ ہیں۔ لفظِ "قبلة" نکرہ لایا گیا ہے۔ اس سے مراد کوئی بھی سمت ہو سکتی ہے۔ "ترضٰها" (جو تجھے پسند ہے) اس لفظ نے قبلہ کا تعین کیا ہے یعنی اسے محبوب ہم اس سمت کو قبلہ بنا دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں تو آپ نے ملاحظہ کیا، حکم دینے سے پہلے اپنے حبیب کی ادا کو محفوظ کیا اور پھر اس بات سے لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ قبلہ کی تبدیلی اور اس کا تعین محبوب کی رضا کے پیشِ نظر کر رہے ہیں اس کے بعد تبدیلی پر دال الفاظ کا ذکر کیا۔

اے کملی اوڑھنے والے

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کا پیغام اہلِ مکہ کے سامنے پیش کیا اور انہیں ایک ایسے عذاب سے ڈرایا جو ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔

اس پر لوگوں کی بے گانگی کا یہ حال تھا کہ بات سننا تو درکنار اُلٹا منہ نوچنے کو دوڑتے۔ آپ کی فکرمندی و بے قراری اور ہمدردی و غم خواری کو جنون قرار دینے لگے۔ آپ چونکہ خلق خدا کے لیے سراپا رحمت و شفقت اور اپنے رب کی عطا کردہ ذمہ داریوں کے معاملے میں نہایت حساس تھے، اس پر آپ نہایت پریشان ہوتے۔ اس موقعہ پر اپنی سب سے بڑی غمگسار چادر میں لپٹ کر گوشہ گیر ہوتے اور اپنے خالق و مالک سے تعلق و توسل کے لیے سکون و اطمینان حاصل کرتے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو رسول، نبی یا دیگر کسی منصب یا لقب سے مخاطب نہیں فرماتا بلکہ ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا۔ — اے چادر اوڑھنے والے رات میں قیام کر مگر تھوڑا سا۔

چادر میں لپٹنے والے کو عربی میں "مزمل" کہتے ہیں۔

دوسرے مقام پر آپ کی اسی ادا کو سامنے رکھتے ہوئے یوں خطاب فرمایا

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ — اے چادر اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو خبردار کر!

"دثار" عربی میں چادر ہی کو کہا جاتا ہے۔

تصور کیجئے اللہ تعالیٰ نے فکر و پریشانی دور کرنے کے لیے نہایت پیار سے آپ کو مزمل اور مدثر سے خطاب فرمایا تاکہ خطاب ہی سے حبیب کو تسلی و اطمینان حاصل ہو جائے۔ ان خطابات اور آیات میں آپ کی "چادر اوڑھنے کی ادا" کو محفوظ کر دیا گیا۔

۹۲۔ بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود

پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

بھینی۔ بڑی لطیف و عمدہ خوشبو، نفاست۔ پاکیزگی و نظافت

شعر ۸۸ کے تحت گزرا ہے کہ خوشبو دار ہونا آپ کے جسم کا اعجاز ہے۔
یہاں خوشبو کے علاوہ آپ کی مقدس لطافت کا بھی ذکر ہے۔

رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

آپ کے جسم اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خوشبو دار بنایا تھا کہ جس جگہ، گلی، راستے سے آپ کا گزر ہو جاتا وہ خوشبو سے مہک اٹھتے۔ بعد میں گزرنے والا ہر شخص محسوس کر لیتا کہ اس راہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا گزر ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ان راستوں پر ایسی خوشبو پاتا جو آپ ہی کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔

حضرت انس رض اس کیفیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ اذا مر فی طریق	محبوب کریم مدینہ طیبہ کے کسی راستے
من طرق المدینۃ وجدوا منہ	سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں
رائحۃ الطیب وقالوا مر رسول	ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اٹھتے
اللہ من ھذا الطریق۔	کہ ادھر سے اللہ کے پیارے رسول
(الخصائص کبری ۱: ۶۷ بحوالہ ابو یعلیٰ بزار)	کا ہی گزر ہوا ہے۔

امام بخاری رح تاریخ کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

لم یکن النبی یمر فی طریق	آپ جس راستے سے بھی گزر جاتے
فیتبعہ احد الا عرف انہ	بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے
سلکہ من طیب عرفہ او قال من ریح عرقہ	محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ کا گزر ہوا
	ہے۔ یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وسلم
(الشفاء ۱: ۸۷ بحوالہ تاریخ کبیر)	کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ اس خوشبو کی جسے
	آپ استعمال فرماتے تھے۔

امام خفاجیؒ اسے آپ کی خصوصیت قرار دیتے ہیں :

ریحھا الطیبۃ طبعیاً خلقیاً خصہ اللہ بہ مکرمۃ و معجزۃ لہ (نسیم الریاض، ۳۴۸:۱)

اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں خلقۃً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا حصہ تھی

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ مہک اور خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ استعمال کردہ خوشبو کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشبو کے محتاج نہ تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال نہ بھی فرماتے تو پھر بھی یہی کیفیت رہتی۔

۱۔ شیخ الاسلام امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خصوصیات سے نوازا ان میں سے آپ کے جسم اطہر کا خوشبودار ہونا بھی ہے۔

کانت ھذہ الریح الطیبۃ صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یمس طیباً۔ (المسلم، ۲: ۲۵۷)

مہک آپ کے جسم اطہر کی صفات میں سے تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال نہ فرماتے۔

۲۔ امام اسحاق بن راہویہؒ اس بات کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

"احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ ہاں آپ خوشبو کا استعمال فقط اضافہ کے لیے کرتے تھے۔"

کیا آپؐ کے جسمِ اطہر میں خوشبو واقعۂ معراج کے بعد پیدا ہوئی؟

مذکورہ بالا جتنی روایات ہیں یہ تمام کی تمام اس بات پر دال ہیں کہ خوشبو ہمیشہ سے آپؐ کے جسمِ اطہر کا حصہ تھی۔ خصوصاً سیدہ آمنہ، سیدہ حلیمہ اور حضرت ابوطالب کی روایات میں تو اس بات کی تصریح ہے کہ ولادت کے وقت ہی سے بدنِ خیر البشرؐ معطر و خوشبودار تھا جس کا تذکرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے "ریحہ یسطع کالمسک الاذفر" (آپ کی خوشبو تر و تازہ کستوری سے بڑھ کر تھی) اور سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے۔ "لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا منہ ریح المسک" (آپؐ کی برکت کی وجہ سے بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی) کے الفاظ میں کیا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کو حضرت انسؓ سے مروی ایک روایت سے مغالطہ ہوا جس کی وجہ سے انہیں نے یہ قول کیا کہ خوشبو معراج سے پہلے آپؐ کے جسم کا حصہ نہ تھی بلکہ واقعہ معراج کے بعد حاصل ہوئی۔ لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس روایت کا تفصیلاً ذکر کریں اور یہ واضح کریں کہ وہ روایت ہرگز ہرگز ان مذکورہ روایات کے منافی نہیں اور نہ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد تھا۔ وہ روایت یہ ہے:

ابنِ مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسری بہ ریحہ ریح عروس واطیب من ریح عروس۔	جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب اسرٰی کا دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپؐ کے جسمِ اطہر سے دلہن کی خوشبو کی طرح خوشبو آتی تھی بلکہ آپؐ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے زیادہ نفیس تھی۔
(سبل الھدٰی، ۲: ۱۲)	

مذکورہ روایت کا مفہوم

اس روایت میں حضرت انس رضؓ کا مقصد معراج سے پہلے خوشبو کی نفی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ معراج کے بعد آپؐ کی جسمانی خوشبو میں مزید اضافہ ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ عجیب مہک کا حامل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر قرار دے رہے ہیں چونکہ خوشبو دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو عام خوشبو ہے جو ہر کوئی ہر موقع پر استعمال کرتا ہے لیکن خوشبو کی ایک دوسری خصوصی قسم ہے جسے مخصوص اوقات میں استعمال میں لایا جاتا ہے جیسے حجلۂ عروسی کے لیے مخصوص خوشبو جسے بالعموم دلہنیں ہی استعمال کیا کرتی ہیں۔

حضرت انسؓ یہ واضح فرما رہے ہیں کہ جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپؐ کے جسمِ اطہر کی خوشبو پہلے سے بھی زیادہ عجیب تھی۔ اس بات کی تصریح مختلف ائمہ دین نے کی ہے۔

۱۔ امام قسطلانیؒ اس بارے میں تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا دلالة فيه على ان مبدأ طيب ريح جسده من ليلة الاسراء كما زعم اذ ريح عروس اخص من مطلق رائحة طيبة فلا ينافي انه طيب الرائحة من حين ولد۔ (زرقانی ۴: ۲۲۳)

حضرت انسؓ سے مروی روایت کی دلالت اس بات پر ہرگز نہیں کہ آپؐ کا جسمِ اقدس معراج کے بعد خوشبودار ہوا بلکہ ان کا مقصد ہے کہ اب آپؐ کے جسمِ اقدس کی مہک میں اس طرح اضافہ ہوا کہ اب دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبو محسوس ہوتی کیونکہ دلہن کی خوشبو دوسری خوشبوؤں سے ممتاز ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ قول ان روایات کے منافی نہیں جن میں یہ موجود ہے کہ آپؐ کے جسمِ اقدس میں ولادت کے وقت سے خوشبو تھی۔

یہ خوشبو بعد از وصال بھی قائم رہی

انسانی جسم سے جب روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کے بعد وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ جسم کی تر و تازگی بحال نہیں رہتی۔ جسمِ مصطفوی ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وصال کے بعد وہ نہ صرف تر و تازہ رہا بلکہ اس کی وہ مہک بھی اسی طرح قائم رہی جس طرح قبل از وصال تھی۔

شفا شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

غسلت النبی ﷺ فذهبت انظر ما یکون من المیت فلم اجد شیئًا فقلت طبت حیًا ومیتًا۔ (الشفا، ۱: ۸۹)	میں نے رسالت مآب کو غسل دیا جب میں نے آپ کے جسمِ اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر اموات سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں پاکیزگی کا منبع ہیں۔

اور اس کے بعد آپ نے فرمایا:

وسطعت منه ریح طیبة لم نجد مثلها قط۔ (ایضاً)	(غسل کے وقت ہی) آپ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو کے جھلکے شروع ہو گئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی نہ سنی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب میں نے آپ کے مبارک پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو بس ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی

فاح ریح المسك فی البیت لما فی بطنه۔ (شرح الشفاء، ۱: ۱۶۱)	تمام گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔

تمام مدینہ مہک اٹھا

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپؐ کے پیٹ مبارک پہ ہاتھ پھیرا

قیل وانتشر فی المدینۃ — تو تمام شہر مدینہ خوشبو سے مہک اٹھا۔
(شرح الشفاء ۱: ۱۶۱)

۹۲۔ **مِیٹھی مِیٹھی عبارت پہ شِیریں درود**
اچھی اچھی اِشارت پہ لاکھوں سلام

عبارت۔ بیان، گفتگو، شیریں۔ میٹھا، اشارت۔ اشارہ

شعر ۶۰ کے تحت آپ کی دلکش فصاحت و بلاغت کے بارے میں گزرا۔ یہاں آپ کی گفتگو کے پیارے انداز اور مٹھاس کا بیان ہے۔

شہد سے میٹھی گفتگو

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کے حُسنِ تکلّم کا بیان اپنے ان الفاظ میں کرتی ہیں:

اذا صمت فعلیہ الوقار واذا	جب آپؐ خاموشی اختیار فرماتے
تکلم سما وعلاہ البھاء حلو	تو چہرۂ اقدس سے وقار و عظمت جھلکتی
المنطق۔	اور جب کلام فرماتے تو اہل مجلس پر چھا جاتے
(شمائل الرسول ۱: ۵۸)	اور آپؐ کی گفتگو شہد کی طرح میٹھی ہوتی۔

اصحاب سیر آپؐ کی پیاری گفتگو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان اعذبهم کلاماً حتی کان کلامه یاخذ بالقلوب ۔ | آپ کا کلام اتنا میٹھا ہوتا تھا کہ دلوں میں اتر جاتا ۔

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی آپ کی مبارک گفتگو کی حلاوت کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حلو المنطق حسن الکلام اذا تکلم اخذ بمجامع القلوب وسبی الارواح والعقول ۔ | آپ کی گفتگو نہایت ہی خوبصورت اور شیریں ہوتی ۔ جب آپ کلام فرماتے تو دلوں کو تسکین ہوتی اور روح و عقل اس میں گرویدہ و گرفتار ہو جاتے ۔

(سیدنا محمد رسول اللہ ، ۴۰)

دشمنوں کی گواہی

یہ تو اپنوں کا بیان تھا ۔ اب آئیے ان لوگوں کی زبان سے سنیں جو آپ کے مشن اور ذات کے دشمن تھے ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ آپ کی خدمت میں آیا ، اس کے ساتھ حضور نے گفتگو فرمائی ۔ بعض آیاتِ قرآنی بھی آپ نے اسے سنائیں ۔ جب واپس گیا اور لوگوں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا :

واللہ ان لقوله الذی یقول حلاوة وان علیه لطلاوة | خدا کی قسم ان کے پیش کردہ کلام میں نہایت ہی حلاوت و مٹھاس ہے ۔

دورانِ گفتگو ہاتھ سے اشارہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو حسبِ حال اس میں ہاتھ کو حرکت بھی دیتے ۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی گفتگو کے اس حسین انداز کو یوں بیان کرتے ہیں :

اذا تعجب قلبها اذا تحدث	جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ
تصل بها وضرب براحته	پلٹ دیتے ۔ اور جب بات کرتے تو
الیمنی بطن ابهامه الیسری	تو ساتھ (کبھی) ہاتھ کو بھی حرکت دیتے
(شمائل الترمذی : باب کیف کان کلام	اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے
رسول اللّٰہ) ۔	اندرونی حصے پر مارتے ۔

اس حسین انداز پر امامِ اہلِ محبت نے سلام عرض کیا ہے ۔

۹۴۔ سیدھی سیدھی رَوِش پر کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

روش ۔ رفتار ، چلنا ، برتاؤ کرنا

چلنے اور رفتار کی حسین کیفیت اور آپ کی طبیعتِ مبارکہ کا تذکرہ ہے ۔

رفتارِ مبارک

آپ کی رفتارِ مبارک میں کسی قسم کا غرور و تکبر کا شائبہ نہ تھا ۔ چلتے وقت پاؤں گھسیٹ کر نہ چلتے ۔ زمین پر قدم آہستہ رکھتے ۔ آگے کی طرف جھک کر چلتے ۔ آپ تیز رفتار اور قدم ذرا کشادہ رکھتے ۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللّٰہ عنہ آپ کی چال کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

اذا زال زال قلعاً یخطو تکفیاً	جب آپ چلتے تو قوت سے قدم
ویمشی هوناً ذریع المشیة	اٹھاتے ۔ جھک کر چلتے ۔ قدم زمین
اذا مشی کانما ینحط من	پر آہستہ پڑتا اور زور سے نہیں پڑتا تھا ۔ آپ

تیز رفتار تھے۔ جب چلتے تو محسوس ہوتا جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

اس حدیث کے تحت عظیم محدث میرک شاہ نے کیا خوب کہا کہ یہاں تینوں چیزوں کا بیان ہے " زال قلعاً " زمین سے پاؤں اٹھانے کا بیان ہے۔ "یمشی ھوناً" زمین پر قدم رکھنے اور " ذریع المشیۃ " سے چلتے وقت قدموں کا کشادہ رکھنا مراد ہے۔ (شرح شمائل للقاری، ۱ : ۴۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

اذا مشی تقلع کانما ینحط من صبب (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ)

جب آپ چلتے تو بہت قوت سے پاؤں اٹھاتے ایسا معلوم ہوتا گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔

رفتار میں معجزاتی کیفیت

آپ بغیر مشقت کے تیز تھے۔ صحابہ ساتھ چلنے کے لیے اہتمام کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

مارأیت احداً اسرع فی مشیۃ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانما الارض تطوی لہ انا لنجھد انفسنا وانہ لغیر مکترث (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر تیز رفتار کسی کو نہیں پایا گویا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے۔ ہم پوری طاقت صرف کرکے آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور آپ اپنے معمول کے مطابق چلتے۔

صحابہ کو پیچھے چلنے کی اجازت نہ تھی

چلتے وقت آپ کے معمولات میں سے ایک یہ تھا کہ صحابہ کو اپنے پیچھے چلنے کی اجازت نہ دیتے بلکہ وہ آپ کے دائیں بائیں ہو کر چلتے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

یسوق اصحابہ ویبدء من لقی بالسلام۔ (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ)	آپ صحابہ کو آگے چلنے کا حکم دیتے اور ملاقات کے وقت سلام میں پہل فرماتے۔

اس کی مختلف حکمتیں تھیں:

۱۔ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے۔ مسند دارمی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خلوا ظهری للملٰئكة	میری پشت فرشتوں کے لیے خالی کر دیا کرو۔

مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کا معمول بیان کرتے ہیں:

كان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشون امامه ویدعون ظهره للملٰئكة	حضور کے صحابہ آپ کے پیچھے چلنے کے بجائے آگے چلتے اور آپ کی پشتِ انور ملائکہ کے لیے چھوڑ دیتے۔

(شرح شمائل للقاری، ۱: ۴۴۴)

۲۔ یہ عمل آپ کی تواضع کا مظہر ہے۔ ساتھیوں کو پیچھے چلانا متکبرین کی علامت ہے۔ اس لیے آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ تم میرے دائیں بائیں ہو کر چلا کرو۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس مبارک معمول کے بارے میں لکھتے ہیں:

وفيه رد على ارباب الجاه من الجهلاء واصحاب التكبر والخيلاء (شرح شمائل للقاری ۱: ۲۴۴)

اس میں ایسے لوگوں کی مذمت ہے جو جاہل اور متکبر قسم کے صاحب اقتدار و مسند ہوتے ہیں

کیونکہ ایسے لوگ دوسروں کو پیچھے چلانے میں خوش ہوتے ہیں ۔

اس میں صاحبِ اقتدار و منصب، مشائخ، اساتذہ اور علماء کرام کے لیے نہایت اعلیٰ درس ہے کہ دوسروں کو غلام تصور کرنے کے بجائے اپنے ساتھی تصور کرتے ہوئے ان کا بھی اکرام قائم رکھیں ۔

سادی سادی طبیعت

یہ آپ کی طبیعت مبارکہ کا بیان ہے ۔شعر نمبر ۰۰ میں بھی آپ کی طبیعت کی نرمی ولینت کا ذکر آرہا ہے۔ ہم یہاں آپ کی طبیعت مبارکہ کی سادگی کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

آپ کی طبیعتِ مبارکہ میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہ تھا۔ ہر معاملہ میں آپ سادگی اور کفایت شعاری کو اپناتے ۔ آپ کی قمیص اور تہہ بند پر متعدد پیوند ہوتے ۔

جب آپ نے حجۃ الوداع کا سفر کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ عرب کے حاکم تھے۔ ہر جگہ سے لوگ حج کے لیے آئے۔ آپ نے خود ایک سو اونٹ اللہ کی راہ میں ذبح فرمائے لیکن آپ کا ذاتی معاملہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے !

حج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی رحل رث و قطیفۃ لا تساوی اربعۃ دراھم (اخلاق النبی وآدابہ، ۱۴۰)

آپ نے ایسے کجاوے پر حج فرمایا جو نہایت ہی بوسیدہ اور پرانا تھا اور اس پر جو چادر تھی اس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہ تھی ۔

۹۵۔ روزِ گرم و شبِ تیرہ و تار میں
کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

شب۔ رات، تیرہ و تار۔ سیاہ، تاریکی، کوہ۔ پہاڑ، صحرا۔ جنگل، بیابان، خلوت۔ گوشہ نشینی، تنہائی۔

بخاری و مسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اعلانِ نبوت سے کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح پوری ہوجاتی۔

ثم حبب الیہ الخلاء — اس کے بعد خلوت و تنہائی آپ کو محبوب ہوگئی
(البخاری، باب بدء الوحی)

ان دنوں آپ ایک ایک ماہ تک غارِ حرا میں خلوت گزین رہتے۔ امام اہل محبت نے آپ کی اس خلوت و تنہائی پر سلام عرض کیا ہے۔

مقامِ خلوت نشینی

آپ جس غار میں خلوت گزین ہوتے وہ مکہ شریف سے چند میل کے فاصلے پر ایک عظیم پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ اس مبارک غار کا نام "حرا" اور پہاڑ کا نام "جبلِ نور" ہے۔ حدیث میں اس غار کا نام محفوظ ہے

وکان یخلو بغار حرا — آپ غارِ حرا میں خلوت گزیں رہتے۔

آج بھی مصحفِ مسلمہ اس مقام کی زیارت کے لیے کشاں کشاں جاتی ہے۔

اس غار کے انتخاب کی حکمتیں

اس مقام کے انتخاب کی ائمہ نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں:

۱۔ وہ غار قبلہ رخ ہے۔ یعنی اس میں بیٹھنے والے کا رخ از خود کعبہ کی طرف ہو جاتا ہے۔

۲۔ وہاں سے اللہ کا مبارک گھر "کعبہ" نظر آتا ہے۔ اس غار کے سامنے جو سوراخ ہیں ان سے کعبۃ اللہ کی زیارت کی جا سکتی ہے۔ امام ابن ابی جمرہ وجہ تخصیص ذکر کرتے ہیں

ان المقیم فیہ کان یمکنہ رؤیۃ الکعبۃ فیجتمع لمن یخلو فیہ ثلاث عبادات الخلوۃ والتعبد والنظر الی البیت۔	قیام کرنیوالا وہاں سے اللہ کے گھر کا دیدار کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر خلوت نشین کے لیے تین عبادات جمع ہو جاتی ہیں۔ خلوت عبادت اور بیت اللہ کا دیکھنا۔

(فتح الباری ۱۲: ۲۹۸)

۳۔ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب بھی اسی غار میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

ان جدہ عبد المطلب اول من کان من قریش فکان صلی اللہ علیہ وسلم یخلو بمکان جدہ	قریش میں سے آپ کے دادا وہاں خلوت نشین ہوا کرتے تھے پس ان ہی کی جگہ آپ خلوت نشین ہوئے۔

(فتح الباری ۱۲: ۲۹۸)

۴۔ اس پہاڑ نے آپ کو یہاں آنے کی خود دعوت دی تھی۔ جسے سرور عالم نے قبول فرمالیا۔ امام بدر الدین عینیؒ بیان کرتے ہیں۔ ایک دن آپ جبل ثبیر پر تشریف فرما تھے تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بار نبوت اٹھانے سے معذور ہوں تو

ان حرا ھو الذی نادی رسول اللہ	اس موقعہ پر حرا ہی وہ پہاڑ تھا جس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین | نے آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا
قال لہ تبیر (عمدۃ القاری ۱۱:۶۲) | کہ آپ مجھے شرف بخشئے۔

۹۶۔ جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و مَلک
اُس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

انبیاء۔ نبی کی جمع، ملک۔ فرشتہ، جہانگیر۔ عالمگیر، تمام جہان، بعثت۔ رسول ہونا
ہر نبی کسی قوم، قریہ، شہر، قبیلہ یا کسی مخصوص خطہ کے لیے آیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات رب العالمین ہے
اسی طرح سرورِ عالم کی ذات رحمۃ للعالمین ہے۔

جہانگیر بعثت

آپ کی بعثت عالم گیر ہے۔ آپ کے دائرۂ نبوت و رسالت سے کوئی فرد، شہر، قریہ، خطہ اور زمانہ خارج نہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (اعراف ۱۵۸) | کہہ دیجیے اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا پیغامبر بن کر آیا ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سباء ۳۴:۲۸) | اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

سورۂ فرقان میں فرمایا:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ (الفرقان، ۱)

بلند و بالا ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام عالمین کو بیدار کر دے۔

خود آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون
(مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور مجھ پر انبیاء کی آمد کا اختتام کر دیا گیا۔

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک

آپ کی نبوت و رسالت اتنی کاملہ و عامہ ہے کہ اس کے تحت دیگر مخلوق کے علاوہ تمام انبیاء اور ملائکہ بھی ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو "شمعِ بزمِ ہدایت" کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ یہاں صرف ایک روایت کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

ما بعث اللّٰہ نبیًا من الانبیاء من لدن نوح الا اخذ میثاقہ لیؤمنن بمحمد و لینصرنہ ان خرج وھم احیاء۔
(دلائل النبوۃ، ۵: ۳۸۴)

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی اس کائنات میں مبعوث فرمایا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ کی زندگی میں حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہو جائے تو وہ آپ پر ایمان لا کر آپ کی مدد کرے گا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ آپ اول الخلق ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے اور دنیا میں ظہور کے اعتبار سے آخری نبی ہیں گویا آپ کی نبوت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس سے کسی کو خارج کیا ہی نہیں جاسکتا۔

خدا جس کا خالق محمد اس کے رسول

اکابر امت نے ان آیاتِ قرآنیہ " وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین " تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا " کے تحت تصریح کی ہے کہ ہر وہ شے جس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے حضور اس کے رسول ہیں یعنی کائناتِ ارض و سما کی ہر شی کے آپ رسول ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مقصور نہ گردانید رسالت او را بر ناس بلکہ عام گردانید جن و انس را بلکہ بر جن و انس نیز مقصور نگردانید تا آنکہ عام شد تمامۂ عالمین را پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اوست۔

(مدارج النبوۃ)

آپ کی رسالت فقط انسانوں تک نہیں بلکہ تمام جن و انس کو شامل ہے۔ اس پر بھی محدود نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے ہے پس ہر وہ شی جس کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

۹۷۔ اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے
جلوہ ریزیٔ دعوت پہ لاکھوں سلام

اندھے شیشے۔ مردہ دل ، جھلاجھل۔ نہایت تیز روشنی ، دمکنے۔ چمکنے ، جلوہ ریزی۔ نور کا بکھیرنا ، دعوت۔ اسلام کا پیغام۔

وہ معاشرہ جس میں برائی ، قتل اور عداوت کا دور دورہ تھا۔ انسانیت کی تذلیل عروج پر تھی ، باپ اپنی بیٹی کو زندہ درگور کر دیتا تھا۔ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات نے وہاں ایسا اجالا بکھیرا کہ وہ معاشرہ نورٌ علیٰ نور اور قابلِ رشک بن گیا۔

فکر بدلا ، سوچ بدلی، نقطۂ نظر بدلا ، اقدار بدلیں، عزائم بدلے، امنگیں بدلیں، شوق بدلے، کردار بدلے، خلوت بدلی، جلوت بدلی، انفرادیت بدلی، اجتماعیت بدلی، دن بدلا، رات بدلی حتیٰ کہ تبدل الارض غیر الارض والسموات کے مصداق آسمان بدلا زمین بدلی۔

عزت لوٹنے والے ایک دوسرے کی عزت کے پاسبان بن گئے۔

آپ کی تعلیمات نے اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا کہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا لوگوں کے ظاہر بدلے، باطن بدلے۔ انسانیت کے لیے یہ لوگ پیغام رحمت بن گئے

ان کے مقام کا یہ عالم کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم۔ — میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب المناقب)

آپ کی تعلیمات کی ہی وجہ سے ایسے افراد پیدا ہوئے جن پہ انسانیت تاقیامت فخر کرتی رہے گی۔ آپ کی تعلیمات، زندہ تعلیمات ہیں اگر آج بھی کوئی معاشرہ اپنے اندر انہیں پیدا کرے تو حالات سنور سکتے ہیں۔

اندھے شیشے جھلاجھل دمکنے لگے

آپ کی پُر تاثیر اور پُر نُور دعوت و تعلیمات سے غیر محدود، مُردہ دل لوگوں نے روشنی پائی اور تاقیامت پاتے رہیں گے۔ یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے: جس سے آپ کی پُر حکمت دعوت کی جھلک اور اس کی اثر پذیری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

کہ ایک نوجوان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آکر کہا مجھے آپ زنا کی اجازت دیدیں۔ لوگوں نے اسے جھڑکا اور برا بھلا کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ تم اللہ کے حبیب کی بارگاہ میں ایسی بات کرتے ہو۔ رحمۃ للعالمین آقا نے فرمایا۔ عزیز میرے قریب ہوکر بیٹھ۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ عمل تو اپنی والدہ سے کرے گا؟ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی تو اپنی والدہ کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے۔ پھر کیا تو اپنی بیٹی کے ساتھ کرے گا؟ کہنے لگا، قربان جاؤں ہرگز نہیں فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے۔ کیا تو اپنی بہن پھوپھی یا خالہ سے کرے گا؟ کہنے لگا ہرگز نہیں فرمایا دوسرے لوگ بھی اسے پسند نہیں کریں گے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے دستِ رحمت اس نوجوان کے سر پر رکھا اور دعا کی:

اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ واحصن فرجہ	اے اللہ اس کی گناہوں کی زندگی بدل دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کو شرمگاہ کی حفاظت کی توفیق دے۔

(الرسول ۱:۱۲۵)

اس کے بعد اس نوجوان کے قدم کبھی بھی غلط نہیں اٹھے بلکہ وہ شرم و حیا کا پیکر بن گیا۔ ملاحظہ کیجئے آپ ناراض نہیں ہوئے بلکہ احسن انداز میں اسے سمجھایا کہ جس کے ساتھ تو برائی کرے گا وہ بھی کسی کی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی یا خالہ ہوگی۔ جیسے تو اپنے ان رشتوں کی عزت ریزی کو برا جانتا ہے اسی طرح دوسروں کی عزت ریزی کو بھی برا جان۔ اس کے بعد خدا کے حضور دعا فرمائی جس سے اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔

کاش ہمارے علماء و واعظین بھی یہی طرزِ عمل اپنائیں تاکہ وہ محبت و شفقت کی بہاریں پھر لوٹ آئیں۔

۹۸۔ لُطفِ بیداریٔ شب پہ بیحد درود
عالَمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

لطف ۔ لذّت ، بیداری ۔ جاگنا ، شب ۔ رات ، عالم ۔ کیفیت ، خواب نیند
راحت ۔ آرام

اس مقام پر آپ کی شب بیداری اور مبارک نیند پر سلام ہے ۔

لُطفِ بیداریٔ شب

اس عالم ہست و بود میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عبادت اور اس میں لطف و لذت پانے والے رحمتِ دوجہاں ہیں ۔ آپ نے نماز کے بارے میں فرمایا :

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ — نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ اپنے مؤذن بلال سے فرماتے :

قم یا بلال ارحنا بالصلوٰۃ — اے بلال اذان پڑھ اور نماز سے ہمیں راحت پہنچا ۔

آپ کی لذتِ عبادت اور شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے :

آپ رات بھر اتنا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے ۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ حالانکہ رب کریم نے آپ کو بخشش کا مژدہ سنا دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا :

افلا اکون عبدًا شکورًا — میں اس کا شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں ؟

میری چاہت شب بیداری ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالی جعل لکل نبی شھوۃ وان شھوتی قیام اللیل۔

اللہ تعالی نے ہر نبی کے لیے ایک چاہت بنائی۔ میری چاہت رات کو اپنے رب کی بارگاہ میں قیام و عبادت کرنا ہے۔

(الوفا، ۵۰۳)

عالم خوابِ راحت

آپ کی مبارک نیند دوسروں کی طرح نہ تھی۔ آپ کی آنکھیں سوتیں لیکن دل یادِ الٰہی میں بیدار رہتا۔

بیداری قلبِ انور

اللہ تعالی نے اپنے محبوب کے قلبِ انور کو اسی طرح بیداری عطا فرمائی ہے کہ وہ ہر وقت، ہر حال میں باری تعالی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ نہ تو اس پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس پر غفلت طاری ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا خواب بھی سراپا وحی ہے اور نیند آپ کی وضو میں خلل واقع نہیں کرتی۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں حضور کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ تو انہوں نے بتایا آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں

پڑھتے تھے ___ چار چار رکعتیں اتنے اطمینان، وقار و سکون، فروتنی و عاجزی اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرتے کہ ان کے حسن و طوالت کا کیا کہنا۔ اس کے بعد آپ تین رکعات وتر ادا فرماتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

اتنام قبل ان توتر؟ — کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟

سوال کی غرض یہ تھی کہ بعض اوقات آدمی کی نیند نہیں کھلتی جس کی وجہ سے وتر قضا بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: عائشہ!

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ) — یقیناً میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

یعنی کسی اور کو نمازِ وتر کے فوت ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے، مجھے ایسا کوئی خوف نہیں کیونکہ میرا دل ہر حال میں بیدار رہتا ہے۔

قلوبِ انبیاء اور مشاہدہ جمالِ حق

حضرت ملا علی قاریؒ اور امام عبدالرؤف مناویؒ نے اس حدیث کے تحت خوب کہا:

انما فعلت ذلک لانی لا اخشی فوت الوتر وھذا من خصائص الانبیاء علیھم السلام لحیاۃ قلوبھم واستغراق شھود جمال الحق المطلق۔ (جمع الوسائل، ۲: ۴۷) — میں یہ عمل اس لیے کرتا ہوں کہ مجھے وتروں کی قضا کا اندیشہ نہیں (میرا دل بیدار رہتا ہے) یہ انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کے مبارک دل ہر وقت ہر حال میں بیدار اور جمالِ حق تعالیٰ کے مشاہدہ حق میں مستغرق رہتے ہیں۔

نیند کے بعد وضو کی حاجت

حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیداری کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حالتِ نیند میں وہ اس بات سے بھی آگاہ رہتے ہیں کہ ان کا وضو قائم ہے یا نہیں! یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوکر نماز ادا فرماتے تو تجدید وضو نہ کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ بلال نے حاضر ہوکر نماز کے بارے میں عرض کیا تو آپ اٹھے۔

صلی ولم یتوضأ — نماز ادا کی لیکن تجدید وضو نہ کی۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ)

۹۹۔ خندۂ صبحِ عشرت پہ نوری درود
گریۂ ابرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

خندہ۔ مسکراہٹ، عشرت۔ خوشی، گریہ۔ رونا، ابرِ رحمت۔ رحمت کے بادل

احادیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو کیفیات کا تذکرہ آیا ہے۔

۱۔ آپ ہمیشہ دائم الفکر رہتے

۲۔ صحابہ سے ملاقات پر آپ ہمیشہ خوش وخرم ہوتے

اعلیٰحضرت نے انہی دو کیفیات کو یوں بیان کیا کہ امت کی خاطر ساری ساری رات گریہ کے باوجود صبح آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

آپ کا دائم الفکر رہنا

اس کائنات میں آپ سے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں کا کامل طور پر احساس اور نبھانے والا کوئی نہیں۔ آپ ہر وقت انسانیت اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لیے سوچتے اور تفکر کرتے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

صف لی منطق رسول اللہ	مجھے حضور علیہ السلام کی گفتگو کے بارے
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	میں آگاہ کیجئے۔

انہوں نے فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ	سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ
تعالیٰ علیہ وسلم متواصل	صاحبِ حزن و فکر رہے آپ نے کبھی
الاحزان دائم الفکر لیست	راحت نہ پائی۔ آپ کا سکوت طویل ہوتا
لہ راحۃ طویل السکت	فرصت کے بغیر گفتگو نہ فرماتے۔

لا یتکلم فی غیر حاجۃ۔ (شمائل الرسول ۱:۶۵)

فکرمند رہنے کی حکمتیں

آپ کا فکرمند ہونا اپنی ذات سے بڑھ کر امت کے لئے تھا یعنی آپ کی فکرمندی دنیا کی خاطر نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور مخلوقِ خدا کے حوالے سے تھی۔ کتاب و سنت نے آپ کے غمگین ہونے کے جو اسباب بیان کئے ہیں ان میں سے سب سے اہم "لوگوں کا اپنے خالق و مالک کو نہ ماننا" ہے۔ اللہ رب العزت

نے اپنے پیارے کی اسی پریشانی کا اظہار یوں فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ	ان کا ایمان نہ لانا آپ کو اتنا شاق گزرتا ہے کہ آپ اپنے کو ہلاک کر دیں

اور دوسری وجہ آپ کی امت کے معاملات تھے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ شعر ۹۳ کے تحت آچکا ہے۔

گریہ ابرِ رحمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری میں ہنستے کم تھے۔ محبت وخشیتِ الٰہی میں اکثر آنکھیں برسات کی طرح برستی تھیں۔ امت کی یاد اور اس کی بخشش و نجات کے لیے آپ کا رونا کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ آپ تمام ظاہری زندگی میں دائم الفکر رہے۔ ہم یہاں صرف چند کیفیات کا ذکر کرتے ہیں۔

سینۂ اقدس کا ہنڈیا کی طرح کھولنا

حضرت عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔

لجوفه ازیز کازیز المرجل من البکاء۔	آپ کے سینۂ اقدس سے رونے کی آواز اس طرح آرہی تھی جس طرح ہنڈیا کے کھولنے کی آواز آتی ہے

(شرح شمائل للقاری، ۲: ۱۱۶)

آنسوؤں کی برسات

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں منبر پر تشریف فرما تھے۔ مجھے مخاطب ہو کر فرمایا عبد اللہ کلام سناؤ۔ میں نے دست بستہ عرض کیا۔ آقا میری کیا حیثیت ہے؟ آپ کے قلب اقدس پر قرآن نازل ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

انی احب ان اسمعه من غیری	میں پسند کرتا ہوں کہ غیر سے محبوب کی بات سنوں۔

میں نے آپؐ کے ارشاد کے مطابق سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا،

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا۔	وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنائیں گے۔

تو حال یہ تھا:

فرأیتُ عینی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھملان۔	میں نے دیکھا نبی اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

(شمائل ترمذی، باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اسی طرح کا واقعہ حضرت محمد بن فضالہؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی عبد اللہ بن مسعودؓ کو ساتھ لے کر ہمارے قبیلہ بنی ظفر میں تشریف لائے۔ آپؐ نے انہیں تلاوت قرآن کا حکم دیا۔

جب وہ اس آیت پر پہنچے فکیف اذا جئنا من کل امة (الآیہ) تو آپؐ کی کیفیت یہ تھی

فبکی حتی ضرب لحیاہ ووجنتاہ (شرح شمائل للقاری، ۲: ۱۲۰ بحوالہ طبرانی)	آپ رو پڑے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھی اور مقدس رخسار تر ہو گئے۔

خندۂ صبحِ عشرت

اس تمام فکرمندی اور گریہ کے باوجود آپ کی طبیعت مبارکہ میں انقباض نہ تھا۔ بلکہ ہشاش بشاش دکھائی دیتے اور ہر ایک کے ساتھ بڑی ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ وحی نازل ہوتی یا آپ وعظ و نصیحت فرما رہے ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ قوم کو کسی آنے والے عذاب پر متوجہ کر رہے ہیں۔ جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی

رأيته اطلق الناس وجهاً و	تو آپ تمام لوگوں سے ہشاش بشاش
اكثرهم ضحكا واحسنهم	نظر آتے، مسکراہٹ اور حسن و جمال
بشرا	میں آپ کی مثال نہیں۔

(مجمع الزوائد، ۹ : ۱۷)

نرمیٔ خوئے لینت پہ دائم درود
گرمیٔ شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام
۱۔ جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اُس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

خوئے۔ عادت، لینت۔ غصہ نہ آنا، دائم۔ ہمیشہ، گرمی۔ رونق، سطوت۔ رعب و دبدبہ، خداداد۔ اللہ کی عطا، شوکت۔ قدر و منزلت۔

اللہ تعالیٰ نے ہادیٔ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت میں نہایت نرمی وشفقت پیدا فرمائی۔ اس کے باوجود آپ کی ذات کا ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ بڑے بڑے جابر مرعوب ہوجاتے۔

طبیعتِ مبارکہ کی نرمی

آپ کی خدمتِ اقدس میں بدوی اور دیہاتی لوگ آتے جو آداب سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے نہایت اکھڑپن اور سخت لہجہ میں گفتگو کرتے مگر آپ ہمیشہ بڑی ہی نرمی اور شفقت سے ان کے معاملات نپٹاتے۔

گردن میں کپڑا ڈالنے والے کے ساتھ نرمی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا۔ آپ نے نجرانی موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ راستے میں ایک یہودی ملا اس نے آپ کی چادر انور کو اس قدر کھینچا:

حتی نظرت الی صفحة	میں نے آپ کی مبارک گردن
عنق رسول الله صلی الله	کو دیکھا تو اس پر چادر کا نشان
تعالیٰ علیه وسلم وقد	نظر آرہا تھا۔ پھر کہنے لگا اے محمد
اثرفیه ثم قال یا محمد	مجھے وہ مال دینے کا حکم دے
مرلی من مال الله الذی	جو اللہ نے تجھے دیا ہے۔
عندك۔ (اخلاق النبی، ۳۸)	

حضور اسے دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے اس کی حسب خواہش عطا فرمایا۔

مسجد میں پیشاب کرنے والے کے ساتھ نرمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا۔ صحابہ اسے منع کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو (پیشاب کرنے دو) پانی سے اسے صاف کردو۔

انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔	تمہیں اللہ نے آسانی دینے والا بنا کر بھیجا ہے تنگ کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔
(بخاری، باب صب الماء علی البول فی المسجد)	

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس اعرابی کو بلا کر فرمایا:

ان ھذہ المساجد لاتصلح لشئی من ھذا البول ولا القذر وانما ھی لذکر اللہ والصلوٰۃ وقرأۃ القرآن	مساجد میں بول و براز جائز نہیں، یہ اللہ کے ذکر، نماز اور قرأتِ قرآن کے لیے ہوتی ہیں۔
(المسلم)	

آپ کا حسنِ سلوک صرف اپنوں تک محدود نہ تھا بلکہ جانی دشمنوں کے ساتھ بھی اتنا محبت بھرا سلوک کیا کہ اس کی مثال نہیں۔

فطرتی رُعب و جلال

جس طرح آپ کی طبیعت میں نرمی اور شفقت تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطری رُعب و دبدبہ عنایت فرمایا تھا۔

آپ کو حسنِ صورت و سیرت کی وجہ سے قدرتی وقار حاصل تھا۔ آپؐ کے شخصی وقار و ہیبت کا یہ عالم کہ ایک ماہ کی مسافت تک اس کا رعب و دبدبہ تھا۔ آپؐ کی ہیبت سے بڑے بڑے جابر کانپ اٹھتے اور آپؐ نے اپنے شخصی وقار و وجاہت کے لیے کبھی تکلّف نہیں فرمایا۔

۱۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ آپؐ کے وقار کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

من راٰہ بدیھۃً حابہ ومن خالطہ معرفۃً احبہ۔ (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ)	جو شخص آپؐ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ کے ساتھ میل جول کرتا وہ آپ کو محبوب بنا لیتا۔

حتیٰ کہ اسے اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر آپ سے محبت ہو جاتی۔

۲۔ حضرتِ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کی عظمت و وقار کو یوں بیان کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخماً مفخماً۔ (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ)	رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والا صفات کے لحاظ سے عظیم تھے اور دوسروں کے نزدیک معظم اور باوقار تھے۔

فخماً مفخماً کا معنی شارحین حدیث نے یہ تحریر کیا ہے۔

ھو عظیم فی نفسہ معظم فی القلوب والعیون عند کل من راٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (زھر الخمائل علی الشمائل، ۲۹)	آپ ذات کے لحاظ سے عظیم اور ہر دیکھنے والے کے دل اور نظر میں معظم تھے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ یہ معنی بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہی قدرتی وجاہت تھی کہ مخالف بھی آپ کی تعظیم نہ چاہنے کے باوجود کرنے پر مجبور ہو جاتا اور ان الفاظ کا ایک اور معنی بھی بیان کیا:

فخم عظیم عند اللہ مفخم	آپ اللہ کے ہاں عظیم اور لوگوں کے

معظم عند الناس (شرح شمائل ۱: ۴۱)　　　　ہاں معظم ہیں۔

۳۔ حضرت خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوقر الناس فی مجلسہ۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تمام شرکاء سے باوقار ہوتے۔

۴۔ حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے حسن وجاہت اور شخصی وقار کے بارے میں فرماتی ہیں:

ان صمت فعلیہ الوقار وان تکلم سماہ وعلاہ البہاء اجمل الناس وابہاہ من بعید واحلاہ وأحسنہ عن قریب۔

(المستدرک للحاکم، ۳: ۹)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوقت سکوت حد درجہ متین اور سراپا وقار دکھائی دیتے۔ جب گفتگو فرماتے تو رخِ انور پر شگفتگی پھیل جاتی۔ دور سے ذی وجاہت اور بارعب دکھائی دیتے جبکہ قریب سے کمال درجہ حسین اور من ٹھار تھے۔

آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا جا سکتا تھا

۵۔ آپ کے حسن وجاہت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی آپ کے چہرۂ اقدس کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی بات کا تذکرہ آپ کی بارگاہ سے فیض پانے والے صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں۔

وما کان احد احب الیّ من رسول اللہ ولا اجل فی عینی منہ وما کنت اطیق ان املاء عینی منہ اجلالا لہ ولو سئلت

مجھے حضورؐ کی ذات سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا نہ ہی کوئی میری نظر وں میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ تھا۔ آپ کی جلالت و ہیبت کی وجہ سے مجھ میں آپ کے چہرۂ

ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املاء عینی منه ۔
(الشفاء ، ۲ : ۹۲ بحوالہ مسلم)

اقدس کو نظر بھر کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی ۔ اگر کوئی شخص آپؐ کے حسن و جمال کے بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں کیونکر بیان کر سکتا تھا کیونکہ آپؐ کے حسنِ جہانتاب کی چمک دمک کی وجہ سے میں آپؐ کو آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا ۔

۶ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ کوئی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا ۔

فلا یرفع احد منهم الیه بصره الا ابوبکر و عمر فانهما کان ینظران الیه و ینظر الیهما و یتبسمان الیه و یتبسم الیهما ۔
(الشفاء ۲ : ۵۹۲ بحوالہ ترمذی)

آپ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا ۔ ماسوائے ابوبکر و عمر کے ۔ یہ دونوں آپ کو تکتے اور آقا ان پر شفقت فرماتے وہ آپ کی زیارت کر کے تبسم کرتے آپؐ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ۔

۷ ۔ حضرت عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ نبوی اور صحابہ کے آداب کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا ۔

و ما یحدون الیه النظر تعظیماً له ۔
(الشفاء ، ۲ : ۵۹۲)

آپؐ کی تعظیم و وقار کی وجہ سے کوئی شخص آپ کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتا تھا ۔

۸ ۔ حضرت قیلہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن آپ کو حالت خشوع میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپؐ نے دونوں بازو

ملا کر پیٹ کو رانوں کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ میرے جسم پر ہیبت و خوف طاری ہوگیا۔ میں لرز اٹھی اور میں آپؐ کی پشت کی طرف تھی۔ ایک شخص نے آپؐ سے میری حالت کے بارے میں عرض کیا تو آپؐ نے یہ کلمات فرمائے۔

یا مسکینة علیک السکینة — اے خاتونِ مسکین! تجھے سکون و اطمینان حاصل ہو۔

جب آپؐ نے یہ کلمات فرمائے،

اذھب اللہ ما کان دخل قلبی من الرعب۔ — میرے دل میں جو رعب و دبدبہ تھا وہ تمام اللہ تعالیٰ نے دور فرمادیا۔

(محمد الانسان الکامل، ۴۰)

حضرت حسّانؓ کا آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر زیارت کرنا

۱۰۔ شاعر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چہرہ اقدس کے انوار و تجلیات اور ہیبت و وقار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لما نظرت الی انوارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضعت کفی علی عینی خوفاً من ذھاب بصری — میں نے جب آپ کے انوار کا مشاہدہ کیا تو میں نے اپنی آنکھوں پہ ہتھیلی رکھ لی تاکہ کہیں میری بینائی ہی نہ جاتی رہے۔

(جواہر البحار، ۲: ۲۴۷)

آپ کا سراپا کبار صحابہؓ سے کثرت کیساتھ کیوں مروی نہیں؟

مذکورہ گفتگو سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کا سراپا و حلیہ اکثر طور پر کیا

صحابہ سے کیوں مروی نہیں ۔

وہ چونکہ سرورِ عالم کی ہیبت و وقار، تعظیم و اجلال کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے اس لیے وہ خود آپ کے حلیہ و سراپا کے بارے میں ایسے لوگوں سے پوچھا کرتے جن کا بچپن حضور علیہ السلام کی صحبت میں گزرا ہوتا یا ایسے لوگوں سے جو بچپن میں حضور کے زیرِ تربیت رہے ۔

شیخ محمد علوی مالکی رقمطراز ہیں :

وقد كان الصحابة رضي الله عنهم لا يستطيعون امعان النظر فيه لقوة مهابته ومزيد وقاره ومن ثم لم يصفه الا صغارهم او من كان في تربيته قبل النبوة كهند بن ابي هالة وسيدنا علي رضي الله عنهم ۔ (محمد الانسان الكامل ۴۰)	آپ کی کامل ہیبت و وقار کی وجہ سے کبار صحابہ میں یہ جرأت نہ تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر دیکھتے۔ یہی وجہ ہے آپ کا سراپا وہی صحابہ بیان کرتے ہیں جو اس وقت بچے تھے یا اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے زیرِ تربیت تھے ۔ مثلاً ہند بن ابی ہالہ رض اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

موسیٰ ۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کا نام ہے ، ہمت ۔ حوصلہ

اس شعر میں امامِ اہلِ محبت نے قصہ طور و معراج بیان کرتے ہوئے مقامِ کلیم اور مقامِ حبیب میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

واقعۂ طور

حضرت موسٰی علیہ السلام جب رب کریم سے بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا شرف ملا تو عرض کیا اے اللہ مجھے اپنا دیدار عطا فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ میرا دیدار نہیں کر سکتے۔ میں اس پہاڑ پر اپنی ایک تجلی کا اظہار کرتا ہوں اگر آپ اسے برداشت کر سکے تو پھر دیدار کا مطالبہ کرنا۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ۔

(الاعراف)

جب رب تعالیٰ نے پہاڑ پہ تجلی کا اظہار فرمایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسٰی بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو عرض کرنے لگے اے اللہ تو بلند تر ذات ہے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

واقعۂ معراج

معراج کی رات حضور آرام فرما تھے۔ جبریل امین کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ میرے محبوب کو لامکان کی بلندیوں پر معراج کی دعوت دو۔ چنانچہ سرورِ عالم کو معراج کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے عرش، جنت اور لامکاں کی بلندیوں تک عروج کے علاوہ اپنے دیدار و قرب کا وہ درجہ عطا فرمایا جو آپ کا ہی حصہ تھا۔

سورۃ النجم میں اس واقعہ کو نہایت ہی پیارے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ — پھر وہ قریب ہوا پھر اور قریب ہوا

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى
فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى
اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔
(النجم)

دو کمانوں کی مانند فاصلہ رہ گیا بلکہ اس
سے بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے
پر وحی فرمائی جو فرمانی تھی۔ جو کچھ دیکھا
دل نے اسے جھٹلایا نہیں کیا تم ان کی
دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور
انہوں نے اسے دوسری دفعہ سدرۃ
المنتہٰی کے پاس دیکھا اس کے قریب
جنت الماویٰ ہے۔ اس کو ڈھانپ
رکھا تھا جس نے ڈھانپا۔ نگاہ نہ جھپکی
نہ حد سے بڑھی۔

معراج کی رات جب سرورِ عالم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہی وہ ذات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار مختص فرمایا ہے حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا ہے تو انہوں نے فرمایا:

نعم جعل الكلام لموسى
عليه السلام والخلة لابراهيم
عليه السلام والنظر لمحمد
صلى الله عليه وسلم
(شہادۃ لا الٰہ الا اللہ، ۱۲۷)

ہاں، بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا شرف
حضرت موسیٰ علیہ السلام، خلیل ہونے
کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور
دیدارِ ذات کا شرف سرورِ عالم کے
لیے ہے۔

یہی وجہ ہے جب آپ معراج کے موقعہ پر پچاس نمازیں لے کر امت کے لیے آرہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی:

ارجع الیٰ ربک فاسألہ التخفیف فان امتک لا تطیق ذلک۔

اپنے رب کے حضور واپس جائیے اور کمی کا سوال کیجیے کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔

آپ فرماتے ہیں:

فلم ازل ارجع بین ربی و بین موسیٰ۔

میں اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا۔

یہاں تک پانچ نمازیں رہ گئیں،

اہلِ معرفت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس مبارک عمل کی جو حکمتیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی تھی اس میں کامیاب نہ ہوئے مگر شوقِ دیدار ہمیشہ تڑپاتا تھا۔

فلما تحقق ان سیدنا محمدا الحبیب منح الرؤیۃ و فتح لہ باب المزیۃ اکثر السوال لیسعد برؤیۃ من قد رأی (المواہب اللدنیۃ، ۳: ۱۱۰)

جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو زیارت کا شرف بخشا اور خصوصی کرم سے نوازا تو موسیٰ علیہ السلام نے بار بار واپسی کی درخواست کی تاکہ میں اس ذات کی زیارت کر لوں جس نے میرے رب کو دیکھا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے کہا موسیٰ علیہ السلام تجلی کی زیارت کی تاب نہ لا سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کو وہ حوصلہ وہمت دی کہ دیدارِ ذات کے موقعہ پر بھی بے ہوش نہ ہوئے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

مولانا اختر الحامدیؒ نے تضمین کی صورت میں شعر کا معنیٰ خوب واضح کیا

فرقِ مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی　　قصۂ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بیہوش، جلوؤں میں گم ہے کوئی　　کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

۱۰۳۔ گِردِ مہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال
بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام

۱۰۴۔ شورِ تکبیر سے تھرتھرائی زمیں
جُنبشِ جیشِ نُصرت پہ لاکھوں سلام

۱۰۵۔ نعرہ ہائے دلیراں سے بَن گونجتے
غُرّشِ کوسِ جُرأت پہ لاکھوں سلام

۱۰۶۔ وہ چقاچاقِ خنجر سے آتی صدا
مصطفےٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

گردِ مہ ۔ چاند کے اردگرد، دستِ انجم ۔ ستاروں کا جھرمٹ، رخشاں ۔ روشن، ہلال ۔ چاند، بدر ۔ مقام بدر، دفع ۔ دور کرنا، ظلمت ۔ تاریکی، شورِ تکبیر ۔ نعرہ ہائے تکبیر، جنبش ۔ حرکت و روانگی، جیش ۔ لشکر، نصرت ۔ مدد، دلیراں ۔ جرأتمند، بَن ۔ صحرا، میدان، غرش ۔ غرانا، کوس ۔ نقارہ، چقاچاق ۔ تلوار یا تیر لگنے کی آواز، صدا ۔ آواز،

صولت ۔ ہیبت ۔

ان اشعار میں سالار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات، جرأت و بہادری اور آپ کے صحابہ کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔

اسلام و کفر کا پہلا معرکہ

خصوصاً بدر کا ذکر اس لیے کیا کہ یہی وہ پہلا معرکہ ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کے لیے برپا کیا گیا۔ مسلمان تعداد اور اسلحہ کے اعتبار سے بے سروساماں اور کافر تین گنا زائد تعداد اور اسلحہ کے مالک تھے۔ ظاہری طور پر کافروں کی شکست کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مگر تاریخ شاہد ہے جب محمد عربی کے تربیت یافتہ اللہ اور اس کے دین کے شیدائی حق کی خاطر میدان بدر میں اترے تو کفر کو ایسی شکست ہوئی کہ اس کا تمام زور ٹوٹ گیا۔ تمام بڑے بڑے کافر ابوجہل، شیبہ، عتبہ اور امیہ بن خلف مارے گئے، اسلام کا جھنڈا بلند ہوگیا۔

گِرد مَہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال

ہادیٔ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ کافروں کا ایک عظیم لشکر مقام بدر میں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے آرہا ہے تو آپ نے لشکرِ اسلام کو خطاب کیا اور ان سے رائے لی۔ حضرت ابوبکر اور دیگر مہاجرین نے جاں نثاری کا اعلان کردیا لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف دیکھا کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوں گے، اس موقعہ پر دو انصاری صحابہ نے ــــــ جو گفتگو کی وہ من وعن کتب سِیر میں محفوظ ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت مقداد بن اسود نے

کھڑے ہو کر عرض کیا، ہم قوم موسیٰ نہیں جنہوں نے کہہ دیا تھا اے موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر جہاد کرو ہم یہاں بیٹھیں گے یا رسول اللہ!

کنا نقاتل عن یمینک وعن	ہم آپ کے دائیں، بائیں، سامنے
شمالک وبین یدیک و	اور پیچھے لڑیں گے۔ میں نے دیکھا کہ
خلفک فرأیت النبی صلی اللہ	حضور کا چہرۂ اقدس خوشی سے تمتما
تعالیٰ علیہ وسلم اشرق	اٹھا۔
وجہہ وسرہ	

(البخاری، کتاب المغازی)

صحابی کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت کا یہ مصرعہ پڑھیے: ع
"گرد مہ دست انجم میں رخشاں ہلال" ہر وقت صحابہ، مدنی چاند کے ارد گرد ستاروں کی مانند رہتے، اور یہ کیفیت میدانِ جہاد میں بھی قائم رہتی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے حضرت سعد بن عبادہ اٹھے اور عرض کیا آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں یا رسول اللہ!

والذی نفسی بیدہ لو امرتنا	قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے
ان نخیضھا البحر لاخضناھا	قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ سمندر
(المسلم، باب غزوہ بدر)	میں گھوڑے داخل کرنے کا حکم دیں گے
	تو ایسا کر گزریں گے۔

صحابۂ کرام کی یہ جرأت و بہادری آقائے دو جہاں کے فیض کرم کا صدقہ ہے۔

رحمتِ عالم کی سجدہ ریزی اور دعا

صحابہ کرام کا لشکر اگرچہ ظاہری سازو سامان سے لیس نہ تھا مگر حسنِ نیت، اخلاص

اور سرورِ عالم کی دعائیں انکے شامل حال تھیں۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے جب سرورِ عالم نے دیکھا کہ کافر مسلمانوں سے تین گنا زیادہ اور ان کے پاس اسلحہ وافر مقدار میں موجود ہے تو آپ نے رخِ انور قبلہ کی طرف کر لیا۔

ثم مد یدیہ یجعل یھتف بربہ اللھم انجزلی ما وعدتنی اللھم ات ما وعدتنی اللھم انک ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض

(مسلم، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ البدر)

پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر اپنے کریم رب کے حضور بڑے ہی الحاح کے ساتھ بار بار یہ دعا کی اے اللہ میرے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو آج پورا فرما۔ اے اللہ اپنے وعدے کیمطابق مجھے عطا فرما۔ اے اللہ اگر تو نے اس اسلامی لشکر کو ہلاک کر دیا تو تیری عبادت زمین پر نہیں ہوگی۔

بڑی دیر تک آپ کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ آپ کی چادرِ انور کاندھوں سے نیچے گر گئی۔ حضرت ابوبکر آگے بڑھے، چادرِ انور کاندھوں پر رکھی،

ثم التزمہ من ورائہ وقال یا نبی اللہ کفاک مناشدتک ربک فانہ سینجز لک ما وعدک فانزل اللہ عز وجل

(مسلم، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ البدر)

اور پیچھے سے آپ کو دونوں بازوؤں میں لے کر چمٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے پیارے نبی رب کے حضور آپ کی اتنی مناجات کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنا وعدہ ابھی پورا فرمائے گا۔ بس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمادیے۔

بدر کی تمام رات روتے ہوئے بسر ہوئی۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بدر کی رات ہم میں سے کسی نے نہ قیام کیا اور نہ ہی نوافل ادا کیے مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات آرام نہ فرمایا بلکہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت
تحت شجرۃ یصلی ویبکی	کے نیچے نماز ادا کرتے رہے اور روتے
حتی اصبح (الوفا ۲ : ۵۴۰)	رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی ۔

تلواروں کی آواز

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ان کے غلاموں کی مدد کے لیے جب فرشتے نازل کیے تو صحابہ کہتے ہیں ہم میں سے کوئی مسلمان کسی کافر کے پیچھے بھاگتا تو وہ ایک سوار کی آواز سنتا تو اچانک دیکھتا اس کافر کا سر تن سے جدا ہے ۔ سرور عالم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ فرشتوں کی مدد ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے ۔

مصطفےٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

ابی بن خلف مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں بلاناغہ روزانہ آٹھ دس سیر پختہ جوار کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر میں آپ کو قتل کر دوں گا ۔ آپ فرماتے اللہ کی مہربانی سے میں تجھے قتل کر دوں گا ۔

غزوہ احد میں زخمی حالت میں جب سرورِ عالم پہاڑ پر چڑھے تو ابی ابن خلف سامنے آکر کہنے لگا اے محمد اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا ۔ صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا فیصلہ کر دیں ۔ آپ نے اجازت نہ دی ۔ بذات شریف حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط خراش آئی ۔ لہو تک نہ نکلا ۔ لیکن گھوڑے سے گر گیا ۔ جب ساتھیوں نے اٹھایا تو اس نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم مجھے محمد

نے قتل کردیا۔ وہ کہنے لگا تو ایسے ہی دل چھوڑ گیا ہے۔ اس معمولی خراش کا کیا ڈر؟ کہنے لگا مکہ میں مجھے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوک ہی دیتے تو بھی میں مرجاتا۔ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جارہے تھے کہ راستے میں مقام سرف پر مرگیا۔ (غزوات النبی، ۱۱۲)

۱۰۷۔ ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں

شیرِ غرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

حمزہ۔ نبی اکرم کے چچا کا اسم گرامی، جانبازیاں۔ جاں نثار کرنا، غراں۔ دھاڑنے والا شیر، سطوت۔ دبدبہ

اس شعر میں حضور علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمات، بہادری پر سلام ہے۔ حمزہ نام، ابوعمارہ کنیت اور لقب سید الشہدا ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد چھٹے سال (حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے تین دن پہلے) اسلام لائے۔

اسلام لانے کا واقعہ

آپ کو بچپن سے ہی حضور علیہ السلام سے نہایت ہی محبت تھی۔ ایک دن آپ شکار پر گئے ہوئے تھے۔ واپ پر خادمہ نے بتایا کہ آج ابوجہل نے تیرے بھتیجے محمد کو نہایت ہی اذیت دی ہے جو ناقابلِ بیان ہے۔ اسی وقت حرم کعبہ میں پہنچے اور ابوجہل کے سر پر کمان دے ماری۔ اور اعلان کر دیا میں آج سے محمد عربی کے مشن کا معاون ہوں۔ پھر رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں نے ابوجہل سے آپ کا بدلہ و انتقام لے لیا ہے۔ رحمتِ عالم نے فرمایا چچا مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ عرض کیا آپ کی خوشی کس بات میں ہے؟

فرمایا مجھے اس وقت خوشی ہوگی جب تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ گے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول آج سے میں مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ نے فرطِ مسرت میں اپنے چچا کو گلے لگا لیا۔ اس سے مسلمانوں کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد دار ارقم کے دروازے پر تلوار لیے پہرہ دیتے تھے۔ جب حضرت عمر دار ارقم میں حاضری کے لیے آئے تو لوگ پریشان ہوئے کہ اب کیا بنے گا؟ آپ نے فرمایا مت گھبراؤ اگر عمر اچھے ارادے سے آیا ہے تو الحمد للہ اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار اور اسی کا سر ہوگا۔

اللہ و رسول کا شیر

یہی وہ آپ کی جرأت، بہادری اور شجاعت تھی جس کی بنا پر آپ کو اللہ و رسول کا شیر کہا جاتا تھا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ معجم بغوی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

مکتوب است نزد خدای عز وجل در آسمان ہفتم حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ

(مدارج النبوۃ ۲: ۲۹۰)

اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر یہ لکھا ہے کہ حمزہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔

سید الشہداء کا لقب

حضور علیہ السلام نے فرمایا حمزہ میرے بہترین چچا ہیں اور فرمایا:

سید الشہداء حمزۃ بن عبد المطلب

(مدارج النبوۃ ۲: ۲۹۰)

حمزہ بن عبد المطلب شہداء کے سربراہ ہیں۔

حمزہ کی جانبازیاں

میدان بدر میں اجتماعی جنگ سے پہلے جو واقعات پیش آئے ان کی طرف اشارہ

ہے۔

۱۔ مشرکین کی صف سے اسود بن عبد الاسد مخزومی جو نہایت ہی بد خلق تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا میں عہد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا، اسے ویران کر دوں گا یا مر جاؤں گا۔ ادھر سے حضرت حمزہ نکلے، اسود حوض تک پہنچنے نہ پایا کہ آپ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا ــــ وہ حوض کے اندر گر پڑا تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ حضرت حمزہ نے حوض میں اس کا کام تمام کر دیا۔

۲۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے اور چلا کر کہا اے محمد ہماری طرف اپنی قوم میں سے ہمارے برابر اور جوڑ کے آدمی بھیج۔ یہ سن کر حضور نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو مقابلے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے پوچھا تم کون ہو حضرت حمزہ نے بتایا میں اللہ اور اس کے نبی کا شیر ہوں حمزہ ہوں۔ یہ علی اور عبیدہ ہیں حضرت حمزہ نے عتبہ، حضرت علی نے ولید اور حضرت عبیدہ نے شیبہ کو ڈھیر کر دیا۔

اعلحضرت نے اپنی جاں بازیوں اور جاں نثاریوں پر سلام عرض کیا ہے۔

۱۰۸۔ الغرض اُن کے ہر مُو پہ لاکھوں درود
اُن کی ہر خُو و خصلت پہ لاکھوں سلام

۱۰۹۔ اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

مو۔ بال، خو و خصلت۔ عادت وادا، نسبت تعلق۔ واسطہ، نامی۔ مبارک۔

اس سے پہلے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس، سراپا اور اوصافِ کاملہ پر سلام عرض کیا گیا۔ اس کے اختتام پر عرض کیا کہ آقا کے ہر بال، ادا، عادت، نام، وقت، حالت، ساتھیوں اور آپ کی تمام اولاد بلکہ ہر اس شی پر سلام جس کی آپ کی طرف نسبت ہے۔ یعنی آپ کے شہر، سواری، لباس اور آپ کے استعمال میں آنے والی ہر شے پر سلام۔

بیمثل ہے ان کا اسمِ گرامی

آپ کے اسماءِ مبارکہ متعدد ہیں۔ بعض علماء نے ننانوے، بعض نے تین سو چالیس، بعض نے ہزار اور بعض نے ہزارہا جمع کیے ہیں۔ امام اہلِ محبت نے ان تمام پہ صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔

ان میں سے اعلیٰ و افضل اور ذاتی نام "محمد" ہے۔ یہ بے مثال نام آپ ہی کی بے مثال ذات کا ہے اس کا معنیٰ "وہ ذات جس کی بار بار اور کثرت کے ساتھ تعریف کی جائے"۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک "محمود" ہے اس کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی بات نہایت ہی خوبصورت انداز میں کہی ہے ؎

وضم الالٰہ اسم النبی الیٰ اسمہ — اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذو العرش محمود وھذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے پیارے کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرما دیا ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور یہ محمد ہیں)

آپ کا نام الہامی ہے

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب حضور علیہ السلام میرے شکم میں جلوہ افروز ہوئے تو مجھے آگاہ کیا گیا کہ یہ بچہ اس امت کا سربراہ ہے انجیل میں ان کا نام احمد اور فرقان میں محمد ہے۔

فاذا ولدته فسميه محمدًا — جب تیری گود میں یہ جلوہ افروز ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا۔

(دلائل لابی نعیم، ۱: ۱۳۶)

پس میں نے آپ کا نام محمد رکھا۔

آپ کے دادا جان حضرت عبد المطلب کے بارے میں بھی ہے کہ انہوں نے جب آپ کا عقیقہ کیا اور محمد نام رکھا تو لوگوں نے کہا ان کا نام تو نے اپنے آباؤ اجداد کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ تو انہوں نے فرمایا

اردت ان يحمده الله فى السماء و يحمده الناس فى الارض — میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ آسمان پر اور مخلوق زمین پر ان کی تعریف کرے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱: ۹۳)

تمام انسانیت کا وسیلہ، نامِ محمدؐ

یہ تمام کائنات آپ ہی کے نام کا صدقہ ہے۔ سیدنا آدم سے لے کر تا قیامت اور بعد از قیامت اسی نام کا صدقہ، اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو انہوں نے اسی مبارک و مقدس نام کا واسطہ اللہ تعالی کے حضور پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تم نے محمد کے بارے میں کیسے جانا؟ عرض کیا یا اللہ تیرا نام نہایت ہی بابرکت ہے، جب

تو نے مجھے پیدا فرمایا

رفعت راسی الی عرشك فاذا فیہ مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندك قدرًا مما جعلت اسمہ مع اسمك۔

میں نے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر تحریر تھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں اسی وقت جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ہستی سے بڑھ کر عظیم کوئی نہیں ہو سکتا جن کا نام اس کے ساتھ متصل ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یادم انہ اخر النبیین من ذریتك ولولاہ یادم ماخلقتك
(الطبرانی الصغیر، ۲: ۸۲)

اے آدم یہی وہ شخصیت ہیں جو آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہوں گے اور اے آدم اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

(حضرت آدم اگر آپ کا اسم گرامی بطور وسیلہ پیش نہ کرتے تو ان کی توبہ قبول نہ ہوتی اور نہ ہی حضرت نوح طوفان سے نجات پاتے)

آپ کا نام صرف عرش پر ہی نقش نہیں، لوح محفوظ، جنت اور حوران بہشتی بلکہ کائنات کی ہر شی کا حسن اسی نام سے ہے۔

لوحِ محفوظ کی پیشانی کا جھومر۔ نامِ محمد

سیدنا ابنِ عباس سے لوحِ محفوظ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ چمکدار موتیوں سے بنا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے اور چوڑائی مشرق و

مغرب کے فاصلے کے برابر ہے ۔ اس کے اطراف میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں ۔ اس کا قلم نوری اور اس کی پیشانی پر یہ الفاظ نقش ہیں ۔

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ دینہ الاسلام و محمد عبدہ و رسولہ ۔

اللہ کی ذات وحدہ لاشریک ہے اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے محمد اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں ۔

(روح المعانی ، ۳۰ : ۱۰۷)

مشہور مفسر قرآن امام قرطبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے یہ کلمات نقل کیے ہیں :

اول شیٔ کتبہ اللّٰہ تعالیٰ فی اللوح المحفوظ انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا محمد رسولی ۔

سب سے پہلے لوح محفوظ پر جو الفاظ لکھے گئے وہ یہ تھے میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے رسول ہیں ۔

(القرطبی ، ۱۹ : ۲۹۸)

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے

امام ابو نعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ما فی الجنۃ شجرۃ علیھا ورقۃ الا مکتوبۃ علیھا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

جنتی درخت کے ہر پتے پر یہ تحریر ہے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں ۔

(الریاض الانیقۃ ، ۴۹)

جگ ہویا سوہنا تیرے ناں نال سوہنیا

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاریؒ آپ کے اسم گرامی کے بارے میں روایات اور

مختلف واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور اور پتھر دیکھے جن پر حضور کا نام نقش تھا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ظاہر و باطن تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف سے ہے اس لیے ان کا مشاہدہ بھی اہلِ کشف ہی کر سکتے ہیں اور بہت سے اہلِ کشف نے یہ بیان کیا ہے کہ

ان اسمه سبحانه و تعالیٰ	اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا مبارک نام
علی اسم رسول الله صلی	اور اس کے ساتھ نبی اکرم کا نام
الله علیه وسلم مرسوم	کائنات کی ہر شئی فرشتہ، فلک، زمین
علی کل شیئ من ملك و	عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات
فلك و بناء و سماء و فرش	درخت پھل وغیرہم پر نقش ہے لیکن
و عرش و حجر و مدر	اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ
و شجر و ثمر و نحو ذلك	وہ اس منظر سے آگاہ ہیں۔ اسے اللہ
و لکن اکثر الخلق لا یبصرون	تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے حوالے
تصویرهم و نظیر قوله	سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر شئی اللہ تعالیٰ
سبحانه و تعالیٰ و ان من	کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ
شیئ الا یسبح بحمده	نہیں سکتے۔
و لکن لا تفقهون تسبیحهم	(شرح الشفا ۱: ۸۰۳)

کسی نے پنجابی میں کیا خوب کہا:

کیڈا سوہنا ناں تیرا مدنی من موہنیا — جگ ہویا سوہنا تیرے ناں نال سوہنیا
عظمتاں نئیں سمجھیاں سودایاں تیرے ناں دیاں — ہر پاسے پیاں نے دھاٹیاں تیرے ناں دیاں

آپؐ کی مبارک نسبت

اللہ کے حبیب کے ساتھ جو بھی نسبت ہو اس پر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کافر کو یہ تعلق نصیب ہوا۔ تو اسے بھی اس کی برکات میں سے حصہ ملے گا۔ رہا یہ سوال کہ کافر کا کوئی عمل بھی قابلِ اجر نہیں تو اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ ہر وہ عمل جس کا تعلق رسولِ خدا سے ہے وہ رائیگاں نہیں جائے گا اور یہ آپ کا خاصہ ہے اس بات کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔

عذابِ ابوطالب میں تخفیف

آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی بے مثال خدمت کی۔ جب وہ فوت ہوئے تو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں ابوطالب کو کچھ نفع ہوا۔ انہوں نے آپ کی خاطر اپنی ذات پر لوگوں کے ظلم سہے اس پر آپ نے فرمایا:

نعم ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل

(ہاں (انہیں فائدہ ہوا ہے) ان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی ہے اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوتے۔)

(المسلم ۱: ۱۱۵)

عذابِ ابولہب میں تخفیف

ابولہب کے فوت ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا میں سخت عذاب میں ہوں کبھی راحت نہیں ملتی۔

الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین۔

لیکن سوموار کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

وجہ تخفیف حضرت عباس نے جو بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ سوموار کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی۔ اس نے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا کہ اس کے عذاب کو ہلکا کر دیا۔ (فتح الباری، ۹: ۱۴۵)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عباس نے وجہ تخفیف خواب میں بیان نہیں کی بلکہ بیداری میں کی ہے۔

محدثین کی تصریحات

انہی روایات کے پیش نظر محدثین نے تصریح کی ہے کہ ہر وہ عمل خیر جس کی نسبت حضور کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

امام کرمانی اعمال کفار پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ہوگا۔ البتہ

العمل الصالح والخیر الذی یتعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم مخصوصا من ذلک کما ان اباطالب ایضا ینتفع بتخفیف العذاب (الکرمانی، ۱۹: ۷۹)

کافر کا وہ عمل و بھلائی جس کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو اس پر اس کو اجر و ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ ابو طالب کے عذاب میں کمی آپ کی خدمت کی وجہ سے ہوئی۔

علیہ وسلم مخصوص من ذلک بدلیل قصة ابی طالب حیث خفف عنه فنقل من الغمرات الی ضحضاح
(عمدۃ القاری ۲۰ : ۹۵)

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس پر یہ حدیث شاہد ہے کہ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی انہیں نچلے درجے سے تھوڑے عذاب میں منتقل کر دیا۔

سب سے بہتر وقت

اوقات میں سب سے بہتر وقت وہ ہے جو آپ کی ظاہری حیات کا تھا کیونکہ اس وقت نے آپ کی صحبت سے فیض پایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ سرور عالم نے فرمایا

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔
(الترمذی، باب ما جاء فی فضل من رای النبی)

سب سے بہتر لوگوں کا زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد کے لوگوں کا پھر اس کے بعد کے لوگوں کا۔

یہی وہ وقت تھا جس میں اللہ تعالیٰ کا وہ مبارک کلام وحی کی صورت میں صبح و شام حضور کے قلب اقدس پر جبریل امین لے کر آتے تھے جو تا قیامت انسانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

اس حسین وقت کی یادیں

صحابہ کرام ہمیشہ اس مبارک وقت کا تذکرہ کیا کرتے۔ آپ کی صحبتوں، شفقتوں اور مہربانیوں کی جب یاد آتی تو زار و قطار رونے لگ جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے مرض وصال کے دنوں میں انصار اکٹھے ہو کر رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا گذر ہوا اور پوچھا رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا:

ذکرنا مجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا۔	ہمیں حضور کے ساتھ گزارے ہوئے دن یاد آرہے ہیں۔

یعنی ان پرکیف لمحات کو یاد کر رہے ہیں جب اللہ کے حبیب ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوتے، اب وصال کے بعد ہمارا کیا بنے گا؛

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر صدیق نے سیدنا فاروق اعظم سے کہا چلیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ملاقات کر آئیں کیونکہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں حضرات ان کے ہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ پوچھا آپ کیوں روتی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے ہاں ایسے مقام پر ہیں جو اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ یہ سن کر حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

انی لاعلم ما عند اللہ تعالیٰ خیر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء	یہ میں بھی جانتی ہوں کہ وہاں آپ اعلیٰ مقام پر ہیں لیکن میں اس لیے روتی ہوں کہ ہم اللہ پاک کی عظیم نعمت وحی سے محروم ہو گئے جو آپ کے سبب صبح و شام میسر آتی تھی۔
(سیدنا محمد رسول اللہ ۱۰۳)	

جب ان حضرات نے یہ بات سنی تو وہ حسین یادیں ان کے سامنے بھی آگئیں۔ اس پر وہ دونوں بھی رو دیئے۔

وصال حبیب کے بعد حضرت انس اپنی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ما من ليلة الا و انا ارى فيها حبيبى صلى الله عليه وسلم ثم يبكى۔

کوئی ایسی رات نہیں جب مجھے پیارے آقا کی زیارت نہ ہوتی ہو (یہ کہہ کر) زار و قطار رونے لگ جاتے۔

(سیرۃ محمد رسول اللہ، ۴۱۲)

عاصم بن محمد اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ہجر و فراق میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عالم تھا کہ

ما سمعت ابن عمر ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ابتدرعیناہ تبکیان۔

جب بھی ان کے سامنے محبوب خدا کا حسین تذکرہ ہوتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے۔

(ایضاً)

آپ کی ہر حالت مبارک ہے

شعر کے تحت آپ کی مبارک اداؤں کا ذکر قرآن کے حوالے سے گذرا۔ اعلحضرت نے یہاں آپ کی خو و خصلت اور حالت کا تذکرہ کیا یعنی آپ کے تمام اخلاق حسنہ پر سلام ہو۔

قرآن مجید نے آپ کے اخلاقِ کریمہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم: ۵)

اے حبیب آپ اعلیٰ کردار کے مالک ہو

آپ کا اخلاق تعلیماتِ قرآنی کا سراپا تھا

آپ اخلاقِ حسنہ کے اس عظیم درجہ پہ فائز ہیں گویا آپ سراپا قرآن ہیں۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے

فرمایا :

کَانَ خلقه القرآن یغضب — آپ کا اخلاق سراپا قرآن اس کی ناراضگی

بغضبه و یرضی لرضاه ۔ — پر ناراض اور اس کی خوشی پر خوش ہوتے۔

یعنی قرآن کی تعلیمات کا سراپا اور ان کا بے مثال مظہر دیکھنا کسی نے دیکھنا ہو تو وہ محمد عربی کے اقوال و افعال کو دیکھ لے جسے قرآن و سنّت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تاقیامت محفوظ فرما دیا ہے۔

آپ کے اس اعلیٰ کردار کو قرآن نے "اسوہ حسنہ" کا نام دیا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ (الاحزاب) — یقیناً تمہارے لیے اللہ کا رسول اسوۂ حسنہ ہے۔

اہم نوٹ جس طرح ہر مسلمان پر آپ کی سیرت پر چلنا لازم و ضروری ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ کامل سیرت صرف اور صرف آپ ہی کی ہے اور یہی اسوہ، اسوۂ حسنہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی سیرت اسوۂ نہیں ہوسکتی بلکہ ہر کسی کی سیرت کو اس سیرتِ مبارکہ کے آئینہ میں دیکھا جائے گا اگر وہ اس کے مطابق ہے تو اچھی ہے۔ ورنہ مسترد کردی جائے گی۔ امتِ مسلمہ کا آج یہ المیہ ہے کہ وہ ہر ایرے غیرے کی سیرت کو کامل سمجھ کر اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہوئے زندگی ضائع کر دیتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کاش ہم ان خود تراشے ہوئے بتوں سے بالاتر ہو کر اللہ کے حبیب کی صورت و سیرت کو اپنائیں تاکہ دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب ہو۔

۱۱۰ ۔ اُن کے مَولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود

اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

مولیٰ ۔ اللہ تعالیٰ ، اصحاب ۔ ساتھی ، عترت ۔ اولاد

آپ نے اس آیتِ مبارکہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پر ہر وقت درود وصلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون	یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم
علی النبی یایھا الذین امنوا	پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی
صلوا علیہ وسلموا تسلیما	ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔

(الاحزاب)

اللہ تعالیٰ نے درود وصلوٰۃ میں آپ کو کسی کا محتاج نہیں رکھا جو بھی آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرے گا اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔

درود وسلام کی فضیلت

سرورِ عالم کا ارشاد ہے جس نے مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ وسلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ دس گناہ معاف اور دس درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اولی الناس بی یوم القیامۃ	قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے
اکثرھم علی صلوۃ	زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود
	وسلام پڑھنے والا ہوگا۔

اس سے بڑھ کر امتی کو کیا مرتبہ چاہیئے کہ اسے ہر مقام پر اپنے آقا کا قرب نصیب ہو جائے اور اسکے حصول کا ذریعہ بھی درود وسلام ہی ہے۔

درود وسلام اور قبولیتِ دعا

اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل اتنا محبوب و پسندیدہ ہے کہ اس کے بغیر وہ کسی کی دعا قبول

ہی نہیں فرماتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

ان الدعاء موقوف بین	دعا زمین و آسمان کے درمیان لٹکی
السماء والارض لا یصعد	رہتی ہے اس وقت تک اوپر نہیں جاتی
منها شئی حتی تصلی علی نبیك	جب تک آپ کی خدمت میں صلوۃ وسلام
(مشکوۃ المصابیح ، باب صلوۃ علی النبی)	نہ عرض کیا جائے۔

اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، یعنی دعا کی قبولیت کہاں اس کے لیے آسمان اور رحمت کے دروازے ہی نہیں کھلتے جب تک اللہ کے حبیب کی خدمت میں صلوۃ وسلام نہ پڑھا جائے۔

اصحاب نبی کا مقام

وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی حالت میں اللہ کے حبیب کو ایک نظر دیکھ لیا وہ صحابی کہلائے۔ ان کا مقام و مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ تمام دنیا کے ابدال ، اقطاب اور اولیاء ان کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے اپنی جان و مال ہر شے وقف کر دی۔ حضور علیہ السلام کے مبارک مقدس مشن کی اپنے خون سے آبیاری کی۔ یہی وہ دل تھے جو حضور کے بعد اللہ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

۱۱۱۔ پارہ ہائے صُحُف غُنچہ ہائے قُدس
اہلِ بیتِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

۱۱۲۔ آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

۱۱۳۔ خونِ خیر الرُّسل سے ہے جن کا خمیر!
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے۔ ٹکڑے، اوراق، صحف۔ صحیفہ کی جمع، مقدس کتاب، قدس۔ مقدس و پاک، اہلِ بیت۔ گھر والے، آب۔ پانی، تطہیر۔ پاکیزگی، جمے۔ اُگے، ریاض۔ باغ، نجابت۔ عمدہ، خیر الرسل۔ نبی اکرم، خمیر۔ اصل، بے لوث۔ عیب سے پاک، طینت۔ خلقت و طبیعت۔

یہاں سے حضور علیہ السلام کی اہلِ بیت نبوی پر سلام شروع ہو رہا ہے جن کے حق میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ	اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ
عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ	تم سے گندگی کو دور کر کے تمہیں نہایت
یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا	ہی پاکیزہ بنائے۔

(الاحزاب)

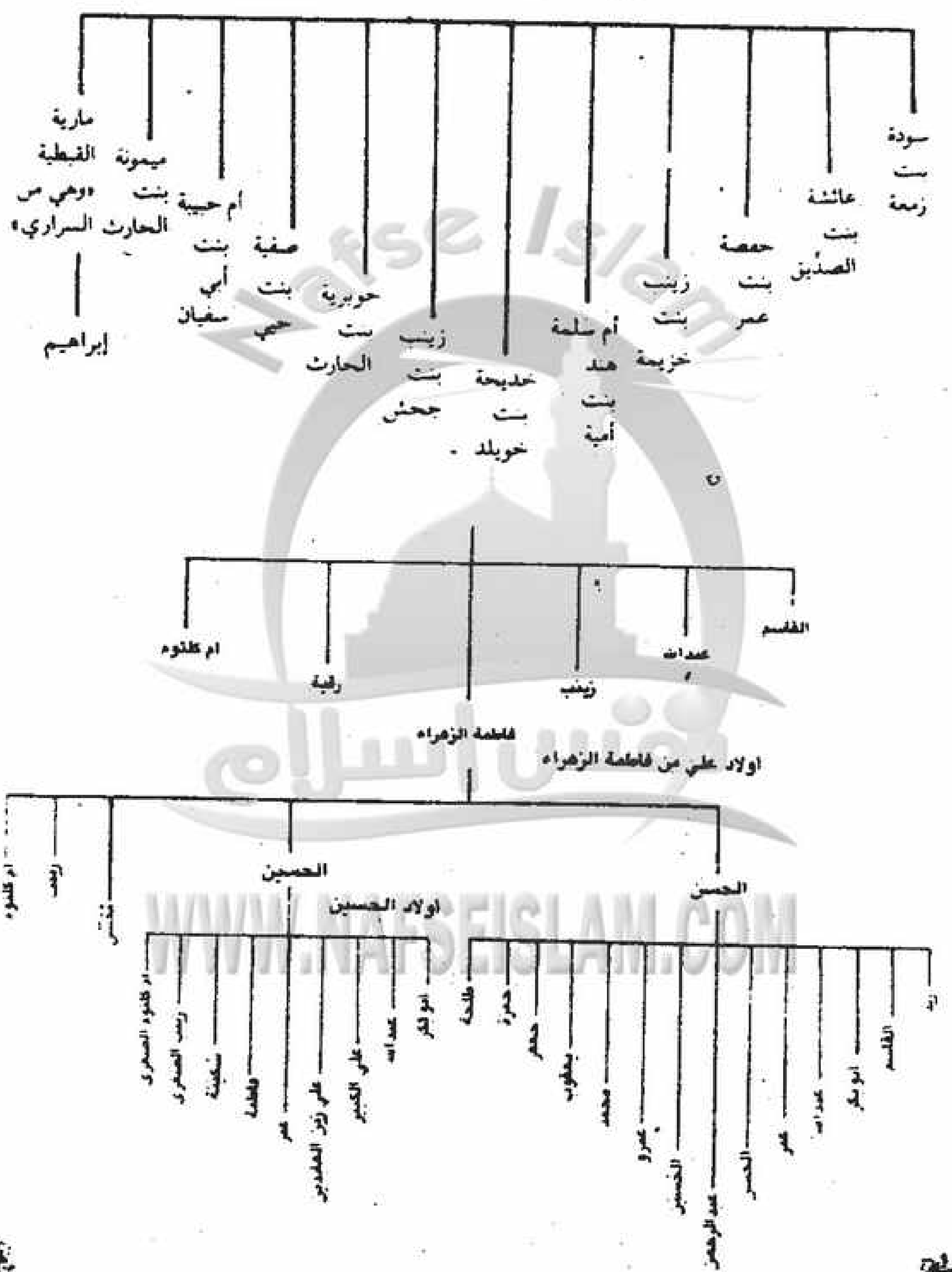
دوسرے شعر میں "آبِ تطہیر" سے اسی آیتِ مبارکہ کی طرف اشارہ ہے۔

اہلِ بیتِ نبوی کون ہیں

اہلِ بیتِ نبوی میں آپ کی ازواجِ مطہرات، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور دیگر صاحبزادیاں، امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ یہاں صرف بیٹیاں اور نواسے مراد ہیں کیونکہ ازواجِ مطہرات اور خلفاء پہ آئندہ اشعار میں سلام آرہا ہے۔

سامنے نسوبر ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کی کتاب علموا اولادکم محبة ال بیت النبی سے اہلِ بیتِ نبوی پہ نقشہ کا عکس دیا جارہا ہے۔

زوجاته وأولاده وأحفاده ﷺ



اہلِ بیت نبوی کا قرآن و سنت میں مقام

اہلبیت کے بارے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نہایت ہی قابل توجہ ہیں :

۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب اس دنیا سے رخصت ہو جاؤنگا۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و اهل بیتی۔	میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اپنے اہل بیت۔

(المسلم۔ باب فضائل علی)

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

والذی نفسی بیده لایبغضنا اهل البیت احد الا ادخله الله النار	قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اہل بیت کے ساتھ جو بھی بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا

(المستدرک، ۳ : ۱۵۰)

۳۔ ایک دن حضرت ابوذر غفاری نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے فبھا ورنہ جان لو میں ابوذر ہوں، میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من قومه من رکبها نجا من تخلف عنها غرق۔	میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

(المستدرک، ۳ : ۱۵۰)

۱۱۴۔ اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفےٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

۱۱۵۔ جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

۱۱۶۔ سیّدہ، زاہرہ، طیّبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

بتول۔ لقب سیدہ، پارہ۔ حصہ ٹکڑا، حجلہ۔ پالکی، آرائ۔ سنوارنے والی، آنچل۔ سر کا کپڑا، مہ۔ چاند، مہر۔ سورج، ردا۔ چادر، نزاہت۔ پاکیزگی، سیدہ۔ سردار، زاہرہ۔ تر و تازہ پھول، طیبہ۔ پاکیزہ، جان۔ دل، احمد۔ حضور کا اسم گرامی، راحت۔ سکون۔

پہلے اشعار میں اہل بیتِ نبوی پر اجتماعی طور پر سلام تھا۔ یہاں سے ایک ایک فرد کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ سلام عرض کیا جا رہا ہے۔ آپ کی اولادِ اطہار میں سے سب سے اعلیٰ و ارفع سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات ہے۔ لہٰذا ان ہی سے ابتدا کی گئی ہے۔ احادیث و روایات میں سیدہ کے جن مقاماتِ عالیہ کا تذکرہ ہے ان اشعار میں ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔

حضور کی نظر میں آپ کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ نہایت ہی محبت و پیار تھا۔ جتنی شفقت انہیں حاصل تھی کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا، حضور علیہ السلام کو سب سے زیادہ کس کے ساتھ

فاطمۃ۔ قیل من الرجال ؟ وہ فاطمہ ہے۔ پوچھا گیا مردوں میں

قالت زوجھا۔ (الترمذی باب مناقب فاطمہ) کون؟ فرمایا ان کے شوہر (علی)۔

بتولِ جگر پارۂ مصطفٰے

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے بارے میں فرمایا:

فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی ۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرتا ہے اس نے مجھے ناراض کیا۔

(البخاری، مناقبِ فاطمہ)

سیدۃ نساء العالمین

آپ کو یہ لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا تم کب سے حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے؟ میں نے عرض کیا تو سخت ناراض ہوئی اور فی الفور آپ کی بارگاہ میں پہنچکر نمازِ مغرب آپ کی اقتداء میں ادا کرنے اور اپنے لیے دعا کی درخواست کرنے کا حکم دیا۔ میں نے نمازِ مغرب آپ کی اقتدا میں پڑھی۔ آپ مغرب کے بعد نماز ہی میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں ایک شخص آپ کو ملا۔ اس نے آپ سے سرگوشی کی اور چلا گیا۔ آپ پھر چلے۔ میں بھی پیچھے ہی تھا۔ آپ نے چلنے کی آہٹ محسوس فرما کر

میری طرف توجہ کی اور فرمایا کون؟ عرض کیا حذیفہ بن یمان فرمایا: حذیفہ کیا معاملہ ہے؟ والدہ کی درخواست عرض کی فرمایا: اللہ تجھے اور تیری والدہ کو بخش دے پھر فرمایا: تو نے راستے میں ملنے والے شخص کو دیکھا؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ تھا جو پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ آج میرے رب کا سلام اور یہ پیغام لے کر آیا تھا۔

ان الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وان فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین۔

حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار اور فاطمہ تمام جہانوں کی خواتین کی سربراہ ہیں۔

(الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین)

آپ کے انہی ارشادات کے پیشِ نظر متعدد محدثین، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرکشی اور امام مناوی رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ آپ تمام خواتین حتی کہ حضرت مریم سے بھی افضل ہیں۔ امام مناوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال جمع من السلف والخلف لا تعدل ببضعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ہم حضور کے جسم کے ٹکڑے کے برابر کسی کو قرار نہیں دے سکتے۔

(الشرف المؤبد، ۷۷)

زاہرہ کی وجہ تسمیہ

آپ کو زاہرہ کہنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئیں ہیں۔ ان میں سے اہم یہ ہے کہ آپ جنتی خواتین کی طرح حیض سے محفوظ تھیں۔ امام نبہانی آپ کے خصائص میں بیان کرتے ہیں:

انها لاتحیض وکانت اذا ولدت طهرت من نفاسها ساعۃً حتی لاتفوتہا صلاۃ ولذلک سمیت الزهرا۔ (الشرف المؤبد ۰۵۵)

آپ کو حیض نہیں آتا تھا۔ جب آپ کے بچہ پیدا ہوتا تو اسی وقت پاک ہو جاتیں حتی کہ کبھی آپ کی نماز قضا نہ ہوتی اسی وجہ سے آپ کو زہرا کہا جاتا ہے۔

بتول کی وجہ تسمیہ

زہرا کی طرح آپ کا ایک لقب بتول بھی ہے۔
بتل کا معنی "کٹ جانے" کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ (المزمل)

اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور تمام سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ

بتول کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ نے تمام مقاماتِ عالیہ کے مالک ہونے کے باوجود دل کو دنیا سے منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف پھیر لیا تھا۔

جانِ احمد کی راحت

آپ کے ساتھ حضور کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی عدم ملاقات پر بے چین ہو جاتے۔ اس لیے اکثر ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور کافی دیر تک آپ کے ہاں تشریف فرما رہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس گہرے تعلق و محبت کے بارے میں بیان کرتی ہیں

اذا دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام

جب آپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آتیں تو حضور استقبال کے لئے کھڑے

اليها فقبلها و اجلسها فی مجلسه وكان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها

(الترمذی، باب فضل فاطمہ)

ہوتے، چومتے اور اپنے مقام پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور ان کے گھر تشریف لاتے تو کھڑے ہو کر استقبال کرتیں آپ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

آپ سفر پر جاتے وقت حضرت فاطمہ کے ہاں جاتے۔ جب آپ واپس تشریف لاتے تو پہلے ان کے ہاں جاتے، اس کے بعد ازواج مطہرات کے ہاں تشریف آوری ہوتی۔ ایک مرتبہ ازواج میں سے کسی نے رشک کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

ان فاطمة الزهراء احب اهل بیتی الی۔

(مسند احمد، ۱ : ۱۵۵)

فاطمہ زہرا مجھے تمام گھر والوں میں محبوب ہے۔

حضور کی صورت و سیرت کا مکمل نمونہ

حضور علیہ السلام کے خون اقدس کی برکت، تربیت اور فطرت سلیمہ کی وجہ سے آپ سراپا زہد و تقویٰ تھیں۔ آپ محنت و جد وجہد، دنیا سے بے رغبتی اور شریعت کی پیروی میں اپنے والد گرامی کی مکمل تصویر، رہن سہن، چال ڈھال میں کامل نمونہ تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بیان کرتی ہیں:

ما رأيت احدًا اشبه سمتًا ودلًا وهديًا برسول الله صلی الله علیه وسلم منها فی

میں نے بیٹھنے، اٹھنے، چال ڈھال اور برتاؤ میں فاطمہ سے بڑھ کر حضور کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

قیامها وقعودها من فاطمه
بنت رسول الله
(الترمذی، باب فضل فاطمہ)

حضور کی تربیت

حضور علیہ السلام نے اپنی اولاد کی جس مثالی انداز میں تربیت فرمائی تھی اس کی ایک جھلک کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام اپنی بیٹی فاطمہ کے گھر تشریف لائے میں آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت فاطمہ کے گلے میں جو سونے کا ہار تھا اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فاطمہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ مجھے ابوالحسن (علی) نے دیا ہے اس پر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ:

ایسرك ان یقول الناس	کیا تجھے یہ پسند ہے لوگ کہیں یہ دیکھو
هذه فاطمة بنت محمد	محمد کی بیٹی کے گلے میں آگ کی زنجیر
وفی جیدها سلسلة من	ہے۔
نار۔	

یہ کہہ کر حضور واپس تشریف لے گئے تو سیدہ فاطمہ نے اس ہار کے عوض غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ جب آپ کو اطلاع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا۔

الحمد لله الذی نجی فاطمة	تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے فاطمہ
من النار (النسائی، باب الزینة)	کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

ذرا غور کیجئے وہ ہار جائز کمائی سے بنایا گیا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے لیے اتنی آرائش کو بھی پسند نہ فرمایا۔ اسی تربیت کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ ہو۔

سیدنا ابوہریرۃ اور اُن کی بیٹی کا مکالمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے گھر میں سونے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی اکلوتی بیٹی نے کہا: ابا جان میری سہیلیاں سونے کے زیورات پہنتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں کہ تمہارے ابو تیرے لیے زیورات کیوں نہیں خریدتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے فرمایا۔ بیٹی!

قولی لھن ان ابی یخشی علی حر اللھب۔ — ان سے کہو میرے والد دوزخ کے شعلوں کی گرمی سے ڈرتے ہیں۔

پھر بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا:

لا تلبسی الذھب فانی اخشی علیك حر اللھب۔ — سونا نہ پہن میں تجھ پر آگ کی گرمی سے ڈرتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ، ۸: ۱۱۱)

آئیے ہم سب اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا ہم دنیا کے بندے نہیں؟ کیا ہم نے دنیا کی زیب وزینت کو اپنا مقصود اور منزل نہیں بنا لیا؟ کاش ہمارا دل دنیا سے نفرت کرے اور اس میں اللہ ورسول کی محبت جاگزیں ہو جائے۔

چکی پیس پیس کر ہاتھوں پر چھالے

آپ کے شوہر حضرت علی کے بارے میں بھی معلوم ہے کہ انہوں نے مال کا جمع کرنا اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ آپ فرمایا کرتے ہم پر زکوٰۃ کیسے لازم آئے گی ہم نے کبھی جمع ہونے ہی نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ جب ان کے ہاں گئیں تو تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے علاوہ چکی پیسنا، پانی لانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کا کام خود

کیا کرتیں۔ حضرت علی رضی اللہ نے ایک مرتبہ حضرت ابنِ مسعود سے کہا کہ تمہیں فاطمہ کے بارے آگاہ کرتا ہوں جو حضور کو سب سے محبوب ہیں۔ میرے ہاں ان کا عالم یہ تھا

فجرت بالرحی حتی اثرت فی یدھا واستقت بالقربۃ حتی اثرت فی نحرھا وقیمت البیت حتی اغبرت ثیابھا و اوقدت القدر حتی دکنت ثیابھا وخبزت حتی تغیر وجھھا۔

(ابوداؤد، کتاب الادب)

چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں پر نشان، مشکیزہ اٹھانے سے سینے، گھر کی صفائی اور ہانڈی روٹی سے کپڑوں پر نشان پڑ جاتے۔ بعض اوقات کھانا پکاتے وقت ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

فاطمہ! اصحابِ صُفّہ کا حق پہلے ہے

انہی حالات میں حضور کے پاس کچھ غلام آئے۔ میں نے فاطمہ سے کہا آپ سے درخواست کرو کہ ہمیں ایک خادم مل جائے۔ آپ میرے کہنے پر گئیں مگر حیا کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد میں خود گیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے دونوں کو بلا کر فرمایا:

لا واللہ لا اعطیکما وادع اھل الصفۃ تطوی بطونھم لا اجد ما انفق علیھم ولکن ابیعھم و انفق علیھم اثمانھم

(فتح الباری، ۱۱: ۱۲۱)

خدا کی قسم میں یہ نہیں کر سکتا کہ تمہیں خادم دوں اور اصحابِ صفّہ کو حالتِ بھوک میں چھوڑ دوں۔ میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں میں انہیں بیچ کر اہلِ صفّہ پر خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

تسبیحات کی تعلیم

شام کو ہمارے ہاں آپ تشریف لائے۔ سردی کا موسم تھا۔ ہم دونوں پر ایک ہی چادر تھی وہ بھی اس قدر کہ اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے۔ یہ تمام معاملات دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ دن میں تم میرے پاس خادم لینے آئے تھے میں تمہیں ایک ایسا وظیفہ نہ بتا دوں جو تمہارے اس سوال سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ فرمایا مجھے یہ عمل جبرئیل امین نے بتایا ہے۔ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ، الحمد للہ ، اللہ اکبر بیس بیس دفعہ اور سونے سے پہلے یہی الفاظ تینتیس تینتیس دفعہ پڑھ لیا کرو یہ فرما کر آپ واپس ہو گئے۔

(البخاری ، باب عمل المراۃ فی بیت زوجھا)

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے

یہ آپ کے پیکر حیاء اور پردہ و حجاب کا ذکر ہے۔ آپ کی ظاہری حیات میں پردہ کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ آپ کی درج ذیل وصیت اور واقعہ سے لگائیے۔ حضرت اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آیا فرمایا اسماء مجھے چار پائی پر نہ اٹھانا، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ مجھ پر بھی اسی طرح کپڑا ڈال کر لے جایا جائے جس سے اعضاء کا اظہار ہو۔ میں نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ کے لیے میں اسی طرح بناؤں گی جس طرح حبشہ میں بنائی جاتی ہے۔ فرمایا مجھے آپ بنا کر دکھائیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ میں نے کھجور کی شاخیں اکٹھی کر کے جب بنایا اور آپ نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ میں نے اس سے پہلے آپ کو تبسم کی حالت میں نہیں دیکھا۔ فرمایا: یہ مجھے پسند ہے۔

سترك الله كما سترتني اذا ‏ ‏ اللہ تعالیٰ تجھے ڈھانپے جس طرح تو

مت فغسلینی انت و علی و لا یدخلن احد علی ۔ (الدارقطنی، ۱: ۱۹۴)

نے مجھے دکھا دیا ہے ۔ تو اور علی مجھے غسل دو کسی اور کو داخلے کی اجازت نہیں ۔

نگاہیں جھکاؤ محمدؐ کی بیٹی تشریف لا رہی ہے

یہی وہ آپ کا مقام حیا و عصمت ہے جس کی وجہ سے جب آپ کی میدان حشر میں تشریف آوری ہوگی تو تمام اہلِ محشر سے کہا جائے گا اپنی اپنی نگاہیں جھکا لو محمدؐ کی بیٹی طیبہ طاہرہ بیٹی کی سواری گزر رہی ہے ۔

امام نبہانیؒ لکھتے ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اہل عرش میں سے ایک آواز دینے والا کہے گا ۔

یا اھل الجمع نکسوا رؤوسکم و غضوا ابصارکم حتی تمر فاطمۃ بنت محمد علی الصراط الجنۃ (الشرف المؤبد لآل محمد، ۵۴)

اے اہلِ محشر تمام سر جھکاؤ، آنکھیں نیچی کر لو کہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہ پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہو جائے ۔

حضرت ابو ایوب سے اس منظر کے بارے میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں ۔

فتمر مع سبعین الف جاریۃ من الحور العین کمر البرق ۔

(الشرف المؤبد، ۵۴)

آپ ستر ہزار حوران بہشتی کے جلو میں بجلی کی طرح تیز رفتاری سے گذر جائیں گی ۔

۱۱۷۔ وہ حَسن مُجتبیٰ سَیّدُ الأَسخِیاء

راکبِ دوشِ عزّت پہ لاکھوں سلام

۱۱۸۔ اَوجِ مِہرِ ہُدٰی مَوجِ بحرِ نَدٰی

رُوحِ رُوحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

۱۱۹۔ شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبیؐ

چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

مجتبیٰ۔منتخب ، سیدالاسخیا۔سخیوں کے سردار ، راکب۔سوار ، دوش۔ کندھا ، اوج۔بلندی ، مہر۔سورج ، ہدٰی۔ہدایت ، بحر۔سمندر ، ندٰی۔سخاوت ، روح۔راحت ، شہد۔نہایت میٹھا شیرہ ، خوار۔پینے والا ، لعاب۔منہ کی تری ، چاشنی۔ ذائقہ ، گیر۔پکڑنے والا ، عصمت۔پاکیزگی۔

ان اشعار میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے نواسے کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ ہے۔آپ کا اسم گرامی حسن ،کنیت ابو محمد ہے۔ہجرت کے تیسرے سال آپ کی ولادت ہوئی ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "حرب" نام رکھا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن" رکھا۔

ولادت سے پہلے خواب

ابھی امام حسن پیدا نہیں ہوئے تھے تو حضرت ام الفضل کو خواب آیا انہوں نے حضور کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میرے گھر آیا

ہے۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کو دودھ پلائے گی۔

فولدت الزهرا الحسن فارضعته ام الفضل (الذرية الطاهرة ۷۰) — تو جب سیدہ زہرا کے ہاں حسن پیدا ہوئے تو ام الفضل نے انہیں دودھ پلایا

ناناجان سے مشابہت

امام حسنؓ کی شکل وصورت رحمتِ عالمؐ کے مشابہ تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لوری دیتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں:

بابی شبیه النبی ولیس شبیها بعلی۔ — یہ میرا بیٹا نبی اکرمؐ کے مشابہ ہے اپنے والد علی کے مشابہ نہیں۔

(مسند احمد، ۶ : ۲۸۳)

حضرت عقبہ بن حارث سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عصر ادا کر کے نکلے۔ امام حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے انہیں کاندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا:

بابی شبیه بالنبی ولیس شبیها بعلی وعلی یضحک۔ — ان کی حضور کے ساتھ مشابہت ہے علی کے ساتھ نہیں۔ اس پر علی مسکرائے۔

(فتح الباری، ۷ : ۹۶)

حضرت علی فرمایا کرتے تھے حسن سر سے سینے تک اور حسین سینے سے پاؤں تک حضور کے مشابہ ہیں۔ (الترمذی)

آپ کی سخاوت

اہلبیت کے تمام افراد ہی سخی تھے۔ مگر ان میں امام حسن کا نام سرفہرست ہے۔

آپ کی سخاوت کے واقعات کو اگر جمع کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ ایک شخص کو آپ نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا تھا۔ آپ نے گھر جا کر اسے مطلوبہ ساری رقم بھجوا دی۔ (سیر اعلام النبلاء)

۲۔ ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگئ حال کا بیان کیا۔ آپ نے خازن کو بلایا اور فرمایا کیا ضروریات ہیں اور فاضل کتنی رقم ہے، وہ لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لے کر حاضر ہوا۔ فرمایا پانچ صد دینار بھی تھے وہ بھی لے آؤ۔ تمام رقم اس شخص کو عطا کر دی اور فرمایا میں کچھ نہ کر سکا معاف کر دینا۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہل بیت النبی)

راکب دوش عزت

حسنین کریمین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک کاندھوں پر سوار فرما لیتے۔ اس مصرعہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ امام حسن کو حضور علیہ السلام اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تشریف لا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا:

نعم المرکب رکبت یا غلام — اے نوجوان یہ سواری بہت ہی خوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سواری اچھی ہے،

ونعم الراکب ھو — تو سوار بھی اچھا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت براء رضی اللہ عنہ اسی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم — میں نے حضور علیہ السلام کو اس حال

والحسن بن علی علی عاتقہ — میں فرماتے ہوئے سنا حسن بن علی آپ

یقول اللّٰھم انی احبہ فاحبہ کے کاندھے پر تھے کہ اے اللہ میں اس

(البخاری) سے محبت کرتا ہوں تو بھی اسے محبوب بنالے۔

دوسرے مقام پر اعلحضرت نے اس ادا کو یوں بیان کیا ہے

حبذا اصلی علی حسنین کاندھوں پر سوار مرحبا دوشِ نبی پر ہے دوشالہ نور کا

شہد خوار لعابِ زبانِ نبی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں کو ازراہ شفقت و محبت گلے لگاتے سونگھتے چومتے، منہ پر منہ رکھ دیتے۔ بعض اوقات جب بھوک اور پیاس سے نڈھال ہوتے اور کوئی شے کھانے یا پینے کے لیے نہ ہوتی تو اپنی زبان مقدس ان کے منہ پر رکھ دیتے۔ نواسے آپ کی زبان اطہر چوس کر اپنی بھوک پیاس ختم کر لیتے۔

طبرانی و ابنِ عساکر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سفر میں تھے۔ دریں اثنا آپ نے حسن اور حسین دونوں کے رونے کی آواز سنی۔ آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سے پوچھا بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کیا پیاس کی وجہ سے آپ نے تمام ساتھیوں سے پانی کے بارے میں پوچھا مگر پانی نہ ملا۔ فرمایا ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ سیدہ اوڑھنی کے اندر ایک ایک کو لائیں۔

فاخذہ وضمہ الی صدرہ آپ نے ہر ایک کو لیا۔ سینے کے ساتھ

فادلع لسانہ فجعل یمصہ لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی

حتی ھدأ وسکن (دیکھئے نشر ۱۷۱) انہوں نے چوسا اور خاموش ہوگئے۔

ابن عساکر میں ابوجعفر سے مروی ہے کہ دورانِ سفر امام حسن کو سخت پیاس لگی۔ پانی نہ ملا۔

فاعطاہ لسانہ فمصہ آپ نے زبان عطا کی۔ انہوں نے

حتی روی — اسے چوسا یہاں تک کہ وہ سیراب ہوگئے۔ (بے مثل بشر، ۶۵)

حضور علیہ السلام کی خادمہ رزینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن سیدہ فاطمہ کے تمام بچوں کو بلایا اور ان کے مونہوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کی والدہ کو فرمایا اب اگر رات تک دودھ نہ پلاؤ تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ لعاب دہن آج ان کے لیے کافی ہے۔ (بے مثل بشر، ۶۵)

۱۲۰۔ اُس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

۱۲۱۔ دُرِّ دُرجِ نجف مہرِ برجِ شرف
رنگِ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

بلا۔ آزمائش، شاہ۔ سردار، گلگوں۔ سرخ، دشت۔ ویرانہ، غربت۔ مسافری، دُر۔ موتی، درج۔ بلند مینار، نجف۔ نجف اشرف، مہر۔ سورج، برج۔ بلندی۔ شرف۔ بلندی، بزرگی و عظمت۔

یہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے آپ کے مقاماتِ کاملہ، شہادت اور مظلومیت کا تذکرہ ہے۔

مقامِ حسین

اسم گرامی حسین کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کا نام بھی حضور علیہ السلام نے خود رکھا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و پیار کے ان گنت مظاہر ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور کے ساتھ ایک دعوت میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ گلی میں امام حسین کھیل رہے تھے۔ حضور آگے بڑھے اور پکڑنے کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسین کبھی ادھر بھاگتے کبھی ادھر۔ آخر آپ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی اور دوسرا سر پہ رکھ کر پکڑ لیا، چوما اور فرمایا:

الحسین منی و انا من الحسین	حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں
احب اللہ من احب حسیناً	اللہ اسے محبوب بنائے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔

(الترمذی باب مناقب الحسن والحسین)

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی	جو شخص جنتی نوجوانوں کے سربراہ کو
سید شباب اھل الجنۃ	دیکھنا چاہتا ہو وہ میرے حسین کو
فینظر الی الحسین۔	دیکھ لے۔

(الترمذی مناقب الحسن والحسین)

۳۔ اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا اگر کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا وہ ناپاک ہوگا یا نہیں؟ آپ نے سن کر فرمایا مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتے ہو اور رسول اللہ کے بیٹے کو شہید کرتے ہو جن کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

ان الحسن والحسین ھما ریحانتای ۔ حسن اور حسین دونوں، میرے دنیا

من الدنیا۔ (ذخائر العقبیٰ) میں مجھول ہیں۔

بعض اوقات حسنین کریمین سجدہ کی حالت میں حضور علیہ السلام کی پشت پر چڑھتے تو سرورِ عالم سجدہ لمبا فرما دیتے۔

شہادت کی خبر جبرائیل نے دی

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے امام حسین کو اٹھا کر میری گود میں رکھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا میرے والدین قربان آقا کیا معاملہ ہے۔ فرمایا:

اتانی جبرئیل علیہ	میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے
السلام فاخبرنی ان امتی	اطلاع دی کہ میری امت عنقریب میرے
ستقتل ابنی ھذا و اتانی	اس بیٹے کو شہید کرے گی اور وہ میرے
بتربة من تربته حمراء	پاس وہاں کی سرخ مٹی بھی لائے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح مناقب اہل بیت)

سانحۂ کربلا

یزید نے جو کہ سراپا بدعمل اور بدکردار تھا تخت نشین ہو کر آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا شریعت کے باغی شخص کے ساتھ کسی طرح کا سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ اس پر اس نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ شہر مدینہ کے ادب کی خاطر کوفہ چلے گئے۔ یزید نے وہاں اپنا لشکر بھیج دیا۔ آپ نے بڑی کوشش کی کہ جنگ نہ ہو مگر یزید اور اس کے حواری نہ مانے پھر میدانِ کربلا میں ایک

تاریخی معرکہ ہوا۔ اہل بیت کے تمام افراد اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ظلم کے خلاف ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استقامت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنا تمام خاندان اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ دس محرم الحرام آپ کی شہادت کا دن ہے۔ شریعت کی پیروی حسینیت اور اس کی مخالفت یزیدیت ہے۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

۱۲۲۔ اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق !!
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

۱۲۳۔ جلوہ گیانِ بیتُ الشَّرف پر درود
پردگیانِ عفت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام۔مسلمان، مادران۔مائیں، شفیق۔مہربان، بانوان۔بیویاں، طہارت۔پاکیزگی، جلوہ گیاں۔تشریف فرما، بیت الشرف۔بزرگی والا گھر، پردگیاں۔پردے والیاں۔

یہاں سے حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات کی خدمت میں سلام عرض کیا گیا ہے۔
ازواجِ مطہرات کے اسمائِ گرامی یہ ہیں۔ سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ میمونہ، سیدہ ماریہ، سیدہ ام سلمیٰ، سیدہ ام حبیبہ، سیدہ سودہ، سیدہ زینب، سیدہ جویریہ، سیدہ صفیہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق

سرورِ کون و مکاں کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کی مائیں قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (الاحزاب، ۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

امام اہلِ محبت نے اپنے اس مصرعہ "اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق" میں اسی آیت قرآنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی یہ کہ نبی اکرم کا حق ہر مسلمان پر دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ خود اس کی جان سے بھی زیادہ ہے۔ اسی کی وضاحت، اسی سورت میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب، ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کے لیے ان کے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہ جاتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں گر پڑا۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ اور اس کا رسول مومنوں کی جان کے مالک ہیں، اس سے بڑھ کر کیا ملکیت ہوگی کہ مومن اپنا فیصلہ از خود نہیں کر سکتا بلکہ اس پر ہر قسم کے معاملات میں شریعت سے رہنمائی ضروری ہے۔ دوسری بات اسی تعلق کا نتیجہ ہے کہ جب نبی کا مومنوں کے ساتھ اس قدر گہرا اور قریب کا تعلق ہے تو آپ کی ازواج کا تعلق مومنوں سے بھی

اسی قدر ہوگا تو فرمایا وہ مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواجِ مطہرات کی دنیا سے نفرت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالکِ کون و مکان ہوتے ہوئے فقر کی زندگی بسر فرمائی آپ کے ساتھ آپ کے تمام خاندان خصوصاً ازواجِ مطہرات، صاحبزادیاں اور نواسوں نے بھی اسی فقر کو اختیار کیا۔ آپ کی مبارک تربیت نے ان کے دلوں سے دنیا کا حرص ولالچ کھرچ کر نکال دیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمارے چولہوں میں مہینہ مہینہ آگ نہیں جلتی تھی۔ پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا

رہا یہ معاملہ کہ سورۂ احزاب کی درجِ ذیل آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فتحِ خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو فی الجملہ معاشی کشادگی حاصل ہوئی تو آپ کی ازواج نے بھی آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کو بھی زندگی اور دنیاوی زینتوں سے متمتع ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ ان کے اس مطالبے پر بطورِ عتاب یہ آیات نازل ہوئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الاحزاب ۲۸، ۲۹)	اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کی طالب ہو تو آؤ میں تمہیں دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو اطمینان رکھو کہ اللہ نے تم سے خوبی کے ساتھ نباہ کرنے والیوں کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

یہ بات متعدد دلائل کی بنا پر کمزور ہے۔

۱۔ جن حالات پر تبصرہ ہو رہا ہے وہ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال سے تعلق رکھتے ہیں
کیونکہ اس سورت میں غزوہ خندق بنو قریظہ، حضرت زید اور زینب کا واقعہ بیان ہوا
ہے۔ ان واقعات کا تعلق ۵ھ سے ہے خیبر ابھی فتح نہیں ہوا تھا۔ آیت نمبر ۲۷
کے الفاظ "ارضًا لم تطوھا" کے تحت خود مفسرین نے تصریح کر دی ہے
کہ یہ فتح خیبر کی پیشگی بشارت ہے۔

۲۔ یہ مطالبہ اگر نان نفقہ میں فی الجملہ توسیع کے لئے تھا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ
جس پر ان کو یہ نوٹس دے دیا جائے کہ ان کو دے دلا کر ہمیشہ کے لئے رخصت
کر دیا جائے۔ اس طرح کی بات پر اول تو کسی تنبیہ کی سزاوار ہی نہیں تھیں اور
اگر تھیں بھی تو زیادہ سے زیادہ اس نصیحت کی مستحق تھیں کہ نبی کی معیت مطلوب ہے
تو انہیں بھی صبر و قناعتِ مصطفوی کا مظہر ہونا چاہیئے۔

۳۔ حضور کی ازواج مطہرات کے متعلق یہ سوئے ظن نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی تربیت
کے باوجود ان پر دنیا کی راحتوں اور زینتوں کا شوق کسی دور میں اتنا غالب
آ گیا ہو کہ اس کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑی ہوں اور معاملہ اتنا سنگین ہو گیا ہو کہ خود اللہ
تعالیٰ کو اس میں مداخلت کرنی پڑی اور نوبت اس نوٹس تک جا پہنچی جو ان آیات میں
ان کو دیا گیا ہے۔

الغرض بیان کردہ شانِ نزول کی تائید نہ ان آیات کے الفاظ کرتے ہیں اور نہ
ہی اوقات و حالات سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت
و صحبت پر حرف آتا ہے۔

اگر ان آیات کا صحیح موقعہ و محل سمجھ لیا جائے تو مذکورہ معاملہ از خود حل ہو جاتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ اس پوری سورت کے مطالعے کے بعد انسان پر از خود یہ واضح ہو جاتا
ہے کہ اس دور میں منافقین کی ریشہ دوانیاں جس طرح عام مسلمانوں کو اسلام اور نبی اکرم

علیہ وسلم سے بدگمان اور برگشتہ کرنے کے لئے بہت بڑھ گئی تھیں ۔ اسی طرح منافقات کے ذریعے انہوں نے حضور علیہ السلام کی گھریلو زندگی کے سکون کو درہم برہم کرنے کے لئے بھی بڑی خطرناک مہم چلا رکھی تھی ۔ منافق عورتیں امہات المومنین کے گھروں میں جاتیں اور نہایت ہی ہمدردانہ انداز میں ان سے کہتیں کہ آپ لوگ شریف اور معزز گھرانوں کی بیٹیاں ہیں لیکن آپ لوگوں کی ہر راحت و لذت سے محروم بالکل قیدیوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے ۔ اگر آپ دوسرے گھروں میں ہوتیں تو آپ کی زندگی بیگمات کی طرح نہایت عیش و آرام اور ٹھاٹ باٹھ کے ساتھ گزرتی ۔ ساتھ ہی وہ یہ وسوسہ اندازی بھی کرتیں کہ اگر یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو طلاق دیدیں تو بڑے بڑے رئیس اور سردار آپ لوگوں سے نکاح کریں گے اور آپ لوگوں کی زندگیاں قابل رشک ہو جائیں گی ۔ منافقین و منافقات کی ان چالوں سے اگرچہ امہات المومنین بالکل بے خبر نہیں تھیں بعض تلخ تجربے بھی ان کو ہو چکے تھے ، مثلاً حضرت عائشہ پر تہمت لیکن شریف ، کریم النفس اور باحیا لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اگر ہمدردی و خیر خواہی کے انداز میں بات کرتا ہے تو وہ اس کے کھوٹ سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کو جواب نرمی سے دیتے ہیں ۔ امہات المومنین بھی اپنی کریم النفسی کے سبب سے ان لوگوں کو نرمی ہی سے جواب دیتیں جس سے یہ کمینے لوگ اس طمعِ خام میں مبتلا ہو جاتے کہ ان کا پروپیگنڈہ کامیاب ہو رہا ہے اور وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے ۔

یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری تھیں ۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو ، جن کی ریشہ دوانیوں کے تار و پود ان میں بکھیرے گئے ہیں ۔ لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے جو کچھ

کہنا تھا کہہ دیا۔ تمام روایات اس پر شاہد ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کا یہ اختیار نامہ ازواجِ مطہرات کے سامنے رکھ دیا اور سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے رکھا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور فرمایا جواب میں جلدی نہ کریں بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلیں۔ اس کے بعد جواب دیں لیکن حضرت عائشہ نے بغیر کسی توقف کے عرض کیا کہ مجھے اس معاملے میں کسی کے مشورے کی کیا ضرورت؟ میں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اختیار کرتی ہوں۔

اس طرح قرآن نے ایک طرف تو منافقین کی ان ریشہ دوانیوں کا ہمیشہ کے لئے سدِباب کر دیا جو ازواجِ مطہرات کے درمیان کر رہے تھے۔ دوسری طرف اس امتحان کے ذریعے سے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ ازواجِ مطہرات تمام کی تمام اللہ و رسول اور آخرت ہی کی طلب گار ہیں۔ اسی چیز نے ان کو اللہ کے رسول سے وابستہ کیا تھا اور یہ وابستگی اتنی مستحکم تھی کہ اس دنیا کی کوئی طمع اس کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ان آیات میں ازواجِ مطہرات پر دنیا طلبی کے جرم میں کوئی عتاب نہیں ہوا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے جبکہ یہ اللہ اور رسول کی طرف سے ان کو آزادی کا پروانہ دے کر ان کے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرایا گیا تاکہ ان منافقین کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں جو اس طمع خام میں مبتلا تھے کہ ازواجِ نبی کو دنیا کی کسی طمع کے پھندے میں پھنسا کر اپنی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات کے اعلان کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ اہلِ بیتِ رسالت کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس حرم کے اندر کسی کے لیے کسی رخنہ اندازی کی کوئی گنجائش نہیں۔

تمہاری مانند کوئی خاتون نہیں

جب ازواجِ مطہرات نے اللہ و رسول سے محبت اور دنیا سے بے رغبتی و نفرت

کا اعلان و اظہار کر دیا تو خالقِ کائنات نے فرمایا:

يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (الاحزاب، ۳۲)

اے نبی کی بیویو تمہاری مثل کوئی عورت نہیں اگر تم (یہی) تقویٰ اختیار کیے رکھو۔

جلوہ گیاں بیت الشرف

ان ازواجِ مطہرات کو ان گھروں اور حجروں میں رہنے کا شرف حاصل ہے جو اس کائنات میں سب سے بلند مقام تھے۔ انہی حجروں میں صبح و شام سرورِ عالم کی تشریف آوری ہوتی اور انہیں دیدار کا شرف نصیب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان مبارک حجروں کا ذکر کیا اور اس سورت کا نام ہی حجرات رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُـجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

یقیناً جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان کی اکثریت بے سمجھ ہے۔

ان میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ۔

اے ایمان والو! نبی اکرم کے گھروں میں بغیر اجازت لئے داخل نہ ہوا کرو۔

یہی وہ گھر تھے جن میں رہائش پذیر ذوات کے لئے آیت تطہیر نازل ہوئی۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وہ تم سے گندگی کو دور کر دے۔ اے نبی کے گھر والو اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

اس سے بڑھ کر ان حجروں کو کیا شرف مل سکتا ہے کہ وہ حضور کے حجرے کہلائے۔

پردگیانِ عفت

قبل از اسلام پاکیزگی و عصمت کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ اسلام نے عصمت و حفاظت کے لئے خواتین کو پردہ کا حکم دیا اور اس نعمت کا وسیلہ ازواج مطہرات ہی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور
وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ	تمام مومن خواتین کو فرمادو وہ اپنے
یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔	اوپر اوڑھنیاں لیں

۱۲۴۔ سیما پہلی ماں کہفِ امن واماں
حق گذارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

۱۲۵۔ عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

۱۲۶۔ مَنْزِلٌ مِنْ قَصَبٍ لَا نَصَبٌ لَا صَخَبٌ
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

سیما۔ خصوصاً، کہف۔ پناہ، رفاقت۔ سنگت، تسلیم۔ سلامتی و رحمت، سرائے۔ محل، سلامت۔ پرسکوں، منزل۔ گھر، قصب۔ موتی، نصب۔ مشقت، صخب۔ شور۔

کوشک ۔ حجرہ ۔

رحمۃ للعالمین کی ازواجِ مطہرات پر اجتماعی ۔۔۔ سلام کے بعد خصوصی طور پر دو، سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام عرض کیا جا رہا ہے ۔ ان اشعار میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے

پہلی ماں ہونے کا شرف

پیچھے گزر چکا کہ قرآن مجید نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو مؤمنوں کی ماؤں کا درجہ دیا ہے ۔ ان میں سے جس پہلی خاتون کو پوری امتِ مسلمہ کے ماں ہونے کا شرف حاصل ہے وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ۔ سرورِ عالم نے پہلا عقد انہیں سے فرمایا اور جب تک یہ زندہ رہیں کسی دوسری خاتون کو یہ شرف نہ ملا ۔ آپ کی اولاد بھی انہیں سے ہے ۔

کہفِ امن و اماں

آپ مکہ میں سب سے بڑی تاجرہ اور دولت مند تھیں ۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ عقد کے بعد تمام مال حضور کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ اس سے آپ ظاہری طور پر بھی غنی ہو گئے ۔ اسی کرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ — اس نے آپ کو محتاج پایا تو غنی کر دیا ۔

جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اہل مکہ جانی دشمن بن گئے ۔ اس موقع پر آپ کا سہارا آپ کی یہی اہلیہ تھی ۔ خود آقائے دو جہاں اس کا تذکرہ فرمایا کرتے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ہمیشہ حضرت خدیجہ کی تعریف کرتے رہتے ۔ ایک دن میں نے کہا آپ ہمیشہ اس خاتون کا ذکر کرتے ہیں جو بوڑھی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

ان سے بہتر بیویاں عطا فرمادی ہیں۔ مجھ پر آپ اتنے ناراض ہوئے کہ میں نے دعا کی اے اللہ اگر آج تیرے محبوب کی ناراضگی ختم ہو جائے تو میں کبھی بھی ایسی جرأت نہیں کروں گی۔ جب آپ نے میری پریشانی دیکھی تو فرمایا تو نے یہ بات کیوں کی! تجھے علم ہونا چاہیئے،

واللہ لقد امنت بی اذ کذبنی الناس و اوتنی اذ رفضنی الناس ورزقت منها الولد۔	اللہ کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب تمام لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ میرا وہ اس وقت سہارا بنیں جب تمام لوگ مخالف ہو گئے تھے اور انہیں سے مجھے اولاد عطا کی گئی۔
(مسند احمد، ۶ : ۱۱۷)	

اس روایت کے انہی الفاظ " اوتنی اذ رفضنی الناس " کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے " کہفِ امن واماں " کیا ہے۔ کیوں نہ عرض کیا جائے۔

حق گذارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

عرش سے تسلیم کا نزول

آخری دونوں اشعار بھی اس مبارک حدیث کا ترجمہ ہیں جو بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ!

فاقرأ علیها السلام من ربها ومنی وبشرها ببیت فی الجنة من قصب لا صخب فیه لا نصب۔	خدیجہ کو رب کریم اور میرا سلام دیجئے اور انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے وہاں نہ تکلیف ہے اور نہ ہی کوئی شور۔

اعلیٰحضرت نے ان اشعار میں حدیث مذکورہ کے ہی الفاظ (قصب، صخب، نصب) استعمال کئے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اس بات کی اطلاع سیدہ کو دی تو انہوں نے کہا:

اللّٰہ ھو السلام و منہ	اللہ سراپا سلام ہے، سلامتی وہی عطا
السلام و علی جبریل السلام	کرنے والا ہے اور جبریل پہ سلام ہو۔

(البخاری، باب تزویج النبی خدیجہ وفضلھا)

اس جواب سے آپ کے علمی کمال کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اللہ کے بارے میں یہ کہا کہ وہ سراپا سلام ہے۔ اس پر اس طرح سلام بھیجنا جائز نہیں جس طرح مخلوق پر سلام دیا جاتا ہے۔

۱۲۷۔ بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبیؐ
اُس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام

۱۲۸۔ یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

۱۲۹۔ جن میں رُوح القدس بے اجازت نہ جائیں
اُس سُرادِق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

۱۳۰۔ شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد!
مفتیٔ چار ملت پہ لاکھوں سلام

بنت ۔بیٹی، صدیق ۔حضرت ابوبکر صدیق، حریم ۔بیوی، برأت ۔پاکباز ہونا، سورۂ نور۔ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے، روح القدس ۔جبریل امین، سرادق ۔خیمہ و حجرہ، عصمت ۔ طہارت و عفت، شمع ۔چراغ، تاباں ۔روشن، کاشانہ ۔گھر و مرکز، اجتہاد ۔مسائل کا استخراج، مفتی ۔درپیش مسائل کا حل پیش کرنے والا، ملت ۔مسلک۔

یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے۔ امام اہلِ محبت نے ام المؤمنین کی عظیم شانوں کی طرف خصوصی طور پر اشارہ کیا ہے۔

بنتِ صدیق

آپ کے والد کا نام عبد اللہ، کنیت ابوبکر، والدہ کا نام ام رومان ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ والدہ کے بارے میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی پیشِ نظر رہے۔

من سرہ ان ینظر الی امرأۃ	جو کسی جنتی حور کو دیکھنے کی خواہش رکھتا
من الحور العین فلینظر الی	ہے وہ ام رومان کو دیکھ لے۔
ام رومان۔	(الاستیعاب ۴: ۴۴۹)

وفات کے وقت حضور ان کی قبر میں اترے اور ان کے لیے دعاء مغفرت کی (الاستیعاب ۴: ۴۴۹)

آپ کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آپ کی دلی آرزو کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میری تین آرزوئیں ہیں ایک یہ کہ مجھے آپ کا دیدار نصیب رہے۔ دوسری یہ کہ مجھے اللہ مال دیتا رہے میں آپ کے مشن پر خرچ کرتا رہوں اور تیسری یہ کہ میری بیٹی عائشہ کو اپنے ــــ عقد کا شرف عطا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تینوں خواہشیں پوری فرمائیں۔ اس سے سیدنا ابوبکر کو آپ کے سسر ہونے کا بھی شرف نصیب ہوگیا۔

آرامِ جانِ نبی

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے نہایت محبت کرتے تھے۔ اس بات کا علم تمام صحابہ کو تھا۔ چنانچہ صحابہ قصداً اسی روز کثرت کے ساتھ ہدایا اور تحائف بھیجتے جس روز آپ کا حضرت عائشہ کے ہاں قیام ہوتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غزوہ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے دریافت کیا یارسول اللہ! آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا: عائشہ کو۔ عرض کیا یارسول اللہ مردوں کی نسبت سوال ہے؟ فرمایا: عائشہ کے والد کو۔

(البخاری باب مناقب ابی بکر)

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ سے فرمایا: عائشہ کی ریس نہ کیا کرو وہ تو حضور کو محبوب ہے۔

(البخاری، باب حب الرجل بعض نسائہ)

جب حضور کا مرض وصال شروع ہوا تو آپ دریافت فرماتے آج کون سا دن ہے؟ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے۔ چنانچہ آپ کو حضرت عائشہ کے حجرے میں لے جایا گیا۔ آپ تا وصال وہیں مقیم رہے اور وصال کے وقت آپ کا سر اقدس حضرت عائشہ کے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے نو ایسی باتیں عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا اور کسی کو نہیں ملیں ——

خواب میں فرشتے نے حضور کے سامنے میری صورت پیش کی، جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا، جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی، میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی، آپ جب میرے بستر پہ ہوتے تب بھی وحی آتی تھی، میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی، میرے بارے میں قرآنی آیات

نازل ہوئیں، میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور

توفی النبی صلی اللہ علیہ	جب حضور کا وصال ہوا تو میرا گھر اور
وسلم فی بیتی وفی یومی وبین	میری باری تھی اور آپ کا سر اقدس
سحری ونحری	میرے سینے اور گلے کے درمیان تھا

(البخاری، باب مرض النبی)

آپ آج بھی جس حجرہ انور میں آرام فرما ہیں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضور علیہ السلام سے محبت

حضرت عائشہ کو حضور سے شدید محبت بلکہ شغف وعشق تھا۔ کبھی راتوں کو بیدار ہوتیں آپ کو حجرہ میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں۔ ایک بار شب کو آنکھ کھلی اور آپ کو نہ پایا گھر میں چراغ نہیں تھا۔ ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں۔ آخر آپ کا ہاتھ سرور عالم کے مبارک قدم پر لگا دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجدہ ہیں (الموطا، باب ماجاء فی الدعا)

ایک بار اسی طرح کا واقعہ پیش آیا رات کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔ ادھر اُدھر ڈھونڈا مگر آپ کا دیدار نہ ہوا۔ آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان پہنچ گئیں دیکھا آپ دعا واستغفار میں مشغول ہیں۔ اُلٹے پاؤں واپس آئیں جب آپ کے سامنے واقعہ بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا: کوئی کالی چیز جاتی معلوم ہوئی تھی وہ تم ہی تھیں۔ (الترمذی، باب الاستغفار)

حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا عائشہ جب تم مجھ سے خوش یا ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتہ لگ جاتا ہے۔ ناراض ہوتی ہو تو "ابراہیم کے خدا کی قسم" اور خوش ہوتی ہو تو "محمدؐ کے خدا کی قسم" کھاتی ہو۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صرف زبان سے نام چھوڑ دیتی ہوں۔" (البخاری، باب مایجوز من الھجران)

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رات کو آپ کی قبر انور کے ساتھ ہی سو جایا کرتی تھیں۔ (ابن سعد، ۲: ۸۵)

ہے سورۂ نور جن کی گواہ

جب بعض منافقین نے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و پاکدامنی کے خلاف تہمت و افتراء پردازی کا طوفان کھڑا کر دیا تو ــــــ

اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رفیقۂ حیات کی معصومیت کے بارے میں باخبر تھے، جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابہ کے سامنے ان الفاظ میں فرما بھی دیا تھا۔

واللہ ما علمت علی اھلی الّا خیرًا ۔ (البخاری) — خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میری اہلیہ کا دامن اس تہمت سے پاک ہے ۔

حقیقتِ حال سے باخبر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں مصلحتاً سکوت اختیار فرمایا اور بایں خیال کچھ کہنا گوارا نہ کیا کہ یہ بدبخت میری کہی ہوئی بات کب مانیں گے ؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں وحی الٰہی کے منتظر رہے ۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیات نازل فرما کر سیدہ عائشہ کی طہارت وعفت کا تا قیامت اعلان کر دیا ۔ آخری مصرعہ میں اسی گواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

جن میں رُوح القدس بے اجازت نہ جائیں

یہ امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ انور کا مقام بیان ہو رہا ہے کہ اس کا اتنا تقدس ہے کہ اللہ کے مقرب فرشتے اجازت لئے بغیر داخل نہیں ہوتے ۔ جب آتے باقاعدہ سلام اور دستک دیتے ۔ اگر اجازت مل جاتی تو داخل ہوجاتے

ورنہ کھڑے رہتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا میرے محبوب کی خدمت میں جاؤ مگر اجازت لے کر حاضر ہونا۔ لہٰذا ایک اعرابی کی صورت میں سیدہ عائشہ کے حجرے کے باہر کھڑے ہو کر اس فرشتے نے عرض کیا:

السلام علیکم اہل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکہ

مجھے اندر آنے کی اجازت عطا کرو تاکہ میں تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغامِ رحمت پہنچا سکوں۔ اس موقعہ پر حضرت فاطمہ نے فرمایا اس وقت ملاقات کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ آقا اپنے حال میں محو ہیں۔ دوبارہ اجازت طلب کی پھر یہی جواب ملا۔ جب تیسری دفعہ اجازت لی تو سرورِ عالم نے چشمانِ مقدس کھول کر پوچھا کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا ایک اعرابی اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ ہم نے اجازت نہیں دی۔ فرمایا: فاطمہ! جانتی ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ فرشتہ ہے جو لذات اور تمناؤں کو ختم کر دیتا ہے۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا اور ملک الموت اندر آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا۔

(مدارج النبوۃ ۲: ۴۳۰)

جبریل سلام کہتے

حضرت ابوسلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاعائشہ ھذا جبریل یقرئك السلام — اے عائشہ یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا اس پر بھی اللہ کا سلام اور رحمت ہو۔ اس موقعہ پر حضورؐ جبریل کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ مجھ سے پوشیدہ تھے

(مشکوٰۃ۔ مناقب ازواج النبی)

حجرۂ عائشہؓ اور جنت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین المنبر وبیت عائشۃ روضۃ من ریاض الجنۃ

میرے منبر اور حجرہ عائشہ کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(الوفاء ۱/۱: ۲۵۷)

شمع تاباں کا شانِ اجتہاد

آپ کا شمار مجتہدہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:

خذوا شطر دینکم عن حمیرا

(الموضوعات للشوکانی ۱۳۵۱)

اپنے دین کا ایک حصہ اس خاتون سے سیکھو۔

اس ارشاد نبوی کے پیشِ نظر جب بھی کسی معاملہ میں صحابہ کا اختلاف ہوتا تو وہ آپ سے رہنمائی لیتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے علمی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما۔

حضور کے صحابہ پہ جب بھی کسی مسئلہ پر مشکل پیش آئی تو حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے تو آپ ہماری علمی رہنمائی فرماتیں۔

(الترمذی، مناقب عائشہ)

عظیم تابعی امام زہری حضرت صدیقہ کی اس فضیلت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

وجمع علم عائشۃ الی علم جمیع ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلم جمیع النساء لکان علم عائشۃ افضل۔

تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام خواتین کا علم اگر جمع کر لیا جائے تو پھر بھی سیدہ عائشہ کا علم اس سے زیادہ ہوگا۔

(المستدرک، ۴ : ۱۱)

مُفتیِ چارمِلت

سیدہ عائشہ کے بارے میں پیچھے گزرا کہ آپ اس امت کی عظیم مجتہدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ منصبِ افتاء پر فائز ہوگئیں۔ ہر صحابی حتیٰ کہ خلفاء راشدین بھی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ حضرت قاسم (جو صحابہ کے بعد مدینہ کے سات مشہور تابعین میں سے شمار

کانت عائشۃ قد استقلت بالفتوی فی خلافۃ ابی بکر و عمر و عثمان و ھلم جرا

حضرت عائشہ، حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت ہی میں مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتویٰ دیتی رہیں۔

(طبقات ابن سعد، ۲ : ۱۲۶)

محدثین نے کثرت وقلتِ فتاویٰ کی بناء پر علماء صحابہ کے جو تین طبقات بنائے ہیں ام المومنین سیدہ عائشہ کا شمار ان کے طبقۂ اول میں ہوتا ہے۔ (اعلام الموقعین، مقدمہ)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں :

بود وی رضی اللہ عنہا از فقہای وعلماء وفصحاء وبلغاء واز اکابر فقیہانِ صحابہ۔

آپ اپنے دور کی عظیم فقیہ، عالمہ، فاضلہ اور اکابر مفتی صحابہ میں سے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ۲ : ۷۶۹)

۱۳۱۔ جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

جاں نثار، جاں قربان کرنے والے، بدر۔ غزوہ بدر، احد۔ غزوہ احد، حق گذاران۔ حق ادا کرنے والے، بیعت۔ اپنے آپ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دینا۔

سابقہ اشعار میں اہل بیت نبوی اور امہات المومنین کی خدمت میں سلام تھا اب یہاں سے صحابہ کے مختلف طبقات پر سلام ہے۔ اس شعر میں اصحابِ بدر، اصحاب احد اور اصحابِ بیعت رضوان کی خدمت میں سلام عرض کیا گیا ہے۔

غزوۂ بدر

بدر اس جگہ کا نام ہے جہاں حق و باطل کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ برپا ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے تین سو تیرہ ساتھیوں کی معیت میں اس غزوہ میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ مقابلے میں کافر تعداد اور اسلحہ کے اعتبار سے تین گنا زیادہ تھے لیکن جیب مسلمان اللہ کی ذات پر بھروسہ و توکل کرکے میدان میں اترے اور اس کے حبیب نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ یہی میری پونجی ہے۔ اب لاج رکھنا۔ اگر یہ شکست کھا گئے تو زمین پر کفر ہی کفر ہوگا۔ تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد و نصرت کیلئے فرشتے نازل فرما دیئے۔ قرآن نے اس مدد کا ذکر یوں کیا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ	اللہ نے مقام بدر پر تمہاری مدد کی جبکہ
وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ	تم کمزور تھے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔	کرو تا کہ تم شکر گزار بن سکو۔

دوسرے مقام پر اسے " یوم الفرقان " بھی فرمایا گیا ہے۔

اہلِ بدر کی فضیلت

جس طرح اس غزوہ کا فضل و شرف دیگر غزوات سے برتر ہے۔ اسی طرح اس میں شرکاء صحابہ کا مقام بھی دیگر صحابہ سے افضل ہے۔ حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل امین نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر پوچھا:

ما تعدون اھل بدر فیکم — اہلِ بدر کا آپ کے ہاں کیا مقام ہے؟

آپ نے فرمایا:

من افضل المسلمین — وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔

جبریل امین نے عرض کیا اسی طرح وہ ملائکہ جو بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے ان کو بھی دوسرے ملائکہ سے افضل شمار کیا جاتا ہے۔ (البخاری، باب شھود الملائکۃ بدرًا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مقام پر فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ — اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر توجہ کی ہے اور فرمایا تم جس طرح بھی عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے

(البخاری، باب فضل من شھد بدرًا)

اہلِ بدر میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل النار من اھل — اہلِ بدر و حدیبیہ میں سے کوئی بھی

بدر و الحدیبیہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(التذکرہ ، ۳۸۸)

غزوۂ اُحد

اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کی مسافت پر ہے رسالتماٰب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد سے محبت کرتے ہیں"

بدر میں کفار کو جب شکست فاش ہوئی تو اس کا بدلہ لینے کے لئے تمام کفار نے مل کر حملے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت عباس نے بذریعہ خط آپ کو اس منصوبہ کے بارے میں آگاہ کیا۔

۳ہجری ۱۴ شوال بروز جمعۃ المبارک آپ نے خواب دیکھا کہ آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی۔ ایک گائے ذبح کی جارہی ہے۔ آپ کے پیچھے مینڈھا سوار ہے۔ تعبیر یہ فرمائی کہ مضبوط زرہ شہر مدینہ ہے۔ تلوار کی شکستگی ذاتِ اقدس اور صحابہ پر مصیبت، گائے شہدائے صحابہ اور مینڈھے سے مراد ————— طلحہ بن ابی طلحہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ صحابہ سے جنگ کے بارے میں مشورہ ہوا تو وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے آپ سے درخواست کرنے لگے کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیئے۔ ان کے اصرار پر آپ نکلنے پر مائل ہوئے۔ جمعہ کے بعد آپ دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور دوہری زرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ کر نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں زیبا نہیں کہ آپ کی رائے کا خلاف کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا: پیغمبر خدا کے شایانِ شان نہیں کہ وہ زرہ پہن لے تو پھر اسے اتار دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ اب میں جو حکم دوں وہی کرو اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر چلو اگر تم نے صبر کیا تو فتح تمہاری ہوگی۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی تین سو آدمیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ ہوگیا اور یہ کہہ کر مدینہ چلا گیا کہ آپ نے میرا مشورہ

کہ "مدینہ کے اندر رہ کر لڑیں" نہیں مانا۔ اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ حضور نے صف آرائی کے لئے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو اپنی بائیں طرف رکھا۔ ایک درہ تھا جس سے دشمن مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہو سکتا تھا اس لئے آپ نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیر انداز مقرر کئے اور یہ حکم صادر فرمایا

"اگر تم دیکھو کہ ہم کو پرندے اچک کر لے گئے تو پھر بھی اپنی جگہ مت چھوڑو۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی اور مار کر پامال کر دیا ہے تو پھر بھی یہ جگہ نہ چھوڑنا۔"

(البخاری، کتاب الجہاد)

گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ بہادرانِ اسلام نے خوب دادِ شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مرد عورتیں میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یہ دیکھ کر تیر اندازوں نے محسوس کیا کہ دشمن بھاگ گیا اور فتح ہو گئی۔ اب دشمن لوٹ کر حملہ نہیں کر سکتے۔ ان سے غلطی ہوئی۔ درہ چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل لشکر لے کر مسلمانوں کے عقب سے حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ ابلیس لعین نے اعلان کر دیا "محمد قتل ہو گئے ہیں" معاذ اللہ! اس پر مسلمان پریشان ہو گئے۔ اب بارہ کے قریب مسلمان حضور کے ساتھ رہے، باقی ادھر ادھر بھاگ کر دفاع کرنے لگے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ ابن قمہ لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کر دیا کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے اس غرض سے کھود رکھے تھے کہ مسلمان بے علمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور نے فرمایا: "وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا۔" حضرت علی نے حضور کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کے دونوں حلقے رخسار سے نکالے جس سے ان کے دو دانت

گر پڑے۔ حضرت مالک بن سنان نے آپ کا خون چوسا اور پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرۂ اقدس کو صاف کرتے ہوئے فرما رہے ہیں

اللھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون ۔ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

اس موقع پر بعض صحابہ نے جاں نثاری کی حد کر دی۔ حضرت طلحہ نے اس کثرت سے حضور سے تیر روکے کہ ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال بنے اور ان کی پشت تیروں سے چھلنی ہو گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان نے چہرہ کا دفاع کرتے ہوئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کر دیا۔ ایک تیر ان کی آنکھ پہ لگا۔ ڈھیلا رخسار پہ آگرا۔ حضور نے اپنے دست اقدس سے اس جگہ رکھ کر دعا فرمائی ۔

"اے اللہ تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے"

پس وہ آنکھ دوسری سے تیز اور زیادہ خوبصورت ہو گئی ۔

اس غزوہ میں تقریباً ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے ۔ اختتام جنگ پر آپ نے تمام شہداء کے بارے میں فرمایا :

انا شہید علی ھؤلاء یوم القیامۃ قیامت کے دن میں ان کی گواہی دونگا۔

بعد ازاں دفن کا حکم دیا۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں دفن کر دیئے گئے۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کو صرف ایک چادر میں دفن کیا گیا مگر وہ چادر اتنی چھوٹی تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو پاؤں، پاؤں ڈھانپتے تو منہ ننگا رہتا۔ آپ نے فرمایا منہ ڈھانپ دو اور قدموں پر گھاس ڈال دو ۔

بیعت رضوان اور رضائے الٰہی

سنہ ۶ ہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۰۰ افراد کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت اور

عمرہ کی غرض سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ قریش مکہ کو آپ کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپ کو شہر مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حدیبیہ کے مقام پر آپ پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو یہاں ہی روک لیا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت سفیر روانہ فرمایا تاکہ وہ اہل مکہ کو آگاہ کریں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں بلکہ ہم صرف اور صرف اللہ کے گھر کی زیارت اور طواف کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عثمان کے بتانے اور آگاہ کرنے کے باوجود کفار نہ مانے اور کہا کہ حضور کو ہم اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ آئے ہوئے ہیں، طواف کرنا چاہیں تو کرلیں۔ سیدنا عثمان آداب بارگاہ نبوی سے واقف تھے۔ یہ کہہ کر آپ نے طواف سے انکار کردیا کہ میں اپنے آقا کے بغیر طواف کیسے کرسکتا ہوں۔ قریش نے آپ کو نظر بند کردیا۔ واپسی میں تاخیر کی بنا پر مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ صحابہ نے ببول کے درخت کے نیچے اپنے آقا کے دست اقدس پر بیعت کرکے اس عہد کا اعلان کیا۔ ہم کفار کے ساتھ آخری دم تک لڑیں گے۔ جب تمام صحابہ بیعت کرچکے تو رحمت عالم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا: صحابہ گواہ ہو جاؤ۔ یہ عثمان کا ہاتھ میرے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے۔ صحابہ کی اس جرأت، اخلاص اور سراپا ایثار پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح)	بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے حضور کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی رحمت و طمانیت نازل فرمائی اور انہیں فتح قریب سے نوازا۔

دوسرے مقام پر اس بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا	بلاشبہ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی
یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ	(درحقیقت) انہوں نے اللہ کی بیعت
اَیْدِیْهِمْ .	کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہاں یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور حضور نے حضرت عثمان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور حضرت عثمان ہی وہی شخصیت ہیں جن کے ہاتھوں قرآن مجید کی وہ خدمت ہوئی جو تا قیامت آپ ہی کا حصہ ہے۔ اسی خدمت کی بنا پر آپ کو "جامع القرآن" کہا جاتا ہے۔ اعلیٰحضرت نے شعر ۱۴۱ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے "درِ منثور قرآں کی سلک بہی" کہا ہے۔

اس سے بڑھ کر اہلِ حدیبیہ کا کیا مقام ہوگا؛ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کی خوشخبری قرآن مجید میں نازل فرمادی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی بھی آپ نے پڑھ لیا ہے کہ اہلِ بدر اور اہلِ حدیبیہ میں سے کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔

انہی کے بارے میں یہ فرمانِ نبوی بھی ملتا ہے:

لا یدخل النار من بایع	جس نے درخت کے نیچے میرے ہاتھ
تحت الشجرۃ ۔	پر بیعت کی وہ آگ میں داخل نہیں ہوسکتا

(تکمیل الایمان، ۱۷۲)

۱۳۲۔ وہ دَسوں جن کو جنّت کا مُژدہ مِلا
اُس مُبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

دسوں ۔ دس افراد ، مژدہ ۔ خوشخبری ، مبارک بابرکت

یہ ان دس صحابہ پر سلام ہے جن کے جنتی ہونے کا اعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں فرما دیا ۔ انہیں کو "عشرہ مبشرہ" کہا جاتا ہے ۔

عشرہ مبشرہ صحابہ کے نام

ان مبارک اور خوش نصیب افراد کے اسماءِ گرامی یہ ہیں :

۱۔ حضرت ابوبکر ۲۔ حضرت عمر ۳۔ حضرت عثمان ۴۔ حضرت علی ۵۔ حضرت طلحہ ۶۔ حضرت زبیر ۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ۹۔ حضرت سعید بن زید ۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان میں سے چار حضرات (خلفاءِ راشدین) کے بارے میں سابقہ اشعار کے تحت گفتگو ہوئی ہے ۔ باقی کے بارے میں اختصاراً یہاں گفتگو کرتے ہیں ۔

۵ ۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ــــ اَمینُ الاُمّت

نام عامر ، کنیت ابوعبیدہ ، باپ عبداللہ ، دادا کا نام جراح ، باپ کی جگہ دادا کا نام جراح کنیت کا حصہ بنا ۔ باپ کا نام شاید اس لئے ترک کر دیا کہ وہ ان کے ہاتھوں غزوہ بدر میں قتل ہو گیا تھا ۔

قبولِ اسلام

سعید روحوں کو سعید روحوں سے قدرتی انس ولگاؤ ہوتا ہے ۔ ابوعبیدہ کا

اٹھنا بیٹھنا حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تھا۔ انہی کی ترغیب سے انتیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ نویں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔

جنت کی بشارت

غزوہ اُحد میں جب درہ پر تعینات مجاہدین کی غلطی کی وجہ سے مسلمان افراتفری میں میدان چھوڑ کر بھاگے تو درجن بھر دوسرے صحابہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بھی ثابت قدم رہے۔ جب کفار کی یورش سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور زرہ کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں چبھ گئیں تو حضرت ابوعبیدہ دوڑ کر آگے بڑھے اور اپنے دانتوں سے کھینچ کر کڑیاں نکال دیں۔ اس کوشش میں ان کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس موقعہ پر حضور علیہ السلام نے انہیں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

اس امت کے امین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل امۃ امین و امین	ہر امت کے لئے امین ہوتا ہے اس
ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ	امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح
بن الجراح۔	ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجران کے وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کسی امین شخص کو بھیجئے فرمایا میں تمہاری طرف ایسا شخص بھیجوں گا جس پر امین رشک کریں گے۔ پھر آپ نے ابوعبیدہ بن الجراح کو روانہ فرمایا۔

(مشکوٰۃ، مناقب العشرہ)

فقر کی زندگی

اسلام کے اس عظیم سپاہی کے گھر ایک دن حضرت فاروق اعظم آئے۔ وہاں ڈھال، تلوار، زرہ اور اونٹ کے پالان کے سوا کچھ نہ پایا۔ ابوعبیدہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کیا آج ہماری دعوت نہیں کروگے؟ انہوں نے روٹی کے سوکھے ٹکڑے لاکر آگے رکھ دیئے اور کہا:

"میری تو یہی غذا ہے۔ پانی میں بھگو کر کھالیتا ہوں۔"

حضرت عمر پر رقت طاری ہوگئی۔

۱۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص — رجل صالح

نام سعد، کنیت ابواسحاق، والد کا نام مالک اور کنیت ابووقاص۔

قبولِ اسلام

حضرت سعد نے تقریباً سترہ سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کے ساتویں دن حضرت ابوبکر صدیق کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔ اپنے آپ کو تیسرا مسلمان کہا کرتے تھے۔

ہزار مائیں قربان

قبولِ اسلام کے بعد جو مصائب درپیش ہوئے ان میں سے ایک ان کی والدہ کا معاملہ تھا۔ انہوں نے حلف اٹھالیا کہ اگر سعد نے اسلام کو نہ چھوڑا تو میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ ماں کی محبت کے باوجود ان کے پائے استقامت وعزیمت میں لغزش

نہ آئی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو اس موقعہ پر سورہ لقمان کی آیت نازل ہوئی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اگر وہ تمہیں شرک کی طرف لے جانے کی کوشش کریں تو ان کی اطاعت نہ کرو ۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا — لیکن دنیوی معاملات میں پھر بھی اچھا برتاؤ کرو ۔

آپ ہر روز ان کی خدمت کرتے ۔ کھانا پیش کرتے، مگر وہ نہ کھا ۔ ایک ن آپ نے فرمایا :

" ماں ! تم سے مجھے بے حد محبت ہے لیکن اگر تمہارے جسم میں ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے تو بھی اسلام کو نہ چھوڑوں گا ۔

بیٹے کا عزم و استقلال دیکھ کر بالآخر ماں نے کھانا شروع کر دیا ۔

اے سعد تجھ پر میرے والدین قربان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سعد کے علاوہ کسی کے لئے حضور کو اپنے والدین کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا ۔ احد کے دن آپ حضرت سعد کو فرما رہے تھے ۔

یا سعد ارم فداک ابی و امی — اے سعد تیر پھینک تجھ پر میرے والدین فدا ہوں ۔ (البخاری، مناقب العشرہ)

رجلِ صالح

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات حضور آرام فرما نہ ہوئے ۔ اور فرمایا کاش کوئی "رجلِ صالح" ہوتا جو آج پہرہ دیتا ۔ اچانک میں نے ہتھیار کی

آواز سنی۔ پوچھا کون؟ آواز آئی سعد۔ کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آج میرے دل نے حضور کے بارے میں کچھ خوف محسوس کیا اس لئے حاضر ہوگیا ہوں۔ آپ نے سن کر دعاؤں سے نوازا اور پھر آرام فرما ہوئے۔

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ـــــ حضورؐ کے دنیا و آخرت میں دوست

نام عبدالرحمٰن، کنیت ابومحمد، ان کی والدہ کا نام شفاؓ ہے۔ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے حضور کی ولادت باسعادت کے موقع پر دایہ کی خدمات سرانجام دیں اور سب سے پہلے انہی نے اللہ کے حبیب کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا جو شرف اس کائنات میں ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

قبولِ اسلام

بعثت نبوی کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ ایک کامیاب تاجر تھے۔ حضرت ابوبکر کی کوشش سے اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ یہ اور ابوعبیدہ بن الجراح ایک ہی دن اسلام لائے۔ بعض نے چھٹا اور بعض نے تیرھواں مسلمان لکھا ہے۔ ان کے اسلام لانے پر حضور نہایت ہی خوش ہوئے۔ اور فرمایا:

"میں ایک ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس کو دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے"۔ ایک موقعہ پر فرمایا: "عبدالرحمٰن دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں"۔

حضور کی امامت کا شرف

سفر تبوک کے دوران حضور علیہ السلام بعض اہم وجوہ کی بنا پر نماز فجر پر لیٹ ہوگئے۔ وقت تنگ ہوگیا۔ صحابہ کے کہنے پر حضرت عبدالرحمٰن نے نماز کی امامت کی۔

حضور نے ان کی اقتداء میں ایک رکعت ادا کی اس طرح ان کو حضور کی امامت کا شرف نصیب ہوا۔

متبرک کفن میں تدفین

انہیں کفن بھی کیا ہی خوب اور متبرک ملا۔ ایک خاتون اپنے ہاتھ سے چادر بُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ لائیں۔ آپ نے وہ چادر بطور تہبند باندھی اور بڑی تعریف کی۔ یہ ہدیہ لانے والی کی دلجوئی کا ایک حسین انداز بھی تھا۔ حضور سے یہ چادر حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے لئے مانگ لی۔ آپ نے عطا فرمادی۔ انہوں نے یہ چادر سنبھال کر اپنے کفن کے لئے محفوظ کرلی پھر اسی چادر انور میں ان کو دفن کیا گیا۔

(عشرہ مبشرہ، ۹۵۵)

۸۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ ـــــ طلحۃ الخیر

نام طلحہ، لقب طلحۃ الخیر، والد کا نام عبیداللہ۔

حضرت طلحہ مکہ کے ان چند افراد میں سے تھے جو ظہور اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ فن تقریر و خطابت میں مہارت رکھتے تھے۔

قبولِ اسلام

تقریباً اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت ابوبکر کی ترغیب و تبلیغ سے ایمان لائے۔ ایمان لانے والوں میں ان کا آٹھواں نمبر ہے۔ ان کے بھائی عثمان نے ان کو اور حضرت ابوبکر کو ایک ہی رسی سے باندھ کر مارا۔ حضرت عمر اس واقعہ کی وجہ سے ان دونوں کو قرینین (ساتھی) کہا کرتے تھے۔

حضور کو اٹھانے کا شرف

غزوہ احد کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر دوہری زرہ کے بوجھ کی وجہ سے نہ چڑھ سکے ۔ اتنے میں خون میں نہایا ہوا ایک شخص پھرتی سے گڑھے میں اترا اور اپنی پیٹھ حضور کے آگے جھکا دی ۔ آپ اس کی پیٹھ پر چڑھے اوپر سے حضرت علی نے دست مبارک پکڑا ۔ اس طرح آپ محفوظ مقام پر منتقل ہو گئے ۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا :

اوجب طلحۃ — طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی

چلتا پھرتا شہید

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے بارے میں فرمایا :

من سرہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحہ بن عبید اللہ (الترمذی، مناقب العشرہ)

جو زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے وہ میرے طلحہ کو دیکھ لے ۔

۹ ۔ حضرت زبیر بن العوام ـــــ حواریِ رسولؐ

نام زبیر، لقب حواریِ رسول، والدہ کا نام صفیہ ہے یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی تھیں ۔

قبولِ اسلام

ابن سعد کے مطابق انہوں نے حضرت ابو بکر کے چار دن بعد سولہ سال کی

عمر میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد دین حق کی خاطر ہر قسم کے مصائب وشدائد بڑی ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر ناک اور آنکھوں میں دھواں دیا کرتا تھا۔ مگر اسلام کا نشہ اور لذت ان تلخیوں سے کہاں اتر سکتا تھا۔

حواری رسول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو لشکر کے بارے میں معلومات فراہم کرے؟ زبیر نے کہا آقا میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لکل نبی حواریًا وحواری	ہر نبی کا حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری
الزبیر۔	زبیر ہے۔

حواری مخلص اور بے غرض ساتھی کو کہا جاتا ہے۔ بقول ابن سیدہ حواری اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مدد کرنے میں مبالغہ کرنے والا ہو۔

جنت میں حضور کے پڑوسی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے یہ الفاظ حضور علیہ السلام کے مقدس لبوں سے سنے۔

طلحۃ والزبیر جارای	طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی
فی الجنۃ۔	ہوں گے۔

۱۰ - حضرت سعید بن زید ــــ سعید الفطرت باپ کا سعید الفطرت بیٹا

نام سعید، کنیت ابوالاعور، والد کا نام زید بن عمرو،
سعید حضرت عمر کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی بھی ہیں۔

ان کے والد اپنے دور کے دین ابراہیمی کے واحد موحد تھے جو نہ بتوں کی پوجا کرتے نہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے۔ انہوں نے منزل کے حصول کے لئے بڑے سفر کئے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں تیرے پیغمبر ابراہیم کے دین پر ہوں۔ زید کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ زندہ درگور کی جانے والی معصوم بچیوں کو بچا کر اپنے تحفظ میں لے لیا کرتے اور ان کی کفالت کرتے تھے۔

قبولِ اسلام

اگرچہ ان کے والد حضور علیہ السلام سے ملنے اور آپ پر ایمان لانے کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر سعید الفطرت باپ کے سعید الفطرت بیٹے نے ایمان لانے میں کافی جلدی سے کام لیا۔ تقریباً پندرہ سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہو کر السابقون الاولون میں شامل ہو گئے۔ انہی سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ (جو حضرت عمر کی ہمشیرہ تھیں) کا قبول اسلام حضرت عمر کے قبولِ اسلام کا باعث ہوا۔

اعلیٰحضرت نے اس شعر میں انہی اہل جنت عشرہ مبشرہ پر سلام عرض کیا ہے۔

۱۳۲۔ خاص اُس سابقِ سیرِ قربِ خدا
اوحدِ کاملیّت پہ لاکھوں سلام

۱۳۴۔ سایۂ مصطفےٰ مایۂ اِصطفا
عِزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

۱۳۵۔ یعنی اُس افضلُ الخَلقِ بعدَ الرُّسُل،
ثانیٔ اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

۱۳۶۔ اَصدَقُ الصّادِقیں سَیّدُ المُتّقیں،
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

سابق، آگے گزرنے والا، سیر۔ چلنا۔ حاصل کرنا، اوحد۔ اکیلا، کاملیت۔ کمال حاصل کرنا، مایہ۔ فخر، اصطفا۔ پاک باطن ہونا، عز۔ عزت، خلافت۔ خلیفہ بننا، افضل الخلق۔ تمام مخلوق سے افضل، بعد الرسل۔ رسولوں کے بعد، ثانی اثنین۔ دونوں میں سے دوسرا، ہجرت۔ مکہ شہر چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہونا۔ اصدق الصادقین۔ سب سچوں میں سچے، سید المتقیں۔ صاحب تقویٰ لوگوں کے سربراہ، چشم۔ آنکھ، گوش۔ کان، وزارت۔ نائب ہونا۔

یہاں سے اعلیٰحضرت خلفاء راشدین کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کر رہے ہیں، سب سے پہلے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے ان کے وہ امتیازات بیان کئے ہیں جن پر کتاب و سنت شاہد ہیں۔

۱۔ آپ کا سابقُ الاِسلام ہونا

مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کر کے خدا کا قرب جس عظیم شخصیت کو

حاصل ہوا وہ آپ ہی کی ذات ہے۔ چونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ بچپن، لڑکپن اور جوانی گزاری تھی لہذا آپ کے سچا ہونے پر ان کو کامل اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو سب سے پہلے اس آواز پر لبیک کہنے والے ابوبکر ہی تھے۔ اس کا تذکرہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان کسی معاملہ میں ناراضگی ہوگئی۔ حضرت ابوبکر نے معذرت چاہی مگر حضرت عمر نہ مانے۔ بعد میں حضرت عمر نے ندامت محسوس کی۔ چل کر ابوبکر کے گھر گئے۔ ملاقات نہ ہوئی۔ لہذا وہ بھی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عمر کو دیکھتے ہی حضور علیہ السلام کے چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت ابوبکر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ قصوروار میں ہوا یہ نہیں۔

حضور نے حضرت عمر سے مخاطب ہوکر فرمایا:

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت و قال ابوبکر صدقت و واسانی بنفسہ و مالہ فھل انتم تارکوالی صاحبی (البخاری ۱، ۵۱۷)	جب اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو تم سب نے میری تکذیب کی۔ ابوبکر ہی تھا جس نے میری تصدیق کی، اپنی جان و مال مجھ پر نثار کر دی کیا تم میری خاطر میرے دوست سے درگذر نہیں کر سکتے۔

ثانی اثنین ہجرت

مکہ میں جب حالات نہایت ہی ناساز گار ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا فرمایا لیکن ابوبکر صدیق کو فرمایا تم میرے ساتھ ہجرت

کرو گے ۔ آپ نے اس سفر کے لئے دو اونٹنیاں خرید کر انہیں تیار کرنا شروع کر دیا تاکہ ہجرت کے موقعہ پر یہ کام آئیں ۔ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے حضرت علی کو بستر پہ لیٹنے اور حضرت ابوبکر کو ساتھ چلنے کا حکم دیا ۔ دونوں مکہ کے دائیں جانب غارِ ثور میں جا کر ٹھہرے ۔ اس دوران حضرت کا خاندان خدمت میں مصروف رہا ۔ صبح قریش نے دیکھا تو چارپائی پر حضرت علی کو پایا ۔ آپ کو پکڑ کر حرم لے آئے ۔ تھوڑی دیر محبوس رکھ کر چھوڑ دیا ۔ پھر حضور کی تلاش میں نکلے ۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آ گئے ۔ آہٹ پاکر حضرت ابوبکر پریشان ہوئے اور آقا سے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر اپنے قدموں پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے ۔ آپ نے فرمایا : نہ گھبراؤ ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس منظر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ	اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو اللہ نے انکی
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ	انہیں باہر تشریف لیجانا ہوا صرف دو جان
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ	سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	اپنے دوست سے فرماتے تھے غم نہ کر
(التوبہ)	یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔

قرآن مجید نے چونکہ حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین کہا اعلحضرت نے اسی لفظ کو شعر میں استعمال کیا ۔

سایۂ مصطفےٰ

ان الفاظ میں حضرت ابوبکر کی دو شانوں کی طرف اشارہ ہے ۔

۱۔ جس طرح حضور علیہ السلام مخلوق خدا پر اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر امت مسلمہ پر حضور کا سایہ ہیں۔ جب حضور کے وصال کے موقعہ پر امت پر سب سے مشکل وقت آیا تو اس وقت حضرت ابوبکر ہی تھے جنہوں نے تمام معاملات کو بہتر طریقے سے سنبھال لیا۔ صحابہ کو تسلی دی۔ مرتدین کا مقابلہ کیا۔ مانعین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کے خلاف بھرپور جہاد کر کے ان کا قلع قمع کیا۔

۲۔ حضرت ابوبکر حضور علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح رہے جس طرح کسی کا سایہ رہتا ہے۔ واقعتہً آپ کی جو معیت حضرت ابوبکر کو حاصل ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ یہ معیت دنیا میں ہی نہیں بلکہ قبر اور حشر میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر

انت صاحبی فی الغار	تو میرا غار اور حوض (کوثر) کا
و صاحبی علی الحوض	ساتھی ہے۔

(الترمذی، مناقب ابی بکر)

دوسرے مقام پر آپ نے خود اعلان فرمایا کہ میرے مشن پر سب سے زیادہ مال اور وقت ابوبکر نے خرچ کیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من امن الناس علیّ فی	مجھ پر سب سے زیادہ وقت و مال خرچ
صحبتہ و مالہ ابوبکر	کر کے جس نے احسان کیا وہ ابوبکر ہیں۔

(البخاری، باب الخوخۃ فی المسجد)

اوصلوا الحبیب الی الحبیب

سیدنا صدیق اکبر نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ جنازہ اٹھا کر میرے کریم

آقا کی بارگاہ میں پیش کر دینا، در عرض کرنا آقا غلام حاضر ہے۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے پہلو میں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ہو تو پھر جہاں چاہو دفن کرنا۔ وصیت کے مطابق جب رحمۃ للعالمین کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو دروازہ از خود کھل گیا اور آواز آئی

اوصلوا الحبیب الی الحبیب — دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو

افضل الخلق بعد الرسل

انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل سیدنا صدیق اکبر کی ذات گرامی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک دن حضرت ابوبکر کے آگے آگے چل رہا تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو مجھے بلا کر فرمایا تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو تم سب سے افضل ہے۔ پھر فرمایا:

فواللہ ما طلعت الشمس	اللہ کی قسم سورج کسی ایسے شخص پر نہ
ولا غربت علی احد افضل	طلوع ہوا اور نہ غروب جو ابوبکر سے
من ابی بکر۔	افضل ہو۔

الفاظ روایت یوں بھی آئے ہیں:

ما طلعت الشمس علی احد	انبیاء و مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے
بعد النبیین والمرسلین	شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے
افضل من ابی ابکر۔	افضل ہو۔

(الصواعق المحرقہ)

اصدق الصادقین

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے زیادہ صاحب صدق ہیں۔

بعض روایات کے مطابق دورِ جاہلیت میں بھی آپ کو ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے صدیق کہا جاتا تھا ۔ امام حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ آپ کو یہ لقب معراج کے دوسرے دن ملا ، جب مشرکین نے کہا آپ کو علم ہے تمہارے دوست نے کیا کہہ دیا ہے کہ میں رات کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں ۔ پوچھا یہ میرے آقا نے فرمایا ہے؟ مشرکین نے کہا ہاں ۔ فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں ۔ اس دن سے آپ کا لقب "صدیق" مشہور ہوگیا ۔

سنن منصور میں ہے کہ معراج سے واپسی پر جب حضور مقامِ ذی طوی پر پہنچے تو آپ نے جبریل سے فرمایا لوگ واقعہ معراج کو تسلیم نہیں کریں گے ۔ اس پر جبریل امین نے عرض کیا اور کوئی تصدیق کرے یا نہ کرے ،

يصدقك ابوبكر وهو الصديق — آپ کی تصدیق ابوبکر ضرور کریں گے

(سنن سعید بن منصور) — اور وہ ہی صدیق ہیں ۔

سید المتقین

اسی طرح آپ سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہیں ۔ جب آپ نے حضور علیہ السلام کے مشن کی خدمت کرتے ہوئے منہ بولی قیمت دے کر بلال جیسے اسلام کے شیدائیوں کو آزاد کروایا تو مخالفین نے غلط پروپیگنڈہ کیا کہ ابوبکر اور ان کے خاندان پر بلال کا کوئی نہ کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ انہوں نے آزادی دلا کر [illegible] ہے ۔ وہ ذات جو سینوں کے رازوں سے آگاہ ہے اس نے یہ آیات نازل فرمائیں ۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ — اس سب سے زیادہ صاحب تقویٰ کو

يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ — اس (آگ) سے دور رکھا جائے جو

عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا — مال کو پاک کرنے کے لیے خرچ کرتا

أَبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ۔ (اللیل، ۷، ۱۲)

ہے کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں وہ صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے اور یقیناً اس سے راضی ہوگا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

اجمع المفسرون مناعلی ان المراد منه ابوبکر رضی اللہ عنہ (تفسیر کبیر، ۸، ۱۷۱)

مفسرین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر ہی مراد ہیں۔

چشم وگوشِ وزارت

حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خدمات اور جاں نثاری کی وجہ سے انہیں اپنے کان، آنکھیں اور وزیر قرار دیا۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر وعمر منی بمنزلة السمع والبصر من الرأس (الصواعق المحرقة، ۱۷۸)

ابوبکر و عمر دونوں میری آنکھوں اور کان کی مانند ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے چار وزیر ہوتے ہیں — دو آسمانی اور دو زمینی۔

وزیرای من اهل السماء جبریل و میکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر۔

میرے آسمان پہ وزیر جبریل و میکائیل اور زمین پہ ابوبکر و عمر ہیں۔

ان دونوں ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت نے کہا: ؎
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

۱۲۷۔ وہ عُمَر جس کے اَعداء پہ شَیدا سَقَر
اُس خُدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

۱۲۸۔ فارقِ حق و باطِل امامُ الھُدیٰ
تیغِ مَسلول شِدّت پہ لاکھوں سلام

۱۲۹۔ ترجمانِ نبیؐ ہمزبانِ نبیؐ
جانِ شانِ عَدالت پہ لاکھوں سلام

عمر۔ فاروقِ اعظمؓ، اعدا۔ دشمن (عدو کی جمع)، شیدا۔ قربان، سَقر۔ دوزخ، خدادوست۔ اللہ کے دوست، حضرت۔ تعظیم کا لقب، فارق۔ فرق کرنیوالے، امام الھدیٰ۔ ہادی و پیشوا، تیغ۔ تلوار، مسلول۔ برہنہ تلوار، شدت۔ غیرت کی سختی، ترجمانِ نبی۔ حضور کے سفیر، جان۔ سراپا، شانِ عدالت۔ عدل و انصاف کی عظمت۔

یہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شانوں کا تذکرہ ہے۔

فارقِ حق و باطل

آپ کا اسم گرامی عمر ہے۔ فاروق آپ کا لقب ہے۔ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا آپ کا لقب فاروق کیسے پڑا۔ آپ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ تفصیلاً بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد حضور کی خدمت میں عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں ہم یقیناً حق پر ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر اب اعلانیہ عبادت ہوگی چھپ کر نہیں۔ مسلمان دو لائنوں میں مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ ایک لائن میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری میں میں۔ جب قریش نے حمزہ اور مجھے اس حال میں دیکھا تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ اس دن چونکہ حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا لہٰذا مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت ذکوان تابعی بیان کرتے ہیں میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ لقب انہیں حضور علیہ السلام نے عطا فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ، ۱۴۳)

ہم زبانِ نبی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحبتِ نبوی، اخلاص اور خدمت اسلام کی وجہ سے یہ درجہ عطا ہوا کہ آپ کی زبان و دل کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ جعل الحق علی	اللہ تعالیٰ عمر کے زبان و دل
لسان عمر وقلبہ	پر حق جاری کرتا ہے۔

(الترمذی ، مناقب ابی حفص عمر)

دوسرے مقام پہ فرمایا اگر میرے بعد نبی کا آنا ممکن ہوتا تو عمر نبی ہوتا۔

قرآنی آیات کا نزول

آپ کا دل و دماغ اس طرح پاکیزگی و طہارت کا مرکز تھا کہ اس کی فکر و سوچ نہایت ہی صائب ہوتی ۔ آپ جب بھی اسلام کے بارے غور و فکر کر کے رائے دیتے اور خواہش کرتے کہ یوں ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح وحی کا نزول فرما دیتا ۔ مثلاً آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا کاش مقام ابراہیم پہ نماز ادا کریں ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی :

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۔ (البقرہ) — مسلمانو ! مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ ۔

شدّتِ فاروقی

اعلحضرت نے آپ کی جس شدّت کا ذکر کیا ہے ، قرآن کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے ۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح) — حضور کے ساتھی کافروں پہ نہایت سخت مگر آپس میں رحیم ہیں ۔

آپ کی شدت کا وہ واقعہ نہایت ہی مشہور ہے کہ دو اشخاص میں جھگڑا ہوا ۔ مقدمہ حضور اکرم کی بارگاہ میں گیا ۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا ۔ دوسرے نے کہا ہمیں اپنا یہ مقدمہ دوبارہ سماعت کے لئے عمر کے پاس لے جانا چاہیئے جب وہاں پہنچے تو یہودی نے بتا دیا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے اس بات سے آگاہ رہو کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضور نے میرے حق میں کیا ہے ۔ آپ اندر تشریف لے گئے تلوار لا کر نہ ماننے والے

کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو حضور کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر کی تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی ۔ چونکہ اس نے مسلمانی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا مشہور ہو گیا کہ عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ،

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى	پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ مومن
يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ	نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں
لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	تجھے حاکم نہ مانیں پھر اپنے دلوں میں
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا	کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے
تَسْلِيْمًا (النساء)	کو دل و جان سے تسلیم کریں ۔

حیا و غیرتِ فاروقی

حیا و غیرت فاروقی کا اندازہ اس حدیث سے کیجیے ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو کسی کے چلنے کی آہٹ سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ جبریل نے بتایا یہ آپ کا غلام بلال ہے پھر میں نے ایک نہایت خوبصورت محل دیکھا ۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے ؟ بتایا گیا یہ عمر بن الخطاب کے لئے ہے ،

فاردت ان ادخله فانظر اليه	میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو کر
فذكرت غيرتك ۔	اسے دیکھوں مگر مجھے تیری غیرت یاد آ گئی ۔

اس پر حضرت عمر نے فرمایا :

بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ	یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا
اعلیک اغار	ہوں آپ پر میں کیسے غیرت کھا سکتا ہوں ۔

(البخاری)

شانِ عدالت

عدل و انصاف کا نام آتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ گویا عمر نام ہی عدل و انصاف کا ہے۔ ہم یہاں صرف قیصر روم کے سفیر کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"ایک دن دوپہر کو دورے کے دوران غنودگی آئی تو ایک درخت کے نیچے بغیر فرش کے لیٹ کر سو گئے۔ اتفاق سے قیصر روم کا سفیر آیا اور اس نے آپ کو دارالامارت میں نہ پایا تو پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچا جہاں آپ سو رہے تھے بے ساختہ کہا:

"میرا حاکم ظلم کرتا ہے اور اسی لئے مارے ڈر کے پہرے کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا۔ تم عدل و انصاف کرتے ہو اس لئے اس طرح اطمینان سے سو سکتے ہو کہ کسی محافظ کی بھی ضرورت نہیں"

(فاروق اعظم، ڈاکٹر حمید اللہ بحوالہ قومی ڈائجسٹ)

۱۴۰۔ زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود
دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

۱۴۱۔ دُرِّ منثورِ قرآں کی سلکِ بہی
زوجِ دو نورِ عِفّت پہ لاکھوں سلام

۱۴۲۔ یعنی عُثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

زاہد۔ تارکِ دنیا، مسجدِ احمدی۔ مسجدِ نبوی، جیش۔ لشکر، عسرت۔ تنگی، درِ منثور۔ بکھرے ہوئے موتی، سلک۔ لڑی، بِہی۔ بہترین، زوج۔ شوہر، دو نور۔ حضور کی دو صاحبزادیاں، عفت۔ پاکیزگی، ہدیٰ۔ ہدایت و نور، حلّہ۔ پوشاک، پوش۔ پہننے والا، شہادت۔ راہِ خدا میں جان پیش کرنا۔

یہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوصافِ کاملہ کا ذکر ہے۔

جنت میں حضور کی رفاقت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا:

و رفیقی فی الجنۃ عثمان	جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں۔
(الترمذی، مناقبِ عثمان)	

زاہدِ مسجدِ نبوی اور جیشِ عُسرہ

یہ غزوۂ تبوک کے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت عبد الرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ جیشِ عسرہ (غزوہ تبوک) کی تیاری کے بارے میں فرما رہے تھے۔ حضرتِ عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک سو اونٹ مع ساز و سامان اللہ

کی راہ میں پیش کرتا ہوں ۔ آپ نے دوبارہ ضرورت بیان فرمائی ۔ حضرت عثمان نے دو سو اونٹ کا اعلان کیا ۔ آپ نے سہ بارہ ارشاد فرمایا تو عثمان نے تین سو اونٹ پیش کردیے ۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے یہ کلمات کہتے ہوئے تشریف لائے ۔

ما علی عثمان ما عمل بعد — اس کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان

ما علی عثمان ما عمل بعد — نہیں دے سکتا ۔

ھذہ (الترمذی ، مناقب عثمان)

مسند احمد میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے مروی ہے : جیش عسرہ کی تیاری کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں پیش کئے ۔ آپ نے انہیں اپنی جھولی میں رکھا اور انہیں اوپر نیچے کرتے ہوئے فرمایا :

ما ضر عثمان ما عمل بعد — آج کے بعد عثمان جو کرے اسے

الیوم مرتین ۔ — نقصان نہ ہوگا ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ، باب مناقب عثمان)

خاص طور پر زاہد کا لفظ آپ کے لئے اس لئے استعمال فرمایا کہ انہوں نے تمام مال مضاربت پہ دے دیا تھا ۔ اس لئے اکثر وقت صحبتِ نبوی اور مسجد نبوی میں بسر کرتے تھے ۔

ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کائنات میں امتیازی شان بھی ہے کہ آپ کے عقد میں اللہ کے حبیب کی دو صاحبزادیاں آئیں حضرت آدم سے لے کر قیامت تک حضرت عثمان کے علاوہ ایسا کوئی انسان نہیں جس کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں ۔ آپ کے پہلے عقد میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں ۔ جب ان کا وصال

ہو گیا تو سرورِ عالم نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد کر دیا۔ جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا عثمان کا نکاح کر د

"اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا بھی عثمان سے نکاح کر دیتا میں نے ان کے نکاح بھی بذریعہ وحی ہی کئے تھے۔"

(تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

ابنِ عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے عثمان!

اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔" (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر)

اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین (دو نوروں والا) کہا جاتا ہے۔ اعلحضرت نے دوسرے مقام پر اسے یوں بیان فرمایا:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا
نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا — ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

صاحبِ قمیصِ ہدیٰ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا عثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصًا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ لھم۔

اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے قمیص پہنائے گا اگر لوگ اسے اتارنے پر مجبور کریں تو تو اسے نہ اتارنا۔

(الترمذی، مناقب عثمان)

آپ نے یہ حضور کا ارشاد یاد رکھا۔ جب بلوائیوں نے آپ کو شہید کرنے کے لئے گھیرا ڈالا تو ابوسھلہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا کہ ہمیں ان کو ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

ان رسول اللہ قد عھد الی عھدا و انا صابر علیہ۔
مجھ سے رسول اللہ نے وعدہ لیا تھا، لہٰذا میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔

(الترمذی، مناقب عثمان)

۱۴۳۔ مُرتضیٰ شیرِ حق اَشجعُ الاَشجَعین
ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

۱۴۴۔ اصلِ نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا
بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

۱۴۵۔ اوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج
چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام

۱۴۶۔ شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۴۷۔ ماحیٔ رفض و تفضیل و نصب و خروج
حامیٔ دین و سنت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ ۔ پسندیدہ ، شیرِ حق ۔ اللہ کا شیر ، اشجع الاشجعین ۔ دلیروں کے سربراہ ، ساقی ۔
پلانے والا ، شیر ۔ دودھ ، شربت ۔ میٹھا مشروب ، اصل ۔ جڑ ، صفا ۔ طہارت ، وجہ ۔
سبب و ذریعہ ، وصل ۔ ملاپ ، فضل ۔ شرف ، ولایت ۔ اللہ کا دوست بننا ، اوّلین ۔ پہلا ،
دافع ۔ جنگ کرنے والا ، اہلِ رفض ۔ رافضی صحابہ کے دشمن ، خروج ۔ خارجی ۔ اہلبیت
کے دشمن ، چارمی ۔ چوتھے ، رکن ۔ ستون ، ملت ۔ امت ، شمشیر زن ۔ تلوار مارنیوالے ،
خیبر شکن ۔ خیبر فتح کرنے والے ، پرتو ۔ عکس و مظہر ، دستِ قدرت ۔ اللہ کی طاقت ،
ماحی ۔ مٹانے والا ، رفض ۔ صحابہ کی دشمنی ، تفضیل ۔ حضرت علی کو جملہ صحابہ پر فضیلت دینا ،
نصب ۔ حضرت علی کے دشمن ، خروج ۔ خارجی ، حامی ۔ مدد کرنے والے ۔

یہ اشعار خلیفۂ چہارم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم خوبیوں اور فضائل و کمالات کا بیان ہیں ۔

حضورؐ سے اہم رشتہ داری

آپ حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں ۔ سیدہ فاطمہ کے شوہر اور حسن و حسین کے والد گرامی ہیں ۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضور کی گود میں انہوں نے تربیت پائی ۔ اکثر طور پر اپنے ساتھیوں سے بطور بیانِ نعمت فرمایا کرتے تم جانتے ہو میرا اللہ کے حبیب کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟

وضعنی فی حجرہ صلی	حضور علیہ السلام نے مجھے اپنی گود میں
اللہ علیہ وسلم وانا ولید	پالا ۔ میں جب بچہ تھا تو آپ مجھے اپنے
یضمنی الی صدرہ یمسنی	سینۂ اقدس اور جسم اطہر سے لگاتے
جسمہ ویشمنی عرقہ	اور مجھے آپ کے مبارک پسینہ کی خوشبو
(علم الاکرم محبۃ آل بیت النبی ، ۱۰۱)	سونگھنے کا شرف حاصل ہے ۔

بچوں میں پہلا مسلمان

بچوں میں سب سے پہلے جس شخصیت نے اسلام قبول کر کے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے بلکہ سب سے پہلے حضور کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے بھی آپ ہی ہیں ۔

سب سے بہادر و جرأت مند

آپ کو اسد اللہ (اللہ کے شیر) کہا جاتا ہے ۔ آپ کی جرأت و بہادری کے سینکڑوں مظاہر ہیں مگر ہم آپ کی جرأت و شجاعت کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر جرأت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابو بکر صدیق کو ساتھ لیا اور علی کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا ، حضرت علی آپ کا اشارہ پاتے ہی سکوں کی چادر اوڑھ کر اور موت سے بے نیاز ہو کر میٹھی نیند سو گئے ۔ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی نے سچ لکھا :

انه ضحی بنفسه من اجل سلامة رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الهجرة عندما نام فی فراشه ۔	حضرت علی نے ہجرت کی رات آپ کے بستر پر سو کر آپ کی سلامتی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی ۔

(علموا اولادکم محبة آل بیت النبی ، ۱۰۹)

شاہِ خیبر شکن

غزوہ خیبر کے موقعہ پر دشمن قلعہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ۔ قلعہ کی

مضبوط دیواریں ان کی حفاظت و دفاع کا ذریعہ بن گئیں۔ لشکرِ اسلام بڑی جد وجہد کے بعد بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعطین الرایۃ غدا رجلاً	کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا عطا
یحب اللہ و رسولہ و یحبہ	کروں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا
اللہ و رسولہ یفتح اللہ علی	ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت
یدیہ۔	کرتے ہیں۔

تمام رات ہر کوئی سوچتا اور دعا کرتا رہا کہ کاش فتح کا جھنڈا اسے نصیب ہو جب صبح ہوتی تو آپ نے پوچھا علی ابن   کہاں ہے؟ عرض کیا گیا آقا انہیں آنکھوں کی تکلیف ہے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی حاضر ہوئے۔ آپ نے لعابِ دہن لگایا۔ آنکھیں فی الفور صحت مند ہو گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں حضور نے فتح کا جھنڈا عطا فرمایا اس کے بعد حضرت علی میدان جنگ میں اترے قلعہ کا وہ گیٹ جسے ستر طاقتور آدمی بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کر ڈھال بنا لیا۔ ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ چونکہ یہ جسمانی قوت کا نہیں بلکہ روحانی اور دستِ قدرت کے ایک پرتو ہی کا مظاہرہ تھا۔ اعلیٰحضرت نے اس پر سلام عرض کیا۔

اصلِ نسلِ صفا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی وصال کر گئی۔ آپ کی صاحبزادیاں جواں ہوئیں۔ جب دشمنوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ انسان کا نسب نرینہ اولاد ہی سے جاری ہوتا ہے کہا کہ تمہارا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب تیرے دشمنوں کا نام و نشان ختم ہو جائے گا۔ تیرا نام ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ لہٰذا آپ کا سلسلہ نسب اللہ تعالیٰ

نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جاری فرمایا۔ سادات جو تاقیامت ہیں یہ آپ کی اولاد ہیں۔ یعنی حسنین کریمین کی اولاد سادات کہلاتی۔ اور اس مبارک نسل کی اصل ہونے کا شرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وان اللہ جعل ذریتی فی صلب علی۔	اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی صلب میں رکھی مگر میری اولاد علی کے صلب میں۔

(الترمذی، مناقب علی بن ابیطالب)

وجہ وصلِ خدا

آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ محبت وعقیدت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا:

النظر الی علی عبادۃ	علی کو تک لینا عبادت ہے

(الشرف المؤبد، ۱۱۱)

بابِ فضلِ ولایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ	جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔ اے اللہ تو اسے دوست بنا جو علی کو دوست بنائے اور اسے تو ناپسند فرما جو علی سے دشمنی رکھے۔

(الشرف المؤبد آلِ محمد، ۴۹)

اسی فرمانِ نبوی کے پیشِ نظر اہلِ محبت آپ کو مولائے کائنات کہتے ہیں، اہلِ دل کا اتفاق ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص درجۂ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک حضرت علی اس کی سفارش نہ فرمائیں۔ یہی وجہ ہے دوسری حدیث میں آپ کو شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا گیا ہے۔

انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها۔	میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر بنیاد، عمر دیواریں عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(الصواعق، ۳۴)

ماحیٔ رفض و تفضیل

کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی آڑ میں دوسرے صحابہ پر طعن کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فرمایا:

لا احد احدا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتری۔ (الصواعق، ۶۰)	ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دیتے ہوئے جس کو میں نے پایا اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

ابوزناد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی سے پوچھا: اے امیر المؤمنین آپ کے ہوتے ہوئے مہاجرین و انصار نے آپ پر ابوبکر کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ مرتبہ میں آپ فائق ہیں؟ آپ نے فرمایا:

لولا ان المؤمن عائذ الله لقتلتك۔	اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو ناجائز عمل سے بچا لیتا ہے تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

(کنز العمال، ۶ : ۳۱۸)

ماحیٔ نصب و خروج

آپ کے دشمنوں کو ناصبی و خارجی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو اہل

ایمان و اہلِ نفاق کے درمیان فاصل بنایا ہے۔ آپ کی محبت کو ایمان اور عداوت کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا:

لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق۔	مومن مجھ سے محبت ہی کرے گا اور میری دشمنی کرنے والا منافق ہوگا۔

چارمی رکنِ ملت

آپ خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں۔ بعض لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی کے لئے وصیت کی تھی یہ سراسر غلط ہے۔ آپ نے یہ معاملہ اپنے تربیت یافتہ صحابہ اور امت کے حوالے کر دیا تھا تاکہ تاقیامت لوگ اپنی مرضی سے بہتر سے بہتر افراد کو خلیفہ بنا سکیں۔ البتہ بعض اشارات حضرت ابوبکر کے بارے میں ملتے ہیں۔ مثلاً فرائضِ امامت کا سپرد کرنا۔ حضرت علی کے دورِ خلافت میں کسی شخص نے آپ سے پوچھا کیا حضور نے آپ کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا:

لا ولو اوصٰی لی بها لقاتلت علیها حتی لو لم یبق معی الا سیفی و ردائی۔	نہیں اگر اس کے بارے میں کوئی وصیت کی ہوتی تو اس کے لئے لڑتا اگرچہ میرے پاس اس تلوار و چادر کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔
(الشرف المؤبد ۱۱۲)	

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:

لو عهد الی رسول الله عهداً	اگر رسول اللہ نے میرے لیے خلافت کے

لجاهدت عليه ولم اترك ابن قحافه يرقى درجة واحدة من منبره۔

بارے میں وصیت فرمائی ہوتی تو اُس کے لیے جد و جہد کرتا اور ابوبکر کو منبر نبوی کی سیڑھی پر بھی نہ چڑھنے دیتا۔

(کنز العمال، ۳۰ : ۱۴۱)

۱۴۸۔ مومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب
اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

پیش۔ پہلے، فتح۔ فتحِ مکہ، پس۔ بعد، اہلِ خیر۔ اہلِ تقوی، عدالت۔ خلافِ شرعِ اعمال سے پرہیز کرنا

حضور علیہ السلام کے اصحاب بعض وہ ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اور بعض فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ صحابہ کے درمیان یہ تقسیم قرآن مجید نے کی ہے۔ سورۃ الحدید میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں انفاق پر ابھارتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کو لوٹنے والی ہے تم میں سے جو لوگ فتح (مکہ) سے پہلے انفاق و جہاد کریں گے یکساں نہیں ہوں گے ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہوگا جو بعد میں انفاق و جہاد کریں گے اگرچہ اللہ کا وعدہ ان میں سے ہر ایک

تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ سے اچھا ہی ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو

الحدید ، ۵۷ : ۱۰) اس سے اللہ اچھی طرح باخبر ہے ۔

اعلیٰ حضرت نے صحابہ کے ان دونوں طبقات کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے ۔

۱۴۹۔ جس مسلماں نے دیکھا اُنہیں اِک نظر

اُس نظر کی بَصَارَت پہ لاکھوں سلام

اِک نظر ۔ ایک مرتبہ دیکھنا ، بصارت ، دیکھنا

صحابی کی تعریف پیچھے گزری کہ ہر انسان جس نے ایمان کی حالت میں ایک مرتبہ اللہ کے حبیب کو دیکھ لیا وہ صحابی ہوتا ہے ۔ اعلیٰحضرت نے صحابہ کے مختلف طبقات خلفاء راشدین ، عشرہ مبشرہ ، اہل بدر واحد اور بیعت رضوان کے ذکر کے بعد ب زیارت سے مشرف ہونے والے پر سلام اور اس نظر پر بھی سلام عرض کرتے ہیں ، جس کے ذریعے سے صحابی بن گیا ۔

یہی وہ ایک مبارک نظر ہے جو انسان کو اس کائنات میں اس درجہ پر فائز کردیتی ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کرسکتی ۔ اس کائنات کے تمام عابد ، زاہد ، غوث ، ابدال اور اقطاب جمع ہو جائیں ۔ تب بھی صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے صحابہ کو برا نہ کہو قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ؛

لو ان احدکم انفق مثل احد — اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مقدار

ذھبًا ما ادرک مد احدھم — سونا خرچ کرے تو وہ صحابی کے خرچ

ولا نصیفہ — کئے ہوئے مد بلکہ نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(الترمذی، باب ماجاء فی فضل من رأی النبی)

کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس گھوڑے پر سوار ہوکر حضرت معاویہ حضور کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزارہا بار افضل ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ سرکار کی زیارت کا کیا مقام ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مقام صحابہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

واللہ لمشھد رجل منھم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح۔	خدا کی قسم جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا اور اس کے منہ پر جو غبار پڑا وہ تم میں سے ہر شخص کے عمل سے بہتر ہے خواہ اسے عمر نوح ہی کیوں نہ مل جائے۔

(ابوداؤد، الترمذی)

۱۵۰۔ جس کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
اُن سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

۱۵۱۔ باقیِ ساقیانِ شرابِ طہور
زینِ اہلِ عبادت پہ لاکھوں سلام

ساقیان۔ پلانے والے، شراب طہور۔ اہلِ جنت کے لئے خصوصی مشروب

زین ۔ زینت ، اہل عبادت ۔ عبادت والے ۔

یہ اس امت کے تمام تابعین ، تبع تابعین ، اولیاء ، صلحاء اور عبادت گزار لوگوں کی خدمت میں سلام ہے اور ان کے بعض مناقب کا ذکر ہے ۔

دشمن پر اللہ کی لعنت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

من عادیٰ لی ولیًا فقد اذنتہ بالحرب (البخاری)

جس نے میرے کسی دوست ولی سے عداوت رکھی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں ۔

اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے

جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ و اخلاص کی زندگی بسر کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی کرم نوازیاں ہوتی ہیں ۔ حدیث قدسی میں ہے کہ جب نیک اعمال کے ذریعے بندہ میرا قرب پاتا ہے تو میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے ۔ میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے ۔ یعنی اس کے تمام اعضاء کا اللہ تعالیٰ محافظ بن جاتا ہے ۔ پھر اسے برائی کرنا ، دیکھنا اور سننا محبوب نہیں ۔ اسے نیکی ، خیر ، تقویٰ اور عبادت سے محبت ہو جاتی ہے ۔

دنیا و آخرت میں خصوصی کرم

قرآن و حدیث نے دنیا و آخرت میں ان مقرب بندوں پر بے شمار خصوصی مہربانیوں

کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ (الدھر) — اللہ پاک انہیں شرابِ طہور پلائے گا۔

"شرابِ طہور" کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں کہ کیا ہے۔

۱۵۲۔ اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
اُن سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

۱۵۳۔ اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

اہلِ مکانت۔ اہلِ مرتبہ و اہلِ کمال، بالا شرافت۔ اعلیٰ شرافت، سیادت۔ سرداری، بالا شرافت۔ شرافت کا اعلیٰ درجہ

یہ تمام سادات گھرانے پر سلام ہے۔ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں حضور علیہ السلام کا خاندان نصیب ہوا۔ اسلام اگرچہ محض نسب کو ترجیح نہیں دیتا لیکن اگر اس کے ساتھ حسب شامل ہو جائے تو اسلام اسے بہت سراہتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو مسلمان باعمل ہیں اور سادات بھی ہیں ان کا درجہ بہر طور دوسروں سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ طور میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ — اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی اتباع کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ

عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْئٍ ۔	(درجہ میں) شامل کریں گے اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے

خصوصاً سرورِ عالم کے خاندان کا مقام و مرتبہ نہایت ہی عظیم ہے اس لیے آپ نے فرمایا: "ہر ایک دنیوی رشتہ ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ ختم نہیں ہوگا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے کہا کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد آپ میرے ساتھ فرمادیں۔ جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد آپ کے ساتھ ہوگیا تو آپ نے دوستوں سے کہا تم نے مجھے اس رشتہ پر مبارک کیوں نہیں دی! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ينقطع يوم القيامة كل سبب و نسب الا سببي و نسبي ۔ (مجمع الزوائد، ۹: ۱۷۳)	روزِ قیامت ہر رشتہ اور نسب ختم ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور نسب

یاد رہے یہ تعلق اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک سید مسلمان ہو اگر خدانخواستہ وہ کفر کا مرتکب ہو تو پھر اسے یہ نسب فائدہ نہ دے گا۔ کیونکہ قرآن مجید نے مذکورہ آیت میں ایمان کی شرط بیان کردی ہے۔ البتہ گناہ کی وجہ سے یہ تعلق ختم نہیں ہوگا۔ جس طرح نافرمان اولاد کا والدین سے نسبی تعلق ختم نہیں ہوجاتا۔ امام ابن حجر لکھتے ہیں:

من علت نسبته الى اهل البيت النبوى والسر العلوى لا يخرجه عن ذلك عظيم جنايته (الشرف المؤبد، ۴۶)	جس کا تعلق اہل بیت نبوی اور علوی خاندان سے ہو اگر وہ کسی زیادتی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے خارج نہیں ہوجاتا۔

۱۵۴۔ شافعی، مالک، احمد، امامِ حنیف
چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

امامِ حنیف۔ امام اعظم، امامت۔ پیشوائی۔

اسلام نے مسلمانوں کو اساسی ضابطے و قواعد فراہم کر دیئے ہیں تاکہ امت مسلمہ ایک دائرے کے اندر رہتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ بعض معاملات میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے۔ ان کے بارے میں اہل علم و اجتہاد قرآن و سنت میں غور کر کے ان معاملات کا حل تلاش کرتے ہیں۔ اس جد و جہد کا سہرا جن لوگوں کے سر ہے ان میں سرفہرست یہ چار ائمہ ہیں ــــ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔ چوتھی صدی ہجری میں اہل علم نے جب محسوس کیا کہ کچھ لوگ قرآن و سنت کی من مانی تاویل کرتے ہیں تو انہوں نے اکٹھے ہو کر یہ فیصلہ دیا کہ امت کو افتراق سے بچانے کے لئے انہی چار ائمہ کے اجتہاد و فقہ پہ اکتفاء کیا جائے۔ کسی دور کے علماء اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت سے مستنبط کریں تو وہ انہیں کے اصول و قواعد کو سامنے رکھیں تاکہ امت میں انتشار و افتراق جنم نہ لے اور نظم و ضبط قائم رہے۔

یاد رہے کہ یہ تمام ائمہ اہل سنت ہیں۔ عقائد میں ان تمام کا اتفاق ہے۔ اختلاف فروعی معاملات میں ہے۔ اور ان اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ مثلاً امام شافعی کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ امام اعظم کے مزار پہ حاضری کے لیے جاتے تو وہاں نماز میں رَفعِ یدَین ترک کر دیتے حالانکہ ان کی تحقیق کے مطابق رَفعِ یدَین کرنا افضل ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اتنے عظیم امام کے سامنے اپنی رائے و اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے حیا آتا ہے۔

بہت سے علماء شوافع نے امام اعظم کی شان میں کتب لکھیں۔ امام جلال الدین سیوطی

شافعی ہیں مگر آپ نے امام اعظم کی شان میں "تبییض الصحیفہ" لکھی۔ علامہ ابن حجر شافعی ہیں مگر انہوں نے "الخیرات الحسان" تحریر فرمائی۔ اسی طرح علماء احناف نے بھی دیگر ائمہ کے مناقب وفضائل بیان کئے ہیں۔

اعلیٰحضرت نے بھی ان کو امامت کے چار گلستان کہہ کر سلام عرض کیا یعنی ان چاروں ائمہ کی فقہ واجتہاد الگ الگ گلستان ہیں۔ ہر ایک کی مہک سے آدمی کا دماغ کتاب وسنت کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔ جو آدمی بھی خواہشِ نفس سے بالاتر ہو کر ان کے اجتہاد کی پیروی کرے گا وہ منزل پالے گا۔

۱۵۵۔ کاملانِ طریقت پہ کامل درود!

حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

کاملاں۔ کامل لوگ، طریقت۔ روحانیت، حاملانِ شریعت۔ شریعت پر عمل کرنے والے

پچھلے اشعار میں ائمہ مجتہدین کا تذکرہ تھا اس میں ائمہ طریقت کا ہے جس طرح امتِ مسلمہ میں چار فقہی مکاتب فکر ہیں۔ اسی طرح اہل تصوف میں بھی چار مشہور مسالک ہیں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ۔ اعلیٰحضرت نے کاملانِ طریقت کے ساتھ حاملانِ شریعت کا تذکرہ کر کے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ طریقت میں وہی شخص کامل ہو سکتا ہے جو شریعت پر عمل کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص حدودِ شریعت کی پاسداری نہیں کرتا۔ اسے خدا اور رسول کا شرم نہیں تو وہ خواہ اڑتا ہوا کیوں نہ آجائے وہ ہرگز اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہلِ شریعت اور اہلِ عشق وطریقت کی راہیں جدا جدا ہیں، غلط اور جہالت ہے۔ ایسی کوئی تقسیم شریعت میں موجود نہیں۔

ہمارے دور میں شریعت کا مذاق اڑانے والے روحانی بت بنے بیٹھے ہیں۔ شریعت کی غلط تعبیر کرنا ان کا شغلہ ہے ان کے من میں جو آجائے وہ شریعت بن جاتی ہے خواہ وہ اسلام کی تعلیمات کے اعلانیہ منافی ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم آنکھیں کھول کر چلیں کہیں کوئی لٹیرا لوٹ نہ لے۔

۱۵۶۔ غوثِ اعظم امامُ التُّقیٰ والنُّقیٰ
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۵۷۔ قطبِ ابدال وارشاد و رشد الرّشاد
مُحیِ دین و ملّت پہ لاکھوں سلام

۱۵۸۔ مردِ خیلِ طریقت پہ بیحد درود
فردِ اہلِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

۱۵۹۔ جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء
اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

غوث۔ مدد کرنے والے، امام التقی۔ متقیوں کے پیشوا، النقی۔ طہارت والے، جلوہ۔ منظر، شانِ قدرت۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت، قطب و ابدال۔ اہلِ طریقت کے درجات ہیں، محیی۔ زندہ کرنے والے، خیلِ طریقت۔ طریقت کے سربراہ، فرد۔ یکتا، اہلِ حقیقت۔ اہلِ یقین۔

پچھلے شعر میں تمام اہل طریقت پر سلام تھا۔ یہاں اہلِ طریقت کے سربراہ حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کی بارگاہ کریم میں سلام عرض کیا جارہا ہے۔

آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ عظمتِ غوث اعظم کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے

غوث اعظم درمیانِ اولیاء ۔ چوں محمد درمیانِ انبیاء

آپ کی بارگاہ سے ہر سلسلۂ طریقت فیض پاتا ہے خواہ وہ چشتی ہو نقشبندی، سہروردی یا قادری۔

امام التقی والنقی

آپ کی مبارک زندگی سراپا تقویٰ کی زندگی تھی۔ بچپن تا وصال شریعت کی پیروی آپ کا شعار تھا۔ شرعاً نابالغ بچہ احکام کا مکلف نہیں ہوتا لیکن حضرت شیخ چونکہ مادرزاد ولی تھے اس لئے شیر خواری کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

میرا بیٹا عبدالقادر رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تھا۔ ایک دفعہ رمضان المبارک کا چاند دکھائی نہ دیا۔ کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے لختِ جگر نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں واضح ہو گیا کہ اس دن رمضان تھا چنانچہ جیلان کے علاقے میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتا۔ (قلائد الجواہر)

کمالِ استقامت

تقویٰ کرامات کا نام نہیں بلکہ شریعت پر استقامت کا نام ہے۔ اس حوالے سے

جب ہم حضرتِ غوثِ اعظم کی مقدس زندگی کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ استقامت کا عظیم پہاڑ دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ابو نصر موسیٰؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور غوثِ اعظم دورانِ سیاحت ایک ایسے مقام پر تشریف لے گئے جہاں پانی ناپید تھا کئی دن پانی پئے بغیر گذر گئے۔ پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا۔ بارش ہوئی اور اس کے چند قطروں سے سکون ملا۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کر لیا اور عجیب صورت نمودار ہوئی۔ اس نے کہا:

اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں نے تمہارے لئے وہ سب اشیاء حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لئے حرام کی ہیں۔ جو چاہو لے لو اور جو چاہو کرو۔

آپ نے "اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرّجیم" پڑھا اور فرمایا:
"ملعون دور ہو جا۔ تو شیطان ہے"۔ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور کہا:
اے عبدالقادر تو نے احکام کے علم اور اپنی منازل کے احوال سے باخبر ہونے کے سبب نجات پائی ہے۔ ورنہ میں اس حربے سے ستر اہلِ طریق کو گمراہ کر چکا ہوں"۔
آپ نے فرمایا:
"ملعون تو نے پہلے سے بھی بڑھ کر حملہ کیا ہے میں اپنے علم کی وجہ سے تجھ سے محفوظ نہیں ہوا بلکہ یہ سراسر میرے اللہ کا کرم و احسان ہے۔

(اخبار الاخیار ۱۲۰)

درجۂ قطبیت پر فائز ہونا

آپ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو مسلمانوں پر زوال سایہ فگن ہو چکا تھا۔ اقدار بدل چکی تھیں۔ ہمارے دور کی طرح روحانیت دوکانداری کا روپ دھار چکی تھی۔ آپ نے علم دین پڑھا اور اس ذوق و شوق اور حسنِ نیت و اخلاص سے پڑھا کہ پڑھتے پڑھتے درجۂ قطبیت پر فائز ہو گئے۔ قصیدۂ غوثیہ میں آپ فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطبا ونلت السعد من مولی الموالی

(دیں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہو گیا اور میں نے اپنے مولیٰ کے کرم سے سعادت کو پالیا)

آپ کے علمی مقام کے بارے میں شیخ عبد الوہاب الشعرانی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ آپ کو تیرہ علوم و فنون پر کامل دسترس تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ۱: ۱۲۷)

محی الدین و ملت

حصولِ علوم کے بعد آپ نے دین اسلام کی وہ خدمت کی کہ آپ محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کسی شخص نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا ۵۱۱ھ میں برہنہ پاؤں بغداد آ رہا تھا۔ راستے میں ایک بیمار کمزور شخص ملا۔ اس نے میرا نام لے کر سلام کیا اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے سہارا دینے کے لئے کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم صحتمند و توانا ہونے لگا۔ رنگ و روپ میں تازگی چھانے لگی۔ میں دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر اس نے کہا۔ آپ نے مجھے پہچانا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو کہنے لگا:

انا الدین کنت قدمت ودثرت — دین اسلام ہوں۔ قریب المرگ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعے

فاحیانی اللہ تعالی بک بعد

موتی۔ مجھے از سرِ نو زندہ فرمایا ہے۔

اس ملاقات کے بعد جب میں جامع مسجد پہنچا تو لوگوں نے مجھے یاسیدی محی الدین کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے میرا یہ لقب نہ تھا۔ قصیدہ غوثیہ میں اپنے اوپر ہونے والی اس کرم نوازی کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

انا الجیلی محی الدین اسمی واعلامی علی رأس الجبال

(میں جیلان کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام محی الدین ہے اور میرا جھنڈا پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہا ہے)

اعلیٰ حضرت نے محی دین وملت سے آپ کی اس شان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء

آپ طریقت وحقیقت میں اتنے بلند مقام پہ فائز ہیں کہ آپ نے بغداد میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے

پس آپ کے یہ کلمات کہنے کی دیر تھی کہ تمام اولیاء نے اپنے سر جھکا دیئے۔
حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ آپ کا قدم میری گردن پہ ہی نہیں بلکہ سر پہ بھی ہے۔ (شمائم امدادیہ ۲۴۰)

۱۶۰۔ شاہ برکات و برکاتِ پیشینیاں!
نوبہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

۱۶۱۔ سیدِ آلِ محمد امامُ الرشُد
گُلِ رَوضِ ریاضت پہ لاکھوں سلام

۱۶۲۔ حضرت حمزہ شیرِ خدا و رسول
زینتِ قادریت پہ لاکھوں سلام

۱۶۳۔ نام و کام و تن و جان و حال و مقال
سب میں اچھے کی صُورت پہ لاکھوں سلام

۱۶۴۔ نُورِ جاں عطرِ مجموعہ آلِ رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

۱۶۵۔ زیبِ سجادہ، سجادِ نُوری نہاد
احمدِ نُور طینت پہ لاکھوں سلام

برکات۔ برکتیں، فیضیاں۔ اسلاف کی برکات، گل۔ پھول، روض۔ باغ، ریاضت۔ عبادت و مجاہدہ، طینت۔ طبیعت و خصلت۔

سلسلہ قادریہ کے سرتاج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں سلام کے بعد اب اعلٰحضرت اپنے مشائخ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں۔ ان بزرگوں کے اسماء یہ ہیں:

سید شاہ برکت اللہ مارہروی۔ سید شاہ آل محمد مارہروی۔ سید شاہ حمزہ مارہروی۔

سید شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت شاہ آل رسول۔ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہم اختصار کے ساتھ ان تمام بزرگوں کا تعارف ضروری سمجھتے ہیں۔

سید شاہ برکت اللہ مارہروی

آپ کی ولادت ۲۶ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حضرت شاہ اویسؒ ہے۔ تعلیم و تربیت، ریاضت و مجاہدہ کے بعد اورنگ زیب کے دور میں مارہرہ تشریف لائے۔ (مارہرہ یوپی کے ضلع ایٹہ سے تقریباً سولہ میل کے فاصلے پر بجانب مغرب واقع ہے) انہی بزرگوں کی نسبت سے سلسلہ کا نام برکاتیہ ہے۔ علم و ادب میں آپ کی نظیر نہیں۔ عربی، فارسی، اردو کے علاوہ ہندی اور سنسکرت پر آپ کو عبور تھا۔ تاریخ زبان اردو کے مقدمہ میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں تحریر کرتے ہیں:

"عہد عالمگیر کے مشہور مصنف سید شاہ برکت اللہ مارہروی کو ہندی، فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا۔ تصوف سے لبریز انسانیت کے پیغام کو انہوں نے دوہوں اور کبتوں کے ذریعے پہنچایا۔" (مقدمہ تاریخ زبان اردو، ۱۶۹)

ادبی میدان میں فارسی و عربی میں اپنا تخلص عشقی اور ہندی میں پیمی فرماتے تھے۔

علمی و تصنیفی خدمات

آپ کے تبحر علمی کا اندازہ کسی قدر آپ کی تصانیفِ کثیرہ سے ہو سکتا ہے۔ صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ نے ۱۹ کتب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ رسالہ چہار انواع ۲۔ عوارفِ ہندی ۳۔ دیوانِ عشقی ۴۔ مثنوی ریاض العاشقین
۵۔ بیاض باطن ۶۔ تفسیر سورۂ فاتحہ ۷۔ ارشاد السالکین ۸۔ رسالہ عقائد صوفیہ

عربی اشعار میں سلام

صاحب البرکاتؒ نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عربی اشعار کی صورت میں ایک طویل سلام عرض کیا تھا اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

یا شفیع الوریٰ سلام علیك — یا نبی الھدیٰ سلام علیك

(اے تمام مخلوق کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام۔ اے سراپا ہدایت آپ پر سلام)

طلعت منك کوکب العرفان — انت شمس الضحیٰ سلام علیك

(ستارۂ معرفت آپ سے طلوع ہوا۔ آپ چمکتا ہوا آفتاب ہیں آپ پر سلام)

مھبط الوحی منزل القرآن — صاحب الاھتدیٰ سلام علیك

(آپ پر وحی کا نزول ہوا اور قرآن نازل ہوا اے رہنمائی فرمانے والے آپ پر سلام)

ھذا قول غلامك العشقی — منہ یا مصطفیٰ سلام علیك

(یہ آپ کے ایک ادنیٰ خادم عشقی کی التجا ہے۔ اے برگزیدہ نبی اس کی طرف سے سلام ہو)

آپ کا وصال دس محرم الحرام ۱۱۴۲ھ بوقت صبح صادق ہوا۔ مارہرہ میں آپ کا مزار زیارت گاہِ خلائق ہے۔

ابوالبرکات سید آلِ محمد مارہروی

آپ سلطان الواصلین سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت والدِ گرامی کی آغوش میں ہوئی۔ والدِ مکرم ہی سے شرفِ بیعت اور خرقۂ خلافت و اجازت حاصل تھا۔ ساتھ ہی سید العارفین میر شاہ لطف اللہ قدس سرہ نے بھی شانِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا عقد اپنے چچا سید شاہ عظمت اللہ کی صاحبزادی غنیمت فاطمہ سے ہوا جن

کے بطن سے دو صاحبزادے سید شاہ حمزہ اور سید شاہ حقانی اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔
آپ کا وصال ۱۶، رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ کو ہوا۔ اعلیٰحضرت نے انہیں امام الرشد اور گل روضِ ریاضت قرار دیا ہے۔

الشاہ سید حمزہ مارہروی

آپ کی ولادت ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ شیخ ڈاھڈ رحا لاہوری اور شمس العلماء مولانا محمد باقر سے علوم ظاہری حاصل کئے۔ فن طب حکیم عطاء اللہ سے سیکھا۔ شیخ محی الدین ابن العربی کی کتب کے ساتھ آپ کو خصوصی ذوق تھا۔ آپ نہایت ہی ذہین تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون میں دسترس حاصل کر چکے تھے۔

تصنیفی و علمی خدمات

حضرت کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں سولہ ہزار کے قریب کتب تھیں۔ آپ کی تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:
۱۔ کاشف الاستار ۲۔ فص الکلمات: یہ کتاب دنیا بھر کے علوم و فنون پر مشتمل ہے۔ جلد اول الٰہ آباد اور جلد دوم مارہرہ شریف میں ہے۔ ۳۔ مثنوی اتفاقیہ۔
۴۔ قصیدہ گوہربار ۵۔ رسالہ عقائد۔
آپ کا وصال ۱۴، محرم ۱۱۹۸ھ کو ہوا۔ اعلیٰحضرت نے انہیں "زینتِ قادریت" کہا ہے۔

سید آل احمد اچھے میاں مارہروی

آپ کی ولادت ۲۸، رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اسم گرامی آل احمد اور

لقب اچھے میاں تھا۔ آپ سید حمزہ مارہروی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی علمی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بعض مسائل میں تسلی وتشفی کے لئے لوگوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ ایک شخص نے بغداد میں آستانہ عالیہ غوثیہ کے نقیب الاشراف سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں جانے کو فرمایا۔ جب اس شخص نے حاضر ہو کر مدعا عرض کیا تو آپ نے فرمایا آپ مارہرہ میں حضرت اچھے میاں کی خدمت میں جائیں وہ آپ کی تشفی فرمائیں گے۔

تصانیف وعلمی خدمات

حضرت شاہ سید محمد میاں مارہروی کہتے ہیں کہ حضرت کی تصنیف وتالیف میں سب سے ضخیم کتاب "آئین احمدی" ہے۔ اس کی چونتیس جلدیں ہیں۔

آپ کا وصال ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں ہوا۔

سید شاہ آل رسول مارہروی

آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔ اسم گرامی آل رسول لقب خاتم الاکابر، آپ کے والد ماجد کا نام سید شاہ آل برکات ہے۔ آپ نے اپنے دور کے جن جید علماء سے تعلیم حاصل کی ان کے اسماء گرامی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی، شاہ عین الحق، شاہ عبدالمجید بدایونی، شاہ سلامت اللہ کشفی، شاہ نورالحق رزاقی عرف ملا نور، مولانا انوار احمد فرنگی محلی، مولانا عبدالواسع سید نپوری۔

آپ کو خلافت حضرت اچھے میاں سے تھی۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں اس سے بڑھ کر کیا کہا جا سکتا کہ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری ان کے دست اقدس پر بیعت تھے اور انہی کے بارے میں کہا میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام۔

سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

یہ سید آلِ رسول کے پوتے اور سید شاہ ظہور حسین کے بیٹے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔

آپ ابھی اڑھائی برس کے تھے کہ والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ اس لئے آپ کی تربیت آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ آلِ رسول کی آغوش میں ہوئی۔ آپ نے تمام علوم دینیہ میں کمال حاصل کیا۔

تصنیفی و علمی خدمات

آپ کے علمی کمال کی ایک جھلک تصانیف ہی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

۱۔ العسل المصفیٰ فی ارباب سنۃ المصطفیٰ ۲۔ تحقیق التراویح ۳۔ دلیل الیقین

۴۔ النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء ۵۔ النجوم ۶۔ الجفر

اعلیٰحضرت نے متعدد علوم خصوصاً علم جفر میں انہی سے استفادہ کیا۔ ان سے آپ کی بڑی عقیدت تھی۔ جابجا کلام رضا میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ قصیدہ نور کے آخر میں لکھتے ہیں:

اے رضا یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

تفصیلات کے لئے تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کا مطالعہ کیجئے۔

۔۶۶ بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہلِ سُنّت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب، عذاب کے بغیر، عتاب۔ ناراضگی و جھڑک، تا ابد۔ ہمیشہ یہاں جنتی گروہ کی نشاندہی اور تمام اہلِ سنت پر سلام ہے۔

اہلِ سُنّت و جماعت ہی ملّتِ ناجیہ ہے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور میری امت تہتر میں بٹ جائے گی۔ ایک کے علاوہ باقی تمام دوزخی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا:

من ھی یا رسول اللہ! — یا رسول اللہ وہ جنتی لوگ کون ہونگے

فرمایا:

ما انا علیہ و اصحابی — جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ وہ جماعت ہوگی یعنی وہ فرقہ نہیں ہوگا بلکہ امت کی اکثریت ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پہ جمع نہیں فرمائے گا۔

ید اللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ فی النار۔ — اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس سے جدا ہوگیا وہ جہنم میں چلا گیا۔

(الترمذی، باب فی لزوم الجماعۃ)

انہی سے یہ فرمانِ نبوی بھی مروی ہے

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ — بڑی جماعت کے ساتھ رہو جو جماعت سے نکلا وہ جہنم میں گرگیا۔

(ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے۔

فاذا رائیتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم۔ (ابن ماجہ) — جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یأتی امر اللہ وھم علی ذلک (البخاری) — میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے احکام پر قائم رہے گا۔ انہیں کسی کی مخالفت و دشمنی نقصان نہ دے گی حتی کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اس پر قائم ہوں گے۔

ان تمام روایات سے درج ذیل فوائد پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ امت پر تفرقہ بازی سے احتراز ـــــ ضروری اور فرض ہے۔ قرآن مجید نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ — اللہ کی رسی تمام اکٹھے ہو کر پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔

۲۔ اگر اختلاف و تفرقہ ہو جائے (جس طرح ہو چکا ہے) تو اس گروہ میں رہا

جائے جو امت کی اکثریت ہو جسے حدیث نے "سواد اعظم" کہا۔

۳۔ امت کی اکثریت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

۴۔ امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔

۵۔ صرف ایک جماعت ہی جنتی ہے باقی نہیں۔

اگر ان تمام ارشادات پر غیر جانبدار ہو کر غور و فکر کیا جائے تو انسان از خود اس نتیجہ پر جا پہنچتا ہے کہ اس سے مراد اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ کیونکہ تمام دنیا میں ہمیشہ سے انہی کو اکثریت حاصل رہی، بڑی بڑی طاقتوں نے انہیں مٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں اسی طبقہ کی نشاندہی کی ہے جو جنتی ہے۔

بے عذاب وحساب وکتاب

یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کی طرف اشارہ ہے حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

وعدنی ربی ان یدخل الجنة	میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا
من امتی سبعین الفاً	کہ میری امت کے ستر ہزار افراد جنت
لاحساب علیھم ولا عذاب	میں داخل کرے گا ان کا نہ حساب
مع کل الف سبعون الفاً	ہوگا اور نہ ان پہ عذاب۔ پھر ہر
و ثلاث حثیات من حثیات	کے ساتھ ستر ہزار اور میرے
ربی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الحساب)	رب کے چلوں میں سے تین چلو کی مقدار
	جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک چلو ہی کافی ہے

اسی طرح کا ایک نہایت ہی پر لطف ارشاد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ آپ کی امت میں سے چار لاکھ آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے اضافہ کروائیے۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر چلو بنا کر فرمایا اس طرح اللہ تعالیٰ ایک چلو جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا آقا اس پر اضافہ فرمائیے۔ پھر آپ نے چلو کا اضافہ فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا اے ابوبکر اب چھوڑ بھی دو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اگر ہم تمام جنت میں داخل ہو جائیں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے! اس پر حضرت عمر نے کہا:

ان اللہ عزوجل ان شاء	اللہ عزوجل اگر تمام مخلوق کو جنت میں
ان یدخل خلقه الجنة بکف	داخل کرنا چاہے گا تو اس کا ایک چلو ہی
واحد فعل۔	کافی ہے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا عمر نے سچ کہا۔

اعلیٰحضرت نے حضور کے ان الفاظ "لاحساب علیهم ولا عذاب" کو اپنے شعر میں کیا احسن انداز میں ذکر کیا اور اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ وہ لوگ اہل سنت ہی ہیں۔

ایک عظیم تہمت

بعض لوگوں نے عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰحضرت کے بارے میں یہ لکھا کہ وہ شیعہ تھے اس سلسلہ میں چند گذارشات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اعلیٰحضرت نے تقریباً بیس رسائل شیعہ کے خلاف لکھے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی مسلک کے خلاف اتنا مواد جمع کرے۔

۲۔ اس سلام میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور خلفاء راشدین کے مناقب و فضائل کا تذکرہ جس احسن انداز میں اعلیٰحضرت نے کیا ہے کسی شیعہ سے کیسے ممکن ہے۔

۳۔ بڑی عجیب بات ہے کہ خود شیعہ ہوں مگر اہل سنّت کو فرقہ ناجیہ قرار دیتے ہوئے اس پر سلام بھیج رہے ہوں۔

۱۶۷۔ تیرے اِن دوستوں کے طُفیل اے خدا

بندۂ ننگِ خَلقَت پہ لاکھوں سلام

طفیل۔ وسیلہ، بندہ۔ اعلیٰحضرت کی اپنی ذات مراد ہے، ننگ۔ عار، خلقت۔ مخلوق۔

اس شعر میں خود اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے سلام کی دعا ہے کہ اے اللہ اپنے ان تمام مذکورہ بالا بندوں کے طفیل اس فقیر پر بھی رحمتیں نازل فرما۔

بندۂ ننگِ خلقت

اللہ تعالیٰ کے حضور یہ آپ کی تواضع ہے جو کہ ہونی چاہیئے۔ جو شخص اس کی بارگاہ میں تواضع کرے گا وہ اسے ہی بلند کرتا ہے، متکبر اسے پسند نہیں، ابلیس نے تکبر کیا ذلیل و رسوا ہو گیا۔ حضرت آدم نے تواضع کرتے ہوئے کہا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین

انہیں پہلے سے بھی بلندی عطا فرما دی۔

یہاں اعلیٰحضرت نے اپنے وجود کو "مخلوق خدا کے لئے وجہ عار" قرار دیا ہے۔

دوسرے مقام پر سگِ بے ہنر کہتے ہیں۔

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے   کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں   کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

اعلیٰحضرت نے ساری زندگی اللہ اور اس کے حبیب کے ادب اور ناموسِ رسالت کی حفاظت میں بسر کی۔ علم و عمل کا وہ مستحکم و مضبوط پہاڑ تھے جو بھی ان سے ٹکرایا پاش پاش ہو گیا۔ عشق و محبت اور ادبِ رسول کی دولت کی وجہ سے ان کو ہر فن میں جو کمال حاصل ہوا وہ انہی کا حصہ ہے۔ آج دنیائے محبت انہیں برصغیر میں ناموسِ رسالت کا محافظ اور مجدد دین و ملت کے نام سے یاد کرتی ہے لیکن آپ نے دیکھا وہ اپنے آپ کو سگِ بے ہنر اور بندۂ ننگ خلقت سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جتنا انسان اہلِ معرفت ہوتا ہے اتنا ہی وہ مؤدب ہوتا ہے۔

۱۶۸۔ میرے استاد ماں باپ بھائی بہن
اہلِ وُلد و عَشیرت پہ لاکھوں سلام

اہل۔ بیوی، وُلد۔ اولاد، عشیرت۔ قبیلہ

یہ اساتذہ، والدین، بھائی بہن، اولاد اور تمام اپنے خاندان کے لئے دعا ہے۔

قرآن و سنت نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم دعا کرو تو اس میں اپنے والدین اساتذہ اور دیگر اہلِ تعلق کو بھی شامل کر و۔ نماز میں اکثر طور پر جو دعا کرتے ہیں اس کے الفاظ میں بھی یہی تعلیم ہے:

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔
(الاسراء)

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔ اے ہمارے رب دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب میری، میرے والدین اور تمام مومنین کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

ایک مقام پر قرآن نے والدین کے لئے دعا کی تعلیم دی۔

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

یہ کہہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں تربیت کی۔

اولاد وازواج کے لیے دعا کرنا اپنے بندوں کی صفات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں متقین کے لئے مقتدا بنادے۔

اعلیٰحضرت نے بھی انہی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے والدین، اساتذہ، اولاد اور اہل کے لئے دعا کی ہے۔

آپ کے والد گرامی

آپ کے والد گرامی قدوۃ المتقین حضرت مولانا نقی علی خاں ؒ ہیں۔ ماہ رجب ۱۲۴۶ھ

(۱۸۳۰ء) میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات سے نوازا تھا۔ امام احمد رضا خاں اپنے والد گرامی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ ذروۂ علیا کو پہنچایا"

گر راست می گویم و یزداں نہ پسند و جز راست۔ کہ جو وقت انظار و حدت افکار و فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں اس کی نظیر، نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

عقل معاش و معاد دونوں کا بہ وجہ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت و علو ہمت و کرم و مروت و صدقات خفیہ و مبرات جلیہ و بلندیٔ اقبال و دبدبہ جلال و موالات فقراء و امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیر ذٰلک فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا۔"

(جواہر البیان، ۶)

نواب نیاز احمد خاں ہوش مولانا کی کتاب "سرور القلوب بذکر المحبوب" پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

"مولوی محمد نقی علی خاں حسن ظاہری و باطنی میں بے نظیر ہیں۔ باپ دادا ان کے عرصہ دراز سے چمن پیرائے علم و دولت رہے ــــــ اکثر اشخاص کو تعلیم علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دینیات کے پڑھانے میں بہت صرف کرتے ہیں۔ بہنگام کلام علوم کا دریا بہہ جاتا ہے "العالم اذا تکلم فھو بحر تموج" کا مضمون انہیں کی ذات مجمع حسنات پر صادق آتا ہے۔

(تقریظ علی سرور القلوب، ۵۔۶)

پچیس علمی تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔ ان کے اسماء اور مکمل تعارف کے لئے مخدوم اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم کی سرورالقلوب پر تقدیم کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

آپ کے بھائی اور بہنیں

مولانا نقی علی خاں کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں، مولانا محمد رضا خاں اور مولانا حسن رضا خاں۔ یعنی اعلحضرت کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔

آپ کی اولاد

آپ کے دو صاحبزادے مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں، حجۃ الاسلام حامد رضا خاں اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کے اساتذہ

تمام علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی مولانا نقی علی خاںؒ سے کی۔ ابتدائی کتب مثلاً میزان منشعب وغیرہ مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ بعض علوم مثلاً، علم تکسیر، جفر شاہ ابوالحسین احمد نوری سے سیکھے۔

ایک عظیم بہتان

بعض لوگوں نے آپ کے استاذ گرامی مرزا غلام قادر بیگ کے نام سے عمداً یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ مرزا قادیانی کا بھائی تھا اور اعلحضرت مرزائی تھے حالانکہ

یہ صراحتہً غلط، جھوٹ اور عظیم بہتان ہے۔ ایسا کہنے والا اللہ کے حضور کیا جواب دیگا۔ اس اندھیرے کو علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے جس طرح اجالے سے بدلا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ دلچسپی کے لئے ان کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔

"مرزا کا بھائی ۱۸۸۳ء میں فوت ہوگیا تھا جبکہ مرزا غلام قادر بیگ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ میں حیات تھے (اس پر دلیل یہ ہے) کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے ص ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔"

(البریلویہ کا تحقیقی جائزہ، ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ہر فرد کو ایسے جھوٹ اور اتہام سے محفوظ رکھے اور اختلاف کو دلائل و براہین کے ساتھ بیان کرنے کی توفیق دے۔

۱۶۹۔ ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمّت پہ لاکھوں سلام

دعویٰ۔ درخواست و بھروسہ، شاہ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے تمام اشعار میں امت کے ہر طبقہ مخصوص مثلاً خلفاء راشدین، اہل بیت نبوی، اصحاب بدر و احد، عشرہ مبشرہ، ائمہ مجتہدین و طریقت، مشائخ سلاسل اور اپنے والدین و اساتذہ پر سلام تھا۔ اس شعر میں حضور علیہ السلام کی ساری امت پر سلام ہے۔ امت محمدیہ کے لئے دعا کرنے والے پر حضور علیہ السلام نہایت ہی خوش ہوتے ہیں

اللہ کی رحمت ہر شے سے وسیع ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ — میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے

(الاعراف)

حدیث میں ہے :

سبقت رحمتی علی غضبی — میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کے اسم ذاتی " اللہ " کا متبادل اگر کوئی لفظ اس کی صفات میں سے ہے تو " رحمٰن " ہے ۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ — اے نبی فرما دیجیے، اس ذات کو اللہ کہو یا رحمٰن کہو ۔

(الاسراء)

اللہ کی رحمت کو محدود نہ کرو

جب رحمت وسیع اور ہر شے سے بڑھ کر ہے تو ہر انسان پر لازم ہے وہ اس کا سوال بھی ہر شے سے بڑھ کر کرے اور ہر ایک کے لئے کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کلمات سے دعا کی ۔

اللھم ارحمنی و محمداً ولا ترحم معنا ۔ — اے اللہ مجھ پر اور میرے آقا محمد پر رحم فرما اور کسی اور پہ رحم نہ فرما ۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا اے اعرابی ! ۔

لقد حجرت واسعاً — تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود سمجھ لیا ہے ۔

(البخاری، باب رحمۃ الناس)

اویس قرنی اور امت کیلئے دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن میں ایک ہمارا غلام ہے وہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ملاقات نہ کر سکا تم میں سے جس کی ملاقات بھی اس کے ساتھ ہو اسے کہنا

فلیستغفر لکم — تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرے۔

(المسلم باب فضائل اویس القرنی)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اویس ربیعہ و مضر کی بکریوں کے برابر میری امت کی شفاعت کرے گا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ میری امت کے لئے دعا کریں۔

(کشف المحجوب ' ۱۲۸)

جب اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ساری زندگی اس دعا کو وظیفہ بنالیا " اے اللہ تمام مومن مرد اور تمام مومن عورتوں کو بخش دے۔

اعلیٰحضرت نے اسی راہ پہ چلتے ہوئے سلام کے آخر میں تمام امت کے لئے دعا کی ہے۔ کاش ہمارا بھی یہ وظیفہ ہو جائے۔

۱۷۰۔ کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

۱۷۱۔ مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کاش۔ برائے اظہارِ تمنا، محشر۔ روزِ قیامت، آمد۔ تشریف آوری، شوکت۔ شان و شکوہ، قدسی۔ فرشتے، ہاں۔ شروع کر دو پڑھو۔

امام اہلِ محبت نے اللہ و رسول کی بارگاہ میں اپنی دلی اور آخری خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اس دنیا میں جس طرح مجھے اپنے رؤف و رحیم آقا کی بارگاہ میں سلام پڑھنے اور لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے اسی طرح قیامت کے روز بھی آپ کا قرب نصیب ہو اور جب آپ کی محشر میں تشریف آوری ہو تو مجھے حکم ہو اے احمد رضا اب تو وہ سلام پڑھ جس کا مطلع ہے ۔ مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سرِ محشر آپ کی تشریف آوری اور خدمت کے قدسی

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ محشر کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا جب لوگ قبور سے نکلیں گے تو ان میں اول میں ہوں گا۔ جب اللہ کے حضور جائیں گے تو میں ان کی قیادت کر رہا ہوں گا۔ جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی نمائندگی کروں گا۔ جب وہ ناامید ہوں گے تو میں شفاعت کروں گا اور جب وہ پریشان حال ہوں گے تو میں انہیں خوش کروں گا کرم کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اولادِ آدم میں سے میرا مقام اللہ کے ہاں سب سے بلند ہوگا

يطوف علىّ الف خادم كانهم چمکدار موتیوں سے بڑھ کر خوبصورت

لؤ لؤ مكنون (الترمذی) ہزار خادم میرے ارد گرد ہوں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روز بارگاہِ نبوی میں ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام فرشتے حاضر ہو کر اپنے پروں کو قبرِ انور کے ساتھ لگا کر زیارت و برکت حاصل کرتے ہوئے درود و سلام عرض کرتے ہیں حتی کہ آپ جب میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے

خرج فی سبعين الفاً من تو ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں

الملائکۃ یوقرونہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

(التذکرہ للقرطبی، ۲۱۴)

انہی فرشتوں اور خدام کو اعلیٰ حضرت نے "خدمت کے قدسی" کہا ہے۔
یعنی جب فرشتوں کے جھرمٹ میں میدان حشر میں میرے کریم آقا کی تشریف آوری ہو تو فرشتے مجھ سے کہیں اے احمد رضا اب جھوم جھوم کر اور وجد کرتے ہوئے پڑھے

؎ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔

اور واقعۃً اعلیٰحضرت ہی نہیں ہر وہ شخص جس نے خلوص نیت سے اپنے آقا کے حضور کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھا ہوگا اسے قیامت کے روز یہ موقعہ ملے گا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اولی الناس بی یوم القیامۃ	روز قیامت میرے سب سے قریب
اکثرھم علی صلاۃ	وہ شخص ہوگا جو تم میں سے کثرت کے
(الترمذی)	ساتھ درود و سلام عرض کرنے والا ہوگا

ابتدا اور انتہائے سلام

کتنا ادب اور احترام ہے کہ بات شروع بھی سلام سے کی اور اختتام بھی سلام پر کیا۔ ابتدائی مصرعہ ؎ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ہے اور یہی سلام کا آخری مصرعہ ہے۔ جب اول و آخر درود و سلام ہے جو مقبول ہے تو درمیانی حصہ از خود مقبول ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ عالم اسلام کے گوشے گوشے میں لوگ انہی الفاظ میں سلام عرض کرتے ہیں جو انہوں نے تحریر فرمائے تو جو ثواب و اجر ان

پڑھنے والوں کو نصیب ہے۔ اسی طرح اعلیٰحضرت کے درجات میں بھی بلندی ہو رہی ہے۔ اس بنا پہ کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں اپنے دور کے سب سے زیادہ سلام عرض کرتے والے اعلیٰحضرت ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پیارے حبیب کی بارگاہ میں ادب و نیاز کے ساتھ درود و سلام عرض کرنے کی توفیق بخشے اور ان اہل محبت کا صدقہ ہمیں بھی قیامت کے روز یہ شرف نصیب ہو'

ساتھ ہم بھی ہوں زمزمہ خواں رضاؔ
جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

احکامِ تکلیفیہ فرض، واجب، سُنّت، مُستحب، مُباح، حرام،
مکروہِ تحریمی و تنزیہی، اساءت، خلافِ اَولیٰ کے تفصیلی بیان پر مشتمل

معارفُ الاحکام

تصنیف

مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور
۱- فصیح روڈ - اسلامیہ پارک، سمن آباد، لاہور

مراجع

۱	القرآن	انہ لتنزیل رب العٰلمین
۲	البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶
۳	المسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری ۲۶۱
۴	الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹
۵	ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵
۶	نسائی	امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی ۳۰۳
۷	ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید
۸	سیدنا محمد رسول اللہ شمائلہ الحمیدہ خصالہ المجیدہ	شیخ عبداللہ سراج الدین شامی
۹	الریاض الانیقہ فی شرح اسماء النبی الخلیقہ	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
۱۰	الوفاء باحوال المصطفیٰ	امام عبدالرحمٰن ابن الجوزی ۵۹۷
۱۱	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ المالکی ۵۴۴
۱۲	شرح الشفاء	ملا علی بن سلطان محمد القاری
۱۳	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمود آلوسی ۱۲۷۰
۱۴	المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ	امام احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳
۱۵	حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ۱۳۵۰
۱۶	دلائل النبوۃ لابی نعیم	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی ۴۳۰

۱۷۔	المرقاۃ	ملا علی بن سلطان محمد القاری
۱۸۔	سنن دارمی	امام محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی ۲۵۵
۱۹۔	التذکرہ للقرطبی	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱
۲۰۔	الایمان لعوالم الآخرۃ	شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی
۲۱۔	تجلی الیقین	امام احمد رضا قادری
۲۲۔	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱
۲۳۔	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین السیوطی ۹۱۱
۲۴۔	شمائل الرسول	امام حافظ ابن کثیر ۷۷۴
۲۵۔	الجامع الاصول	امام ابن اثیر
۲۶۔	مسند احمد	امام احمد بن حنبل ۲۴۱
۲۷۔	مجمع الزوائد	امام نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی
۲۸۔	تہذیب ابن عساکر	امام ابو القاسم علی بن حسین الشافعی ۵۷۱
۲۹۔	ضیاء القلوب	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
۳۰۔	الامن والعلیٰ	امام احمد رضا قادری
۳۱۔	مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات	امام محمد المہدی الفاسی مالکی ۸۵۴
۳۲۔	بیان المیلاد النبوی	امام عبد الرحمٰن ابن جوزی ۵۹۷
۳۳۔	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۵۲
۳۴۔	اشعۃ اللمعات	شاہ عبد الحق محدث دہلوی
۳۵۔	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر
۳۶۔	مدارج النبوۃ	شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲
۳۷۔	المفردات فی غرائب القرآن	امام راغب اصفہانی ۵۰۳

۳۸۔ قواعد التحدیث	علامہ محمد جمال الدین قاسمی
۳۹۔ سیرت حلبیہ	امام علی بن برہان الدین حلبی ۱۰۴۴
۴۰۔ تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی
۴۱۔ اخبار الاخیار	شاہ عبدالحق دہلوی 1052
۴۲۔ الصارم المسلول	شیخ ابن تیمیہ
۴۳۔ زاد المعاد علی ھامش الزرقانی	شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم ۷۵۱
۴۴۔ صحیفہ ازل	مولانا محمد اول قادری
۴۵۔ طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد بن منیع البصیری ۲۳۰
۴۶۔ جمع الوسائل علی الشمائل	ملا علی بن سلطان محمد القاری
۴۷۔ زرقانی علی المواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی ۱۱۲۲
۴۸۔ الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی ۱۳۵۰
۴۹۔ النہایہ	امام بدر الدین عینی
۵۰۔ درمنثور	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
۵۱۔ البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن	علامہ ابو طاہر محمد بشیر رسولپوری
۵۲۔ البدایہ والنہایہ	حافظ ابن کثیر ۷۷۴
۵۳۔ فتح الباری	شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲
۵۴۔ تحقیق الفتویٰ	علامہ فضل حق خیر آبادی
۵۵۔ اکمال فی اسماء الرجال	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ ۷۴۰
۵۶۔ بمثل بشر	مولانا محمد اعظم نوشاہی ۱۳۷۵
۵۷۔ شان حبیب الرحمان من آیات القرآن	مفتی احمد یار خاں نعیمی
۵۸۔ فی ظلال القرآن	سید قطب مصری

۵۹۔ آفتابِ نبوت	قاری محمد طیب دیوبندی
۶۰۔ الذخائر المحمدیہ	شیخ محمد بن علوی مالکی
۶۱۔ معجم البلدان	علامہ یاقوت حموی
۶۲۔ فاروقِ اعظم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۶۳۔ کنز العمال	امام علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین هندی ۹۷۰
۶۴۔ قلائد الجواهر	علامہ محمد بن یحییٰ حلبی
۶۵۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خاں
۶۶۔ جواهر البیان	مولانا نقی علی خاں
۶۷۔ تقریظ علی سرور القلوب	نواب نیاز احمد خاں ہوش
۶۸۔ البریلویہ کا تحقیقی جائزہ	علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
۶۹۔ کشف المحجوب	حضرت علی ہجویری
۷۰۔ سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی ۹۴۳
۷۱۔ الترغیب والترہیب	امام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری
۷۲۔ منبہ المنیہ	امام احمد رضا خاں قادری
۷۳۔ مکتوبات امام ربانی	امام احمد مجدد الف ثانی
۷۴۔ فضائل المدینۃ المنورہ	شیخ محمد یوسف الصالحی
۷۵۔ فضائل حج	مولانا محمد زکریا سہارنپوری
۷۶۔ تفسیر کبیر	امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی ۶۰۶
۷۷۔ الزرقانی	علامہ محمد بن عبد الباقی مالکی ۱۱۲۲
۷۸۔ امداد السلوک	مولانا رشید احمد گنگوہی
۷۹۔ اخلاق النبی وآدابہ	امام ابو محمد جعفر بن حیان الاصبهانی المعروف بابی الشیخ

۸۰۔ شمائل ترمذی	امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذیؒ ۲۷۹
۸۱۔ جواہر البحار	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی ۱۳۵۰
۸۲۔ موضوعات کبیر	ملا علی قاری
۸۳۔ شمائم امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۱۳۱۷
۸۴۔ دلائل النبوۃ للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸
۸۵۔ مجموعہ فتاوٰی مولانا عبدالحیٔ لکھنوی	مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ۱۳۰۴
۸۶۔ انسان العیون	امام علی بن برہان الدین حلبی ۱۰۴۴
۸۷۔ اعلام النبوۃ للماوردی	امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردیؒ ۴۵۰
۸۸۔ مولد خیر خلق اللہ	شیخ فتح اللہ بنانی مصری
۸۹۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل	امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن
۹۰۔ عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینی ابومحمد بن العینی ۸۵۵
۹۱۔ مقام رسول	علامہ منظور احمد فیضی
۹۲۔ المستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری ۴۰۵
۹۳۔ محمد الانسان الکامل	شیخ محمد بن علوی مالکی
۹۴۔ شہادۃ لاالٰہ الا اللہ	شیخ عبداللہ سراج الدین شامی
۹۵۔ غزوات النبی	مولانا نور بخش توکلی
۹۶۔ الطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰
۹۷۔ الکرمانی شرح بخاری	امام محمد بن یوسف بن علی بن محمد سعید الکرمانی
۹۸۔ علموا اولادکم محبۃ آل بیت النبی	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی
۹۹۔ الشرف المؤبد	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی
۱۰۰۔ سنن الدارقطنی	امام علی بن عمر الدارقطنی

۱۰۱۔ الذریۃ الطاہرۃ — شیخ دولابی
۱۰۲۔ سیر اعلام النبلاء — امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی
۱۰۳۔ ذخائر العقبیٰ — علامہ محب الدین احمد بن عبداللہ ۶۹۴
۱۰۴۔ المؤطا امام مالک — امام مالک
۱۰۵۔ تکمیل الایمان — شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۱۰۶۔ عشرۃ مبشرہ — بشیر ساجد
۱۰۷۔ الصواعق المحرقہ — امام ابن حجر
۱۰۸۔ سنن سعید بن منصور — امام سعید بن منصور
۱۰۹۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع — امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی ۹۰۲
۱۱۰۔ شرف الامۃ المحمدیہ — شیخ محمد بن علوی مالکی
۱۱۱۔ الیواقیت والجواہر — امام عبدالوہاب شعرانی ۹۷۳
۱۱۲۔ تسکین الخواطر — علامہ احمد سعید کاظمی
۱۱۳۔ فیض الباری — علامہ محمد انور شاہ کاشمیری ۱۳۵۲
۱۱۴۔ الرسالۃ القشیریہ — امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری ۴۶۵ھ.
۱۱۵۔ شرح شیخ زادہ مع الخرپوتی — امام شیخ زادہ
۱۱۶۔ شرح قصیدہ بردہ — مولانا ابوالحسنات قادری
۱۱۷۔ ترجمان السنۃ — مولانا بدر عالم میرٹھی
۱۱۸۔ الادب المفرد — امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
۱۱۹۔ عرائس البیان
۱۲۰۔ مکاشفۃ القلوب — امام محمد الغزالی
۱۲۱۔ عصیدۃ الشہدۃ — علامہ خرپوتی

۱۲۲- تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۱۲۳- مجمع بحار الانوار	شیخ محمد طاہر پٹنی
۱۲۴- مشکوٰۃ المصابیح	امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب ۷۴۰
۱۲۵- جمع الوسائل	ملا علی قاری
۱۲۶- الدر العظیم فی مولد الکریم	امام قسطلانی
۱۲۷- انس الواحش دری العاطش	شیخ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ محمد البکری
۱۲۸- الاستیعاب	امام حافظ ابن عبد البر ابو عمر یوسف بن عبد اللہ
۱۲۹- ھکذا صام رسول اللہ	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی
۱۳۰- تاریخ الخمیس	شیخ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ محمد البکری
۱۳۱- شاہکار ربوبیت	مفتی محمد خاں قادری
۱۳۲- عظیم قدرہٗ ورفعۃ مکانتہٗ عند ربہ تعالےٰ۔	شیخ ابراہیم طا خاطر شامی۔
۱۳۳- الصلاۃ والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر	امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی

تاثرات

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کا مکتوب جو انہوں نے شرح سلامِ رضا کے ساٹھ صفحات کے مطالعہ کے بعد شارح کے نام ارسال کیا۔

۲۶ ستمبر ۱۹۹۳ء　　　　باسمہ سبحانہ

گرامی مرتبت جناب مولانا مفتی محمد خاں قادری، دام لطفہ

"شرح سلامِ رضا" کا تحفہ موصول ہوا۔ شکر گزار ہوں۔ شرح کا مطالعہ شروع کیا اور باایں اضمحلالِ طبع اور ضعفِ بصارت ۶۰ صفحات ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالے۔ روح کو بالیدگی اور قلب کو انشراح حاصل ہوا۔

نمودی شاد مانم زندہ باشی

آپ نے حق ادا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سربلندیاں عطا فرمائے اور بقول میرے ؎

یہی شمس ہے مری آرزو، ہے کمال عزت و آبرو
کہ حضورؐ کہہ دیں غلام سے تری نذر ہم کو قبول ہے

آپ کی یہ نذر بارگاہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں شرفِ قبول حاصل کرے (آمین)

نشہ تو مستقبل قریب میں دو تبصرے ارسال کروں گا ـــــ ایک فارسی میں منظوم اور دوسرا اردو میں منثور ـــــ اگر تبصرے بہت جلد مطلوب ہوں تو تحریر کریں۔ والسلام!

تبصرۂ منظوم بزبان فارسی بر "شرح سلام رضا"

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری مدفیوضہٗ

نگارش

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی دامت برکاتہم العالیہ (ستارۂ امتیاز)، سابق استاذ و صدر شعبۂ فارسی دار العلوم منظر اسلام بریلی

شمس دارد پیش خود "شرحِ سلام" ‏ ‏ ‏ ‏ سر بسر یک نامۂ مشکیں ختام
بوئے خوش ہر چار سوئے منتشر ‏ ‏ ‏ ‏ یافت سرمایہ ـــــ نگاہِ منتظر
بحرِ رائق ہست بے شک ایں سلام ‏ ‏ ‏ ‏ موجِ الفاظش بلاغت التیام
اندریں غوطہ زدن دشوار بود ‏ ‏ ‏ ‏ ہمت عالی مگر درکار بود
گوہرِ پوشیدہ آوردن بکف ‏ ‏ ‏ ‏ آنکہ دارد سینۂ صافِ صدف
لاجرم غواص باشد عاقلے ‏ ‏ ‏ ‏ نکتہ دان نکتہ پرور فاضلے
گو بظاہر ہست نعتِ مصطفےٰ ‏ ‏ ‏ ‏ لیک ہر شعر بیست نقشِ اجتبا
ایں "سلام مصطفےٰ"، صبح و مسا ‏ ‏ ‏ ‏ بر زبانِ ماست مثلِ یک دعا
ایں سلامے ہست باصدق و یقیں ‏ ‏ ‏ ‏ جانِ رحمت، عینِ رحمت، اصلِ دیں
کم خرد از نورِ باطن بے خبر ‏ ‏ ‏ ‏ حسنِ جاں افروز پنہاں از نظر
شکرِ حق آں فاضلے آمد پدید ‏ ‏ ‏ ‏ بہرہ ور از دانش و رائے سدید
دست او آورد از جملہ بروں ‏ ‏ ‏ ‏ شاہدِ یکتائے معنیٰ را کنوں

جملہ اوصاف سراپائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم	ثابت از نص ہا و آثار بہی
مستتر بودے بہر شعر سلام	تولے از آثار اصحاب کرام
از مسانید و معاجیم و صحیح	کرد استخراج آں مرد نجیح !!
ساخت آثار و احادیث نہاں	نامۂ مفتی محمد خاں عیاں
یعنی ہرچہ از سنن مستور بود	ناخن تاویل آں را بر کشود
من چہ گویم رفعت و وصف سلام	دارد از عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوں التیام
ذرّہ غلطانست ہر شعر سلام	شرح آں لاادیب یک سحر کرام
آفریں بر ہمت شارح کنم	اندریں مدحت مگر تب نازہ ام

فاضلاں اندر مدیحش تر زباں
شمس ہم مداح شارح بیگماں